ندیم کی نظمیں

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

ندیم کی نظمیں

جلد دوم

احمد ندیم قاسمی

KUTUB KHANA.
JALALI BOOKS
JALALI

سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور

۱۹۹۱ء

پبلشرز۔ نیاز احمد

سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور

جُملہ حقوق محفوظ ہیں

تعداد: ایک ہزار

کمبائن پرنٹرز۔ لاہور

KUTUB KHANA.
JALALI BOOKS
JALALI

۶۴۳

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

شعلۂ گل

گونج

رات کا پُر وقار سناٹا
گونجتی ہے صدائے پائے نجوم
اصل میں گونج ہے سکوت کا گیت
اور پھر کس قدر لطیف و بسیط
گونج ہی گونج کبریا کی ذات
گونج ہی گونج ماورائے حیات
یہ حقیقت مگر کسے معلوم!

زندگی گونج کے سوا کیا ہے
ایک انسان دوسرے کا نقیب
پھول کی گونج پھول کی مہکار
اور یہی ہے اثاثۂ گلزار

KUTUB KHANA JALALI BOOKS

ایک اِک پھول گلستاں کا غرور
ایک اِک آدمی جہاں کا غرور
کاش سب کو مری نظر ہو نصیب!

چاند پر شاخِ گُل لچکنے لگی
ہولے ہولے چلی عروسِ صبا
زندگی کے ورق اُلٹنے لگے
کتنے پردے نظر سے ہٹنے لگے
نوعِ انساں خدا سے جا کے ملی
ابتدا انتہا سے جا کے ملی
ٹوٹتا ہے فضا کا سنّاٹا!

۱۹۵۲ء

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

یہ رات

دلیلِ صبحِ طرب ہی سہی یہ سنّاٹا
مگر پہاڑ سی یہ رات کٹ چکے تو کہوں

پسِ نقاب ہی پنہاں سہی عروسِ سحر
مگر یہ پردۂ ظلمات ہٹ چکے تو کہوں

یہ رات بھی تو حقیقت ہے تلخ و تند و درشت
اسے سحر کا تصوّر مٹا نہیں سکتا

مجھے تو نیند نہیں آئے گی کہ میرا شعور
شبِ سیاہ سے آنکھیں چُرا نہیں سکتا

اگر نشانِ سفر تک کہیں نہیں، نہ سہی
میں رینگ رینگ کے یہ شب نہیں گزاروں گا

شکست سے مرا اخلاق اجنبی ہے ندیمؔ
سحر ملے نہ ملے، رات سے نہ ہاروں گا

۱۹۵۲ء

مری شکست

مجھے تسلسلِ لیل و نہار کی سوگند — بجھا نہیں ہے سرِ راہِ انتظار چراغ
گلوں میں لپٹی ہوئی یادِ یار کی سوگند — کھلا ہوا ہے ابھی تک مری شکست کا باغ

چھلک گیا ہے اگر فرطِ تشنگی سے ایاغ
اگر غبارِ سرِ راہ سے اٹا ہے دماغ!
تو اس غبار میں ہیں کتنی منزلوں کے سراغ
مجھے شباب کی اس یادگار کی سوگند

اسی شکستِ تمنا کے دم سے آج مجھے — دکھائی دیتے ہیں کتنے صنم چٹانوں میں
رہی عزیز کچھ ایسی جہاں کی لاج مجھے — کہ میں بھٹک نہ سکا تیرہ آسمانوں میں
کوئی گداز نہیں خلد کے فسانوں میں
مری بہشت ہے تنکوں کے آشیانوں میں
بڑا سرور ہے انسان کی داستانوں میں
لبھا سکا فقط انسان کا مزاج مجھے

JALALI BOOKS

میں تیرے جسم کی حدت ابھی نہیں بھولا
اسی کی آگ مرے شعلۂ حیات میں ہے
میں اپنے شوق کی شدت ابھی نہیں بھولا
وہ کیفیت تو عیاں میری بات بات میں ہے

مرا غرور ترے حسن کے ثبات میں ہے

تو میرے دل میں نہیں، ساری کائنات میں ہے

تو دن کی طرح نہاں اس اندھیری رات میں ہے

میں تیرے ذوق کی جدت ابھی نہیں بھولا

ترے لبوں کی نمی اور تری نظر کی کرن
مرے شعور میں تحلیل ہو کے پھول بنی
ہر اک جبیں کی جبیں پر تیرگی کی شکن
مرے لیے تو ترے گیسوؤں کا طول بنی

مری شکست، مری فتح کا رسول بنی

مری شکست، مرے راستے کی دھول بنی

مری شکست، تو ادراک کا اصول بنی

کلی کا خون ہوا اور سنور گیا ہے چمن

۱۹۵۲ء

غمِ وطن

میرا غم ، صرف مرا غم تو نہیں ، کم کیوں ہو
آدم اس دور میں بھی کشتۂ آدم کیوں ہو

آدمیّت ہی جب اس دور میں پامال ہوئی
اپنی اک ذات کے لُٹنے کا مجھے غم کیوں ہو

جس کے دانتوں میں مری قوم کے ریشے ہیں ابھی
وہی سفّاک مرے دیس کا ہمدم کیوں ہو

جب لنڈھانے پہ بھی بچتا ہی رہا بادۂ ناب
پھر مرے جامِ سفالیں میں بھرا سم کیوں ہو

اُس کے سائے میں جب انسان کو دم لینا ہے
خونِ انساں ہی میں ڈوبا ہُوا پرچم کیوں ہو

جس کے کانوں نے صدائیں جرسِ گل کی سُنیں
اُس کے ہونٹوں پہ فقط نوحہ و ماتم کیوں ہو

گود میں جس کی پلے وارث و خوشحال و لطیف
اُس کے بشرے پہ بھلا یاس کا عالم کیوں ہو

کٹ کے بھی جُھک نہ سکا جو سرِ پندارِ وطن
کِسی سُلطان کے دربار میں اب خم کیوں ہو

جب گُلوں تک کو خبر ہے کہ بہار آتی ہے
گلشنِ غیر سے دریوزۂ شبنم کیوں ہو

سینۂ شب میں دھڑکتا ہے دلِ صُبحِ جمال
لب ترے خشک ہوں کیوں، آنکھ تری نم کیوں ہو

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

مجھ کو ڈر ہے، تری آواز ہے بھرّائی ہوئی
حرّیت کا یہ ترانہ ہے تو مدھم کیوں ہو

جس کو تہذیب و تمدّن کا افق چھونا ہے
چند فرسنگ کی پرواز سے بے دم کیوں ہو

پیٹھ کا زخم نہیں ہے کہ ندامت ہو تجھے
زخم سینے کا ہے — شرمندۂ مرہم کیوں ہو

۱۹۵۲ء

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

صحافیوں کے نام

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

ہم قدم دوستو، ہم قلم ساتھیو، ہم سفر ہیں تمھارے ہم اہلِ قلم
حشر تک ذہن کی وسعتوں میں یونہی پھڑپھڑاتے رہو زندگی کا عَلَم

دوستو، تم وہی ہو کہ جن کے قلم کے اشارے پہ رقصاں ہے تاجِ شہی
ساتھیو، تم وہی ہو کہ ہیبت سے جن کی سرِ آمریت بھی رہتا ہے خم

ہم صفیرو، ہماری نظر میں بھی ہیں وہ گھروندے جو اُجڑے تو اُجڑے رہے
ہم جلیسو، ہمارے بھی دل خون ہیں، ہم نصیبو، ہماری بھی آنکھیں ہیں نم

ہم نے بھی فصلِ گل میں سرِ شاخ کتنے گلوں کے جنازوں کا ماتم کیا
ہم نے بھی اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ گلشن میں مالی بہت اور پانی ہے کم

تم ہو، یا ہم ہوں، یہ بات ہے مشترک، ہم کریں گے نہ ایماں کی سوداگری
بحر میں چاند بے شک نہاتا رہے، چاندنی تو نہ ہو گی سمندر میں ضم

تم نے خبریں لکھیں، ہم نے نظمیں کہیں، تم نے کلیاں چنیں، ہم نے گجرے بُنے
در حقیقت تمھارے، ہمارے قلم کر رہے ہیں تو اریخِ عالم رقم

ایک مقصد ہے جب، ایک منزل ہے جب، کیوں نہ مل کر بہم ہم قدم دوستو
یوں اٹھیں جیسے مشرق سے خورشید اور یوں چلیں، جنگ میں جیسے تیغِ دودم

آؤ انسان کی زندگی کو نکھاریں کہ انسانیت کو سہارا ملے
آج کل زندگی اک ستم ہی تو ہے، اس پر انسان کی بندگی کا ستم!

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

باوجودیکہ تم سب دل افگار ہو، تم صداقت کے آئینہ بردار ہو
تم نے تولا ہے قانون کو عدل میں، تم نے کھولا ہے خلقِ الٰہی کا بھرم

ہم کو سرمایہ داروں سے کیا واسطہ! آخر آگ اور پانی کا رشتہ ہی کیا
اہلِ دولت ہیں وہ، اہلِ دانش ہیں ہم، ان کو خود اپنا غم، ہم کو دنیا کا غم

اب قلم کا بھرم سخت دشوار ہے، دہر کو خود فریبی کا آزار ہے
سنگ سے تو تراشے ہی جاتے ہیں بُت، اب عقیدوں میں بھی ڈھل رہے ہیں صنم

جو کہو حق کہو، جو لکھو حق لکھو، مشعلِ آدمیت کو بجھنے نہ دو
اپنے جس ہاتھ میں تھامنے ہو قلم، تم کو اس ہاتھ کی آبرو کی قسم

۱۹۵۲ء

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

اُفق

وہ کوہسار کی چوٹی ہو یا خطِ صحرا
وہ شاخسار کی چٹکی ہوئی ہو چٹکتی کلی
کہ گلستاں میں بھڑکتی ہوئی چنار کی آگ
سمندروں کے دھندلکے ہوں یا اُبھرتی موج
ہرا ہرا سا جزیرہ ہو یا منارۂ نور
کسی کے کاکلِ عنبر فشاں کی لہریں ہوں
کہ زیرِ دامنِ رنگیں شباب کی محراب
وہ فلسفے کی گھٹا ہو کہ فن کے لالہ و گُل
وہ آدمی کی بقا ہو کہ ارتقائے حیات
فقط خیال ہو یا دائمی حقیقت ہو
اُفق وہی ہے جہاں آسماں زمیں سے ملے

۱۹۵۲ء

JALALI BOOKS

آخری کھنکتا گیت

شاہراہِ ہستی کے
موڑ کتنے بے ڈھب ہیں
اَن گنت عقیدے ہیں
بے شمار مذہب ہیں
اپنی اپنی چالیں ہیں
اپنے اپنے مشرب ہیں

ثبت دیکھتا ہُوں مَیں
پھُول پھُول پر مہریں
اِس گلاب پر مہریں
اُس ببول پر مہریں

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

جمتی برف پر مہریں
اُڑتی دھول پر مہریں

مَیں، کہ ایک شاعر ہُوں
پیار میرا مسلک ہے
میرے شعر کی پرواز
جانے کس اُفق تک ہے
میرا عشق بینا ہے
میرا ذوق زیرک ہے

ظلمتوں کی وادی سے
پھُول چُن کے دم لُوں گا
اے لبیط سنّاٹے!
تجھ کو دُھن کے دم لُوں گا
گیت بُن کے دم لُوں گا
گیت سُن کے دم لُوں گا

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

گیت حُسنِ انساں کے
چشمِ سُرمہ سا کے گیت
مرمریں ہتھیلی پر
سُرخیٔ حنا کے گیت
بکھرے بالوں میں
کھیلتی ہوا کے گیت

مسکراہٹوں کے گیت
آنسوؤں میں جو جھلکیں
گیت اُن ستاروں کے
عارضوں پہ جو ڈھلکیں
وہ ھلال سے ابرو!
وہ کمان سی پلکیں!

آخری کھنکتا گیت
حُسنِ آدمیّت کا

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

آدمی کے سینے میں
آدمی کی چاہت کا
شاخِ دل پہ گُل بن کر
ناچتی محبّت کا

۱۹۵۲ء

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

اِنسانیت

وہ اعتماد ہے مجھ کو سرشتِ انساں پر
کِسی بھی شہر میں جاؤں غریبِ شہر نہیں

یہی یقین ہے شیرازہ بندِ نسل و نسب
یہی یقین ہے میرا خلوص، میرا وقار
یہی یقین ہے میرا ادب، مِرا مذہب
یہی طلسمِ صبا ہے، یہی وُرودِ بہار

یہی یقین مرا شعر، میرا حُسنِ نظر
یہی یقین محبّت، یہی یقین جمال
اسی یقین سے تارے ہیں میری گردِ سفر
یہی یقین شعور و خرد کا اوجِ کمال

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

یہی یقین ہے امن و سکون و نغمہ و رنگ
یہی یقین صدائے اذاں، نوائے چنگ

یہی یقین کہ انسان کی جبلّت میں
بایں شکستہ دلی آشتی ہے، قہر نہیں
وہ اعتماد ہے مجھ کو سرشتِ انساں پر
کسی بھی شہر میں جاؤں، غریبِ شہر نہیں

۱۹۵۲ء

KUTUB KHANA.
JALALI BOOKS
JALALI

ٹھیکی

(ایک کسان عورت کا اپنے شوہر سے خطاب)

میرے بالوں میں سرسوں کے تارے
میرے ہاتھوں میں گندم کے خوشے
میری جھولی میں مکّی کے دانے
میرے دل میں محبّت کے توشے

تند جھونکے مرے ہم سفر ہیں
دھوپ میری سنہری سہیلی
کھیت میرے خیالوں کے آنگن
میں انہی میں پلی، ان میں کھیلی

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

میری آنکھوں میں تصویر تیری
میرے ہونٹوں پہ تیری کہانی
میری باتوں میں تیرے قصیدے
میرا پندار تیری جوانی

جھٹپٹے تک ابھی ہاتھ تیرے
ہل کی ہتھی سے ہٹنے نہ پائیں
مانگ کی طرح سیدھی سیاریں
ٹیڑھی لیکوں سے کٹنے نہ پائیں

میں یہاں ان چٹانوں پہ بیٹھی
تجھ کو دوہے سناتی رہوں گی
اپنی آواز کی تھپکیوں سے
ہاتھ تیرا بٹاتی رہوں گی

سیپیوں میں کسی جل پری نے
کتنی محنت سے آنسو چھپائے

ان دہکتے ہُوئے آنسوؤں سے
ایک ساحر نے موتی بنائے

جب سمندر میں طوفان آیا
سیپیاں ساحلوں کو سدھاریں
کیسا اندھیر ہے، آنسوؤں سے
تاجروں نے دکانیں نکھاریں

میرے پیارے! تری انگلیوں نے
کتنے دانوں سے دھرتی سجائی
اور دانوں کو سکّے بنا کر
تیرے مالک نے ڈفلی بجائی

جل پری ہو کہ دہقان میرا
لُٹ رہے ہیں، مگر کون جانے
آنسوؤں میں جہنّم چھُپے ہیں
گولیاں ہیں یہ گندم کے دانے

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

ہائے میں نے یہ کیا کہہ دیا ہے
کوئی سنتا نہ ہو میرا دوہا
آنسوؤں کی کہانی میں کیسے
چمچمانے لگا سُرخ لوہا!

۱۹۵۲ء

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

حسنِ تخلیق

تالاب کی سطح پر گرا اِک پتّا
اِک پل کو رُکا رہا کہ شاید شاخیں
ٹوٹے ہوئے زیور کے اٹھانے کو جھکیں

یا پیڑ کے عکس ہی کو رحم آجائے
گہنا ٹوٹے مگر نہ کھونے پائے

میدان کی سمت سے چلا اِک جھونکا
تالاب کو گُد گُدا کے اُس پار گیا
پتّے کے قدم اُکھڑ گئے، ہار گیا

آبی حلقوں میں جب اُلجھ کر لپکا
آنسو کی طرح اِک اور پتّہ ٹپکا

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

پت جھڑ کا طلسم بھی بالآخر ٹوٹا
ٹوٹے پتّے نگینے بن کر چھوٹے
پتّوں کی عبا پہن کے ننگے بُوٹے

تالاب کے آئینے میں یُوں لہرائے
جیسے وادی میں بادلوں کے سائے

پتّا پتّا پلٹ پلٹ کر آیا
تجدید کی چھلنی سے پیاپے چھن کر
تخلیق کے حُسن کا تسلسل بن کر

لوگ اس کو جو انقلاب کہتے ہیں کہیں
نیرنگیِ ارتقا سے غافل نہ رہیں

۱۹۵۲ء

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

سمت

شام ہاتھوں میں شعاعوں کے لیے انگارے
دُور پربت کے جھروکے میں نظر آتی ہے
ابنِ آدم کو اگر سمت کا احساس نہ ہو
ایک پل کو تو یہ سمجھے کہ سحر آتی ہے

وہی موہوم اُجالا، وہی لالی، وہی کیف
وہی اک گونج میں لپٹا ہُوا سناٹا ہے
کون جانے، کوئی ڈُوبا ہے کہ اب اُبھرے گا
کِس نے آغاز کیا، کِس نے سفر کاٹا ہے

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

شام کے بعد شعاعوں کے بُجھے انگارے
رُخِ گیتی پہ اُترنے لگے کاجل بن کر
صُبح ہوتی تو تجلّی کا اُمڈتا سیلاب
سنگ و آہن کی فصیلوں سے بھی آتا چھن کر

جھٹپٹا ہے یہ گجر دم کا دھندلکا تو نہیں
کور چشمی کا یہ الزام نہ اپنے سر لو
صُبح کے جشن کا انجام کہیں رات نہ ہو
تم جو چاہو تو ابھی سمت معیّن کر لو

۱۹۵۲ء

KUTUB KHANA.
JALALI BOOKS
JALALI

بہار اور مہکار

(چند زندانی دوستوں کی یاد میں)

(۱)

اُتر کر شاخِ گُل سے دامنِ گلچیں میں آئے ہیں
مگر یہ گُل ہیں یا ویرانیٔ گلشن کی تصویریں
یہ شبنم ہے کہ گلچیں نے گلوں پر خون چھڑکا ہے
کبھی آنکھوں میں کانٹے بن گئیں کاجل کی تحریریں
کسی کے بسترِ کمخواب پر لُٹ جائیں گی شب کو
عروسِ فصلِ گُل کے منتشر خوابوں کی تعبیریں

(۲)

خزاں کا رنگ فق ہے اس حقیقت کے تصوّر سے
بہاریں مٹ کے بھی مہکار کو مرنے نہیں دیتیں

جہاں سے شاخ ٹوٹی ہے وہیں سے شاخ پھوٹی ہے
نمو کی قوتیں اس زخم کو بھرنے نہیں دیتیں

یہی تخلیق کا اعجاز ہے، جس کے بھروسے پر
خزاں میں بھی چمن کو سینچنے کی رسم جاری ہے
نئی کلیوں کے اک انبوہ کی تمہیدِ رنگیں ہے
کلی جو شاخِ گل سے دستِ گلچیں نے اتاری ہے
گلستاں سے نکل کر کاکلوں میں جس نے دم توڑا
حقیقت میں وہ گل آئینۂ فصلِ بہاری ہے

مری ٹوٹی ہوئی کلیو! مرے اترے ہوئے پھولو!
تمھاری ہی مہک سے ذہنِ انساں تازہ دم ہوگا
کھلے گا پھول بن کر، لہلہائے گا چمن بن کر
تمھاری یاد میں اشکوں سے جو رخسار نم ہوگا

۱۹۵۲ء

زنداں

پسِ دیوار ہے اک اور بھی دیوارِ بلند
ایک دیوار کے پیچھے کئی دیواریں ہیں
یہ احاطوں میں احاطے، یہ فصیلیں، یہ حصار
وقت کی بات ہے سب وقت کی رفتاریں ہیں

حبس تاریخ کی اِک طرفہ روایت تو نہیں
یہ تو ہے عظمتِ آدم کا طرازِ عنواں
ایک تغییر کی تمہید ہے زنداں گردی
انہی ظلمات سے ہونا ہے طلوعِ انساں

ارتقا کا یہ چلن ہے کہ ہر انجام سے قبل
نئے آغاز کے رستے میں اُبھرتی ہے فصیل
انقلابات کی یلغار میں دب جاتی ہے
سطوتِ کوہِ ہمالہ ہو کہ طغیانیِ نیل

آج زنداں میں سہی، دست بہ زنجیر سہی
کل یہ میدان میں شمشیر بدست ابھریں گے
جس طرح تیر کمانوں سے نکل جاتے ہیں
یوں بیک جست فصیلوں سے یہ مست اُبھریں گے

دوستو ایک چھلاوے کے سوا کچھ بھی نہیں
یہ جو اُٹھتی ہوئی، تنتی ہوئی دیواریں ہیں
حرّیت کی یہ اسیری، یہ تشدّد کا فروغ
وقت کی بات ہے، سب وقت کی رفتاریں ہیں

سنٹرل جیل - لاہور ۱۹۵۱ء

نغمۂ انساں

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

اس خرابآباد میں مثلِ بہار آئیں گے ہم
بادہ ریز و رنگ بیز و نغمہ بار آئیں گے ہم
کوہساروں سے برنگِ آبشار آئیں گے ہم
اور میدانوں میں بن کر برگ و بار آئیں گے ہم
اوس کے پیکر میں آئیں گے چمن زاروں پہ ہم
برق کی صورت میں کوندیں گے جہانداروں پہ ہم

یہ عروسِ زندگی کی دلربائی ہم سے ہے
کارگاہِ زیست کی ہنگامہ زائی ہم سے ہے
جذبۂ تخلیق کی انجم رسائی ہم سے ہے
کبریائی ہم سے، شانِ کبریائی ہم سے ہے

ہم نہ ہوں تو اس طرح اُجڑے خدائی کا سہاگ
جس طرح خرمن میں بجلی، جس طرح جنگل میں آگ

ہم نے دھرتی کے کلیجے میں نمُو پیدا کیا
ہم نے مٹّی کے مرکّب سے سبُو پیدا کیا
خوشۂ انگور سے ہم نے لہُو پیدا کیا
ہم نے یہ ہنگامۂ زارِ رنگ و بُو پیدا کیا

گو عناصر چیختے، چلّاتے، غرّاتے رہے
ہم ضمیرِ زندگی میں جذب ہوجاتے رہے

ہم نے دھوئی چہرۂ آفاق سے گردِ ملال
پربتوں پر ہم نے ڈالے گھومتی راہوں کے جال
ہم نے صحراؤں کو بخشا سبزہ زاروں کا جمال
ہم نہ ہوتے تو کسے ہوتی بحر گردی کی مجال

ہم نے ناپیدا کرانی کے کنارے پا لیے
خاک کے ذرّوں کو یوں چھانا ستارے پا لیے

ہے ہجومِ رنگ اپنے جذبۂ یک رنگ میں
جس طرح نغمے دھڑکتے ہیں ضمیرِ چنگ میں
متفق ہیں آشتی میں، متحد ہیں جنگ میں
جنگ کیا ہے، آگ دوڑانا ضمیرِ سنگ میں

زندگی میں جوش ہے، جذبات میں آہنگ ہے
چہرۂ گیتی ہمارے پیار سے گُل رنگ ہے

ڈسٹرکٹ جیل کیمبل پور
ستمبر ۱۹۵۱ء

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

جرسِ کارواں

جرسِ کارواں کی موسیقی
کارواں کے خرام کی غمّاز
جرسِ کارواں کی خاموشی
کارواں کے قیام کی غمّاز
جرسِ کارواں کی نالہ زنی
سفرِ ناتمام کی غمّاز

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

نہ ترنّم مِلا، نہ سنّاٹا
نہ مقدّر میں نالۂ شب تھا
چند قزّاق جا رہے تھے کہیں
ہمصفیرو! یہ کارواں کب تھا

دل میں بوسیدہ لاش کی سی بساند
لب پہ گو احترامِ مذہب تھا
"زندگی! زندگی!" پکارتے تھے
مُردہ خوری قدیم مشرب تھا
ان کی آنکھوں میں پیاس جلتی تھی
ہم کو جس پہ گمان کو کب تھا

جرسِ کارواں کی دُھن کیسی
کارواں کا سراغ بھی تو ملے
جس کی خوشبو نشانِ منزل ہے
آرزوؤں کا وہ چمن تو کھلے

خامشی اِک طویل سوچ میں ہے
اُترے آتے ہیں برف کے گالے
چارسُو ٹوٹتے ہوئے تارے
ہر طرف عنکبوت کے جالے

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

ناگہاں خامشی میں لہر اُٹھی
نیند میں جیسے کوئی کچھ گا لے
جیسے اُمڈی ہوئی گھٹا میں ہلال
جیسے صحرا کی گود میں لالے

جس کارواں کے منتظرو!
چاپ قدموں کی سُن سکو تو سُنو
یہ کروڑوں نقوشِ پا، یہ گلاب
اپنی نظروں سے چُن سکو تو چُنو

کارخانوں میں ہونکتا فولاد
جوشِ تخلیق میں ہے شعلہ فشاں
کھیت، کانیں، کٹے ہُوئے کہسار
ہاں یہی تو ہیں کارواں کے نشاں
وہ اسی راستے سے گزرے ہیں
جن کی جانب ہے اِک جہاں نگراں

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

ان کے دم سے زمیں کا ذوقِ نمو
ان کے دم سے حیات زمزمہ خواں
ان کی تخلیق محورِ تہذیب
ان کی محنت سے زندگی آساں
ان کا ماضی ہے ظلمت آلودہ
اور مستقبل آفتابِ جواں

رہزنوں کا حصار ٹوٹ چکا
اہتمامِ سفر کرو، تو چلیں
خون کی خوفناک دلدل سے
ہمصفیرو، ابھر چلو، تو چلیں
جرسِ کارواں کے منتظرو
چاپ قدموں کی سن سکو، تو چلیں

۱۹۵۱ء

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

فنونِ لطیفہ

یہ رقص و نغمہ، یہ شعر و ادب، یہ حکمت و فن
حیات کُش ہیں، نہیں ہیں اگر حیات آموز
فقط فسونِ تصوّر، فقط طلسمِ خیال
یہ آسماں کے ستارے نہیں زمیں افروز
نکل کے دُھند سے جو کہر میں اُتر جائے
اس آفتاب کے طالب نہیں مرے شب و روز

وہی کرن ہے کرن ارتقا کی نظروں میں
جو گھُل کے ریشۂ گُل میں نفوذ کر جائے
جو رنگ بن کے سما جائے بند کلیوں میں
جو آگ بن کے رگِ سنگ میں اُتر جائے
جو آبجو پہ گرے عکس بن کے تاروں کا
جو اوس بن کے لبِ آبجُو بکھر جائے

سنٹرل جیل۔ لاہور

جولائی ۱۹۵۱ء

JALALI BOOKS

آخری فیصلہ

میری معصوم بیٹی کا اُجلا تبسّم
جیسے شبنم کے قطرے میں خورشید کا اوّلیں لمس گھُل جائے !
میری بہنوں کی آنکھوں میں پاکیزگی کی چمک
جیسے برفوں سے آراستہ پربتوں پہ ستارے اُتر آئیں !
میری بیوی کے چہرے پہ تخلیق کے ولولے، پرورش کے عزائم
جیسے دھرتی کے شاداب سینے پہ گندم کے اکھوے !
میرے بھائی کے ہاتھوں کی مانوس گرمی
جیسے سرما کی بھیگی ہُوئی صُبح میں دُھوپ مل جائے
میری ماں کا بڑھاپا خلوص اور محبّت کا بارِ امانت اُٹھائے ہُوئے
ڈُوبتے چاند کی چاندنی، سُوکھتے گلشنوں کا تعطّر !
میرے ابّا کی تُربت پشاور میں ڈوبی ہُوئی

جیسے اُمڈے ہُوئے بادلوں میں نہاں مہرِ تاباں!
میرے احباب کی دندناتی ہُوئی محفلیں
جیسے دریا چٹانوں سے ٹکرا کے ہٹتے ہُوئے، گھوم جاتے ہُوئے، گنگناتے ہُوئے

میرا فن، میری انسانیت، میری تہذیب، میرا تمدن، مری زندگی، میری دُنیا
ہیں ان کی بہار آفرینی کا اک خود نگر پاسباں ہوں
خزاں ان کی جانب ہزار اپنے پنجر کا سایہ گرائے
مگر ان میں کلیاں چٹکتی رہیں گی، شگوفے نکلتے رہیں گے، خیاباں مہکتے رہیں گے
کہ آج ایک انساں کا دل ساری انسانیت کا حرم ہے
آج دُنیا میں جتنے بھی انسان ہیں — ایک انسان ہیں
آج ایک آدمی آدمیت مجسّم ہے
اور آدمیت کا یہ آخری فیصلہ ہے —
کہ ہم اپنی دُنیا کو ویران ہونے نہ دیں گے
ہم نئی جنگِ عالم کا اعلان ہونے نہ دیں گے

۱۹۵۰ء

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

ترقّی پسند مصنّفین

غبارِ راہ سہی ہم نشانِ راہ بھی ہیں
جہاں گزیدہ بھی ہیں اور جہاں پناہ بھی ہیں

یہ سب درست کہ معتوب بھی، تباہ بھی ہیں
شبِ سیاہِ جہاں میں نویدِ ماہ بھی ہیں

عوام دوست ہیں، یعنی گناہ گار ہیں ہم
مؤرخوں سے مگر اس کے دادخواہ بھی ہیں

لبوں پہ گیت تو ہاتھوں میں ہے عنانِ حیات
کہ ہم تمدّن و تہذیب کی سپاہ بھی ہیں

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

نجومیوں نے چمک سے فریب کھایا ہے
خلا میں چند ستارے ابھی سیاہ بھی ہیں

یہ انقلاب کی ہے اوّلیں جھلک، کہ ندیمؔ
ہماری کھوج میں شاہانِ کج کلاہ بھی ہیں

☆

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

ادب و سیاست

اگر لاشوں کے قتلوں کی تجارت ہی سیاست ہے
اگر دستورِ آدم انگنی جزوِ ریاست ہے
اگر افرنگ کی حلقہ بگوشی اب بھی جائز ہے
اگر انسان کی انساں فروشی اب بھی جائز ہے
اگر آزاد رہنے کی تمنا جرم ہے اب بھی
اگر انصاف کرنے کا تقاضا جرم ہے اب بھی
اگر روٹی طلب کرنا جہالت ہے، بغاوت ہے
توکّل کا عقیدہ ہی اگر محنت کی اُجرت ہے
اگر علم و ادب پر ایک طبقے کا اجارہ ہے
اگر دانشوروں کو فن پہ پابندی گوارا ہے

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

تو میں ایسی سیاست پر فدا ہونے سے باز آیا
محبّت میری فطرت، آدمیت میرا سرمایہ

مرے پیشِ نظر رعنائی و امن و جوانی ہے
مرے مدِّ نظر انساں کا حُسنِ جاودانی ہے
مشینوں کا دھواں اُجرت نہیں ہے جاں سپاری کی
مرصّع گالیاں قیمت نہیں خدمت گزاری کی
مجھے محنت کشوں کو دہر کا آقا بنانا ہے
مجھے تخلیق کو خالق کے پہلو میں بٹھانا ہے
مجھے ماؤں کو فقر و فاقہ سے آزاد کرنا ہے
مجھے بچّوں کے چہروں میں گلابی رنگ بھرنا ہے
محبّت چاہیے مجھ کو، صباحت چاہیے مجھ کو
بغاوت ہے اگر یہ، تو بغاوت چاہیے مجھ کو

یہی میرا ادب ہے، اور یہی میری سیاست ہے
مرے جمہور ہی سے میری فن کاری عبارت ہے
مرے جمہور، جن کے خون سے ایوان سجتے ہیں
انھی کی چاپ سے اب آمروں کے کان بجتے ہیں

وہ اُٹھے قافلہ در قافلہ پُورب سے پچھّم سے
وہ لپکے کارواں در کارواں اقصائے عالم سے
مِلوں سے، مرغزاروں سے، بنوں سے، کوہساروں سے
دکانوں سے، گھروں سے، علم و دانش کے اداروں سے

خلش ان کے دلوں میں اجتہاد ان کی نگاہوں میں
بچھی جاتی ہیں جمہوری روایات ان کی راہوں میں
مزاج ان کی عظمت کا جب استقبال کرتا ہے
تو استحصال مجھ پر کفر کا الزام دھرتا ہے

اگر یہ کفر ہے، اس کفر کو ایماں بناؤں گا
مگر دم ظلمتِ شب کے ترانے میں نہ گاؤں گا

۱۹۵۰ء

JALALI BOOKS
JALALI

اِنسان عظیم ہے!

اس نے تجھے عرش سے بُلایا
انسان عظیم ہے خُدایا!

تو بسترِ کہکشاں پہ لیٹا تاروں کو بنا رہا تھا راہیں
اس خاک کے تودۂ رواں پر پڑتی ہی نہ تھیں تری نگاہیں

وہ تجھ کو زمیں پہ کھینچ لایا
اِنسان عظیم ہے خُدایا!

تو نور ہی نور بن رہا تھا وہ خاک ہی خاک چھانتا تھا
آنکھیں تھیں تری جھلک سے محروم لیکن تجھے دل سے مانتا تھا

اب چھونے لگا ہے تیرا سایہ
اِنسان عظیم ہے خُدایا!

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

تُو سنگ ہے اور وہ شرر ہے — تُو آگ ہے اور وہ اُجالا
تُو نم ہے، نمو کا پاسباں وہ — تُو دشت ہے، وہ چراغِ لالہ

اس نے ہی تجھے حسیں بنایا
اِنساں عظیم ہے خدایا!

تُو عینِ حیات ہے، مگر وہ — تزئینِ حیات کر رہا ہے
اس پہ ہے غلط فنا کا الزام — سامانِ ثبات کر رہا ہے

اب جینے کا ڈھب سمجھ میں آیا
اِنساں عظیم ہے خدایا!

تُو وقت ہے، رَو ہے، بقا ہے — وہ حُسن ہے، رنگ ہے، صدا ہے
تُو جیسا ازل میں تھا سو اب ہے — وہ ایک مسلسل ارتقا ہے

ہر شے کی پلٹ رہا ہے کایا
انساں عظیم ہے خدایا!

اگست ١٦٥٠ء

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

سفر جاری ہے

کنارِ آبِ رواں شبنمی شگوفوں میں
جہانِ رنگ شعاعوں کے انتظار میں ہے
ندی کی نرم روی میں نجوم اُونگھتے ہیں
اداس چاند نہاں نُور کے غبار میں ہے
سحر کا ہے یہ تقاضا کہ آفتاب اُبھرے
یہ جگنوؤں کا اک انبوہ کس شمار میں ہے

یہیں رُکیں کہ چلیں، کچھ بڑھیں کہ سستا لیں
تھپک رہی ہیں ہوائیں، اُفق بُلاتا ہے
سحر تو آئے گی، آتی رہے گی، دم لے لیں
دلوں میں کوئی مگر چٹکیاں بجاتا ہے

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS

فضائے شب تو بہت خوابناک ہے لیکن
افق خود اُٹھ کے بھلا کس کے پاس آتا ہے

وہ ایک پل جو تجلّی سے ہم کنار ہُوا
ہماری تیز روی کا ہے ایک اجرِ عظیم
یہاں خرام ہوائیں رواں ہیں سنّاٹے
وہاں اُفق پہ مگر گیت گا رہی ہے نسیم
وہ صُبح طنز ہے اپنی شکستہ پائی پر
گرے جو پیرہنِ وقت سے ڈھلک کے ندیم

۱۹۵۰ء

JALALI BOOKS

پرانی جھنکار

جام کھنکے ہیں کہ زنجیر میں جھنکار ہوئی
جام لینا۔ کہ یہ جھنکار تو مانوس سی ہے
زندگی آئی تو ہے غازہ بہ رُخ، زلف بدوش
لیکن انداز یہ کہتے ہیں کہ مایوس سی ہے

افق اب تک شفق آلود نظر آتا ہے
دوستو! یہ کہیں گردِ رہِ خورشید نہ ہو
جو ستارہ ابھی نکلا ہے، ابھی ٹوٹا ہے
میرے ڈھلکے ہوئے آنسو ہی کی تائید نہ ہو

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

یہ جو زنجیر کی جھنکار سُنی تھی ہم نے
اسی جھنکار سے مسحُور تھے اجداد اپنے
اپنی تاریخ یہی تھی، یہی ماضی اپنا
اسی چھن چھن سے گھروندے رہے آباد اپنے

دائرے راہ میں منزل نہیں آنے دیتے
دائروں سے فقط اطفال بہل سکتے ہیں
دائروں کا ہے یہ ادنیٰ سا تمسخر ورنہ
پاؤں کیوں توڑ کے بیٹھے ہیں جو چل سکتے ہیں

پھر پلٹ کر اسی منزل کی طرف کیوں جائیں
جس میں زنجیر کی جھنکار سُنائی دی تھی
جام اِک بار ہی کھنکے، مگر اُس وقت مجھے
وہی جھنکار کئی بار سُنائی دی تھی

یہ کڑے کوس جو تا حدِّ نظر پھیلے ہیں
اِک تصوّر سے فقط طے نہیں ہونے پاتے

KATAB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

شاخِ انگور پہ اُمڈے ہُوئے لرزاں خوشے
آپ ہی آپ کبھی مے نہیں ہونے پاتے

دوستو! رختِ سفر باندھ کے لپکو، کہ یہاں
جو پڑاؤ کے لیے رُکتے ہیں رُک جاتے ہیں
نخل جو دھوپ سے بچ کر کوئی سایہ ڈھونڈیں
خوب اُبھرنے نہیں پاتے ہیں کہ جھک جاتے ہیں

نومبر ۱۹۵۰ء

JALALI BOOKS

درانتی

چمک رہے ہیں درانتی کے تیز دندانے
خمیدہ ہل کی یہ الھڑ، جوان نورِ نظر
سنہری فصل میں جس وقت غوطہ زن ہو گی
تو ایک گیت چھڑے گا مسلسل اور دراز
ندیم ازل سے ہے تخلیق کا یہی انداز
ستارے بوئے گئے آفتاب کاٹے گئے

ہم آفتاب ضمیرِ جہاں میں بوئیں گے
تو ایک روز عظیم انقلاب کاٹیں گے
ہم انقلاب ضمیرِ جہاں میں بوئیں گے
زمیں پہ خلدِ بریں کا جواب کاٹیں گے

کوئی بتائے زمیں کے اجارہ داروں کو
بُلا رہے ہیں جو گزُری ہُوئی بہاروں کو
کہ آج بھی تو اسی شانِ بے نیازی سے
چمک رہے ہیں درانتی کے تیز دندانے
سنہری فصل تک اس کی چمک نہیں موقوف
کہ اب نظامِ کہن بھی اسی کی زد میں ہے
خمیدہ ہل کی یہ الھڑ جوان نورِ نظر
جب اس نظام میں لہرا کے غوطہ زن ہوگی
تو ایک گیت چھڑے گا — مسلسل اور دراز

ندیم! ازل سے ہے تخلیق کا یہی انداز
ستارے بوئے گئے، آفتاب کاٹے گئے

اگست ۱۹۵۰ء

موضوع

فن بڑی چیز ہے ، تخلیق بڑی نعمت ہے
حسن کاری کوئی الزام نہیں ہے اے دوست
ہے مرے مدِّ نظر آج بھی تخلیقِ جمال
گیسوئے شب میں اُلجھتے ہُوئے تاروں کے خیال
وہ جوانی کے گلابوں سے مہکتے ہُوئے جسم
پھیلتی باہوں میں مدہوش ، لپکتے ہُوئے جسم
کنجِ گلشن کی خموشی میں امنگوں کے ہجوم
صندلی رُخ پہ بدلتے ہُوئے رنگوں کے ہجوم
پیار کی پیاس میں کھلتے ہُوئے ہونٹوں کی پکار
آنکھوں آنکھوں میں لگن کا مترنّم اظہار

فن کی تعمیر ہوئی ہے انہی ایوانوں میں
یہی مقبول تھے ماضی کے غزل خوانوں میں
انہی کلیوں سے کھلائے گئے گلزار اب تک
انہی شمعوں سے اُجالے گئے دربار اب تک
انہی جھونکوں سے روایات میں باقی ہے حیات
منعکس ہے انہی آئینوں میں انساں کا ثبات

مَیں اگر ان سے الگ بات کروں تو در اصل
یہ فقط گردشِ ایّام نہیں ہے اے دوست
حُسن بیٹھا ہے سرِ راہ بھکاری بن کر
میرا اندازِ نظر خام نہیں ہے اے دوست
چند اڑتے ہوئے لمحوں کی حسیں عکاسی
میرے فن کا تو یہ انجام نہیں ہے، اے دوست
پہلے مَیں ماہیتِ حُسن تو پا لوں، ورنہ
حُسن کاری کوئی الزام نہیں ہے، اے دوست

جن کی تخلیق سے ہے حُسن کی قدروں میں دوام
ان کے ہاتھوں کی خراشیں تو مٹا لوں پہلے

جن کی محنت سے عبارت ہے جمالِ عالم
ان کو آئینہ دکھانا بھی تو فن کاری ہے
ان کی آنکھوں میں جو شعلہ سا لرز اُٹھتا ہے
اس کا احساس دلانا بھی تو فن کاری ہے
اہلِ ثروت نے عقابوں کا بھرا ہے بہروپ
بھولی چڑیوں کو جگانا بھی تو فن کاری ہے
کھیت آباد ہیں، دیہات ہیں اُجڑے اُجڑے
اس تفاوت کو مٹانا بھی تو فن کاری ہے

لب و رخسار کو موضوعِ سخن ٹھہرا لوں
لیکن اس رنگ کا ماحول تو پا لوں پہلے
گن تو سکتا ہوں میں پیچ و خمِ کاکل، لیکن
ذہن سے بارِ سلاسل تو ہٹا لوں پہلے
جن کی تخلیق سے فن کار سبق لیتا ہے
ان کے ہاتھوں کی خراشیں تو مٹا لوں پہلے

۱۹۵۰ء

طیورِ آوارہ

خورشید کی شعاعوں میں اک لرزشِ خفی
کہتی ہے — سیلِ نور ہمارے جلو میں ہے

شبنم یہ کہہ کے صحنِ گلستاں سے اُڑ گئی
میں کیسے تھم سکوں کہ ہر اک چیز رَو میں ہے

بھڑکے تو کائنات کے گوشے چمک اُٹھیں
وہ خواب جو چراغِ حقیقت کی لَو میں ہے

وجدان کی اُڑان میں اب تک نہ مل سکی
وہ تابشِ حیات جو اِک مشتِ جَو میں ہے

جینے میں اِک تڑپ ہو تو مرنے میں اِک وقار
انسان کا نکھار اسی رقصِ نَو میں ہے

۱۹۵۰ء

KUTUB KHANA.
JALALI BOOKS
JALALI

نیا ایشیا

(ظلم کے خلاف لڑنے والے فن کاروں کے نام)

۷۔ فروری ۱۹۳۱ء کو چین میں چیانگ کائی شیک کی حکومت نے چھ نوجوان ترقی پسند ادیبوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا تھا۔

۷۔ فروری ۱۹۴۹ء کو انجمن ترقی پسند مصنّفین لاہور نے ان چھ فن کاروں کی یاد میں ایک خاص اجلاس منعقد کیا۔ یہ نظم اسی موقع پر لکھی اور پڑھی گئی:

JALALI BOOKS

زندگی کے ہیولے بناتا رہا ایشیا
زندگی سے بہت دُور جاتا رہا ایشیا
ایشیا ایک ایسا کھلونا رہا جس میں یورپ سدا کُوک بھرتا رہا
ایشیا کے ذخیروں میں غلّے کے بدلے فرنگی سدا بھُوک بھرتا رہا
ایشیا ایشیائی کے ہاتھوں سے پیہم نکلتا رہا
ایشیا ایک ایسے خطرناک سانچے میں ڈھلتا رہا

جس میں مفلس کی پرچھائیں دھجّی سی بن کر لٹکنے لگے
جس میں مجبور کی آہ کانٹا سا بن کر اٹکنے لگے

جس میں دہقان جائے تو اپنے لہو سے گلستانِ شاہی سجاتا پھرے
جو بھی انسان جائے وہ انسانیت کی ہزیمت کا پرچم اُڑاتا پھرے

جس میں بچّے کی چیخیں کھنکنے لگیں
جس میں عورت کی آہیں چھنکنے لگیں
جس میں بیوہ کے آنسو نگینے بنیں
جس میں عصمت کے ملبے دفینے بنیں

جس میں نمرود جھانکے تو عود اور عنبر کی خوشبو کا سیلاب گانے لگے
جس کو مزدور چھو لے تو کژدم اٹھیں اور اژدر کی پھنکار آنے لگے

ایشیا اِک نہایت خطرناک سانچے میں ڈھلتا رہا
ایشیا ایشیائی کے ہاتھوں سے پیہم نکلتا رہا

کون جانے، سیاست بہ ایں دعویٔ ارتقا کتنے پانی میں ہے
کون جانے کہ وقت آج ساکن ہے یا حسبِ عادت روانی
میں ہے!

کون جانے کہ انسان اپنی طہارت کو محکوم رہ کر بھی کھوتا نہیں

کون جانے کہ آدم مظالم کے پاٹوں میں پس کر بھی نابود ہوتا نہیں

کون جانے کہ جب شاخ پر برف جمتی ہے، کونپل کی تخلیق
رُکتی نہیں

کون جانے کہ بہتے ہُوئے پانیوں میں کرن ٹوٹ سکتی ہے،
جُھکتی نہیں

کون جانے، کہ اُجڑی ہُوئی وادیاں کن بہاروں کو تکتی ہیں شام و سحر

کون جانے سپاٹ آسمانوں پہ رہتی ہے کیوں تشنہ لب گلشنوں کی نظر

کون جانے، تضاد ایک دیرینہ دستور ہے

کون جانے، کہ ہر تیرگی میں نہاں نُور ہے

کون جانے، شرفِ آدمیت کا فانی نہیں

کون جانے کہ یہ بیش قیمت صداقت کہانی نہیں

کون جانے کہ راتوں کے دامن میں جو ظلمتیں ہیں، ستاروں سے لبریز ہیں

کون جانے کہ سیلاب کی راہ میں سر برآوردہ کہسار مہمیز ہیں

کون جانے کہ طوفاں کی آغوش میں جتنے کانٹے ہیں اتنی ہی
کلیاں بھی ہیں

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

کون جانے، مؤرّخ کی نظروں میں اس وقت محلوں کے ہمراہ گلیاں بھی ہیں
کون جانے کہ بھوبھل کی چنگاریاں اِک فلک رس الاؤ کی غمّاز ہیں
کون جانے کہ جمہور کی میّتیں ماضی و حال میں محوِ پرواز ہیں

یہ وہی جانتے ہیں جو احساس کی نرم پوروں سے چھُوتے ہیں نبضِ جہاں
یہ وہی جانتے ہیں جو بھولے نہیں آدمی زار میں آدمی کا نشاں
یہ وہی لوگ ہیں جن کو سکّوں کی جھنکار ڈستی نہیں
یہ وہ انسان ہیں جن کی انسانیت اتنی سستی نہیں
یہ وہی "لاابالی" ہیں جن کی خموشی میں پوشیدہ چیخوں کا طوفان ہے
یہ وہی "سرپھرے" ہیں جنھیں اب بھی انسان کی سرفرازی پہ ایمان ہے

یہ وہی ہیں جنھیں تیز آنکھوں میں پالا گیا
یہ وہی ہیں جنھیں بھٹیوں میں اُچھالا گیا
یہ وہی ہیں جو شاہوں کو نوکِ قلم سے پچھاڑا کیے
یہ وہی ہیں جو فغفور و خاقان تک کو لتاڑا کیے
یہ وہی ہیں کہ جن کا لہو مشعلیں بن کے ہر دیس میں جگمگاتا رہا

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

یہ وہی ہیں کہ جن کا جنازہ نشانِ سفر بن کے رستہ دکھاتا رہا

یہ وہ سردار ہیں جن کے ہاتھوں میں باگیں ہیں ایام کی

یہ وہ سرکش ہیں جن کو ستاتی نہیں فکر انجام کی

یہ وہی ہیں جنھیں سربلندوں کا معتوب ہونا پڑا

یہ وہی ہیں جنھیں ہر زمانے میں مصلوب ہونا پڑا

یہ وہی لوگ ہیں جن کی ہیبت سے رُوحِ زمانہ لچکتی بھی ہے اور دھڑکتی بھی ہے

یہ وہی لوگ ہیں جن کی تحریر میں زندگی لہلہاتی بھی ہے اور بھڑکتی بھی ہے

چند ایسے ہی فن کار تھے جن کے ہونٹوں پہ تاریخ کی گرد جمنے نہ پائی کبھی

ان کے سینوں سے جو دھار پھوٹی لہو کی وہ یَنگ سی کی مانند تھمنے نہ پائی کبھی

یہ وہ اہلِ قلم تھے کہ جن کا تھا معیارِ فن زندگی کی نمائندگی

ظلمتوں کے جگر سے جنھوں نے نچوڑی تھی اِک غیر فانی درخشندگی

یہ وہی تھے جنھوں نے گراں مایہ جمہوریت کو نہ بیچا کسی اجنبی ہات میں

یہ وہی تھے جو مینارِ انوار بن کر چمکتے رہے ایک لمبی سیہ رات میں

یہ وہی تھے جو یورپ کے سوداگروں کو ڈپٹتے رہے ۔

"ہم نہ بیچیں گے بھولے سے بھی آبروئے وطن

گنگناتی ہوئی ندیاں ہیں ہماری، ہماری ہیں یہ لہلہاتی ہوئی

کھیتیاں مسکراتے چمن

زرد مٹی کا ایک ایک دانہ ہمارا ہے، ہم چینیوں کا خزینہ ہے یہ

چاولوں کے اس انبار کو چھوڑ دو، ہم کسانوں کا جلتا پسینہ ہے یہ

ہم کروڑوں کی محنت کو کیوں چند لوگوں کی جھولی میں ڈالیں بھلا

ہم غلامی کے اک نقرئی رُوپ کا راستہ کیوں نکالیں بھلا

قلبِ جمہور کو بھوُن کر ایک آمر ضیافت اڑاتا پھرے!

اور فن کار خوابوں کے اُلجھے ہوئے تانے بانے بناتا پھرے!

آدمیت امانت ہے فن کار کی، اور دیانت کا ہے دوسرا نام فن

اور ہمارے دلوں کو ہے اس فن کی تابندگی و درخشندگی کی لگن

ہم نے اک عزم سے اپنے ملبے سے خود اپنی تعمیر کی

جانے کس زعم میں تم سُناتے ہو جھنکار زنجیر کی!"

یہ وہ آواز تھی جس کو پیہم دبایا گیا

یہ وہی آگ تھی جس کو صدیوں بجھایا گیا
یہ وہی سیل تھا جس کے رستے میں کہسار حائل ہوئے
یہ وہی پھول تھا جس کی پوجا پہ گلزار مائل ہوئے
زندگی چار سُو پھڑپھڑانے لگی
آدمیّت معاً مُسکرانے لگی
خود شناسی کا سیلاب اس زور سے چین کی سرزمیں پر مچلنے لگا
جیسے اِک منجمد اور ساکن سمندر اچانک دہک کر اُبلنے لگا
ہل کی مٹھّی پہ جو ہاتھ جمتے رہے یُوں بڑھے جیسے تارے اُڑا لائیں گے
گرد آلود پاؤں اُٹھے اس طرح جیسے دھرتی کو ہموار کر جائیں گے
اس تغیّر کو تاریخ داں کی زباں میں بغاوت کہیں
یا ستم خوردہ انسانیت کی زباں میں طہارت کہیں
یہ اسی آواز کا ایک اعجاز تھا جس کو پیہم دبایا گیا
یہ اسی آگ کا ایک انداز تھا جس کو صدیوں بجھایا گیا
آمریت طہارت کی بدخواہ ہے، آمریت کو طیش آ گیا
یہ وہ نعرہ تھا جو گُونج کر اجنبی زر پرستوں کو چکرا گیا
چھ ادیبوں کو شنگھائی میں ٹھوکروں سے اچھالا گیا

JALALI BOOKS

فن کی بھڑکی ہُوئی آگ پر خُونِ فن کار ڈالا گیا

جو زبانیں کہ اعلانِ حق میں کٹیں ، احتجاجِ مسلسل بنیں ایک دن
جو کراہیں گلے میں دبا دی گئیں، آسماں پوش بادل بنیں ایک دن
جو ترانہ کہ تلوار کے وار سے بیچ میں کٹ گیا، اِک سبق بن گیا
خون جو جذب ہوتا رہا خاک میں، صُبحِ نو کے اُفق کی شفق بن گیا
نوجواں فن طرازوں کی لاشوں سے پھُوٹی وہ کونپل جو اَب ایک گلزار ہے
یہ تعطّر جو اٹھکیلیاں کر رہا ہے، اسی گُل کدے ہی کی مہکار ہے
برِّ اعظم کے فرمانروا اب سمٹ کر جزیروں کو آباد کرنے لگے
جو کروڑوں کی فریاد سے بے خبر تھے، زمانے سے فریاد کرنے لگے
یہ انھی چھ ادیبوں کا فیضان ہے
چین کے ذرّے ذرّے میں ہیجان ہے
یہ وہ ہیجان ہے جو گجر دم ستاروں میں دیکھا گیا
جو بہاروں سے پہلے اُبھرتے نظاروں میں دیکھا گیا
خونِ ناحق سدا رنگ لاتا رہا
گو مؤرخ اسے بھول جاتا رہا

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

خون اور وہ بھی مخلص قلم کار کا، حُریت کے صحیفے کا عنوان ہے
خون فن کار کا اصل میں اُمتوں کے شگفتہ مقدّر کی پہچان ہے
جس شہادت کا انجام ہے زندگی
اس کا دُوسرا نام ہے زندگی

اے مرے ہم نصیبو، مرے ساتھیو، اے مرے دوستو، اے مرے ہم صفیرو، اُٹھو
اے روایات محکومیت کے روپہلی مگر ٹوٹے پھوٹے قفس کے اسیرو، اُٹھو
دیکھو دیکھو، ہری ڈالیوں پر چمکتے ہیں پھولوں کے تارے، اُٹھو
دیکھو دیکھو، ہرن ہر طرف دشت میں بھر رہے ہیں طرارے، اُٹھو
دیکھو دیکھو، وہ خورشید افق پر ٹھٹک کر خدا جانے کیوں مُسکرانے لگا
دیکھو دیکھو، سنہری دھندلکا بہت دُور ہٹ کر ہمیں کو بُلانے لگا
ہم مساوات کے جب علمدار ہیں، کیوں وہی ہیں نشیبِ فرازِ جہاں
جب ہمیں آشیاں کی بنا ڈالتے ہیں، ہمیں سے گریزاں ہے کیوں آشیاں
جب ادب زندگی کا اِک آئینہ ہے تو یہ آئینہ ہر آدمی کو دکھاتے چلو
جب کوئی نقشِ باطل نظر آئے تم کو، تو اس کو خود اپنے لہو سے مٹاتے چلو

خونِ فن کار پھولوں سے بڑھ کر حسیں اور بہاروں سے بڑھ کر
نعطر فشاں

خونِ فن کار میں ہیں تمام آدمیت کی سب نودمیدہ اُمنگیں رواں
اے رفیقو، تمھی سے فنا گاہِ عالم میں رنگ دوام آئے گا
اب تمھارے لہو کا جو قطرہ گرے گا وہ نسلوں کے کام آئے گا

پھر افق کی کماں میں تناؤ سا ہے
قلبِ انساں میں پھر ایک گھاؤ سا ہے

اب شبا منتظر ہے کہ انسانیت اس کے زخموں میں گانے لگے،
چھچھانے لگے
آؤ آؤ، قدم یوں اٹھاؤ، کہ لاکھوں کروڑوں شہیدوں کی
محنت ٹھکانے لگے!

۱۹۴۹ء

مَیں تمھارا ہُوں

تم کہاں ہو؟

کہاں ہو مرے ساتھیو؟

مَیں محبّت کی ناکامیوں کے دُھندلکوں میں لپٹا ہُوا

اُس بلندی پہ آکر کھڑا ہُوں جہاں

زندگی اوس کا ایک موتی ہے

جس کے لیے لمس بھی موت ہے

آگہی پھُول کی ایک نازک سی پتّی ہے

جس کے لیے زندگی بار ہے!

حُسن خوشبُو کا جھونکا ہے
اُڑتے ہُوئے وقت کے بازوؤں سے لپٹتا ہُوا!
عِشق پرواز کے رُوپ میں ایک افتاد ہے!
کائنات اِک کھلونا ہے
جو گھُومتے گھُومتے تھک چکا، ختم چکا ہے!
جدھر دیکھتا ہُوں، فضا ہے، خلا ہے
فضا کا سکوتِ مسلسل صدا بن رہا ہے
خلا کا پُراسرار سنّاٹا بانگِ درا بن رہا ہے
مگر سمت اُس کی معیّن نہیں
تم کہاں ہو، کہاں ہو مرے ساتھیو
تم صدا دو، صدا دو مرے ساتھیو
میں اکیلا ہُوں
گُم کردہ رہ ہُوں
بچاؤ مجھے
آج اُس زندگی کے مناظر دکھاؤ مجھے

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

جس میں مزدور کی ضرب شعلے اُگاتی ہے
پتھر کو سونا بناتی ہے
اور ایک خاموش فریاد بن کر
مؤرخ کی تحریر میں ڈوب جاتی ہے
(اور ارتقا کے دریچے میں نورِ سحر کی طرح جھلملاتی ہے)

آؤ مرے ساتھیو!
مجھ کو کھیتوں میں لے جاؤ
دہقاں جہاں زندگی کاشت کرتے ہیں
چپ چاپ مرتے ہیں
اوراقِ تاریخ پر دھول بن کر اُترتے ہیں
(ادراکِ انساں کے صحراؤں پر پھول بن کر اُترتے ہیں)
مجھ کو بچاؤ مرے ساتھیو
مجھ کو زخموں کی دُنیا میں لے جاؤ
ننھے فرشتوں کی لاشوں کے انبار میں
بیٹیوں اور بہنوں کے بازار میں

اُن دیاروں میں

جن کی چمک عارضوں سے نچوڑی گئی

جن میں فرعون و ہامان بستے ہیں

انسان کے بھیس میں چند شیطان بستے ہیں

دانتوں میں انسانیت کا کلیجہ دبائے ہُوئے

اپنے چہروں پہ ماحول و مذہب کا غازہ لگائے ہُوئے

زندگی جس جگہ اِک مسلسل مشقت ہے

اور آگہی ایک کانٹا ہے

جو ہڈیوں میں اُترتا چلا جا رہا ہے

مگر ٹوٹتا ہی نہیں!

اے مرے ساتھیو

مجھ کو آواز دو

ماورائی دھندلکوں میں لپٹی ہُوئی

ذوق و وجدان کی رفعتوں سے اُتارو مجھے

اب لہو اور پسینے کی دُنیا میں لاؤ۔ مجھے

اصل میں ——

آج اس گھر میں کوئی شے چرمرائی تھی

کچھ اس طرح کی اِک آواز آئی تھی

جیسے کوئی آبگینہ چبائے!

مجھے ہر طرف مشعلیں سی نظر آئی تھیں

جن کی لاکھوں دریدہ زبانیں

اندھیرے کو یوں چاٹتی پھر رہی تھیں

کہ جیسے ستاروں کا انبوہ، ناگاہ، یلغار کر دے

افق تا افق تیرگی دھجیاں بن کے اُڑنے لگی

مشعلوں کے جلو میں کئی قافلے تھے

درانتی درانتی سے ٹکرا رہی تھی

فضا گا رہی تھی!

خلا گا رہی تھی!

یہی گیت ہے جس نے میری محبت کی نیندیں اُڑائیں

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

یہی گیت ہے

جس نے وجدان کے مرمریں گنبدوں پر

وہ ضربیں لگائیں

کہ میں اس پُر اسرار خلوت میں

گھبرا رہا ہُوں

بلندی پہ ہُوں

قافلوں سے مگر کتنا پیچھے رہا جا رہا ہُوں!

پکارو مجھے

ساتھیو اس بلندی سے آ کر اُتارو مجھے

کارواں آدمیّت کے آگے بڑھے جا رہے ہیں

مجھے ساتھ دینا ہے ان خود نگر قافلوں کا

جنھیں اپنی قوّت پہ ایمان ہے

جن میں مزدُور ہیں اور دہقان ہیں

جن میں انسانیت کے محافظ ہیں

جو صرف انسان ہیں

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

جن کے ہاتھوں پہ مٹّی ہے
بالوں میں تِنکے ہیں
ہونٹوں میں پیاسیں ہیں
ملبوس پر سُرخ دھبّے ہیں
آنکھوں میں قندیل کی جھلملاہٹ ہے
اے ساتھیو
اِس پُراسرار سنّاٹے میں گونجتی گنگناتی ہُوئی
کس کی آہٹ ہے ؟
یہ کتنی صدیوں کا روندا ہُوا آدمی ہی نہ ہو
ساتھیو !
یہ مرے کھوج میں خود مِری زندگی ہی نہ ہو

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

مَیں بلندی سے تنہا اُترنے لگا ہُوں
پلٹ کر ذرا مجھ کو پہچان لو
مَیں تمھارا ہُوں
تم میں سے ہُوں

۲۰

آج سے زندگی کا پجاری ہوں
محنت کشوں کی جبینوں کی تابندگی کا پجاری ہوں
انسانیت کے مقدّر کی رخشندگی کا پجاری ہوں

مَیں زندگی کے لیے اپنے فن کا فسوں نذر لایا ہوں
تابندگی کے لیے اپنا خون نذر لایا ہوں
رخشندگی کے لیے اپنا سوزِ دروں نذر لایا ہوں

۱۹۴۹ء

KITAB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

وقت

سر برآوردہ صنوبر کی گھنی شاخوں میں
چاند بلّور کی ٹوٹی ہوئی چوڑی کی طرح اٹکا ہے
دامنِ کوہ کی اِک بستی میں
ٹمٹماتے ہیں مزاروں پہ چراغ
آسماں سرمئی فرغل میں ستارے ٹانکے
سمٹا جاتا ہے، جھکا آتا ہے
وقت بیزار نظر آتا ہے

سر برآوردہ صنوبر کی گھنی شاخوں میں
صبح کی نقرئی تنویر رچی جاتی ہے

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

دامنِ کوہ میں بکھرے ہُوئے کھیت
لہلہاتے ہیں تو دھرتی کے تنفّس کی صدا آتی ہے
آسماں کتنی بلندی پہ ہے، اور کتنا عظیم
نئے سُورج کی شعاعوں کا مصفّا آنگن
وقت بیدار نظر آتا ہے!

سر برآوردہ صنوبر کی گھنی شاخوں میں
آفتاب ایک الاؤ کی طرح روشن ہے
دامنِ کوہ میں چلتے ہُوئے ہل
سینۂ دہر پہ انساں کے جبروت کی تاریخ رقم کرتے ہیں
آسماں تیز شعاعوں سے ہے اس درجہ گداز
جیسے چھُونے سے پگھل جائے گا
وقت تیار نظر آتا ہے!

سر برآوردہ صنوبر کی گھنی شاخوں میں
زندگی کتنے حقائق کو جنم دیتی ہے

۱۹۴۸ء

دامنِ کوہ میں پھیلے ہوئے میدانوں پر
ذوقِ تخلیق نے اعجاز دکھائے ہیں لہو اُگلا ہے
آسماں گردشِ ایّام کے ریلے سے ہراساں تو نہیں
خیرِ مقدم کے بھی انداز ہُوا کرتے ہیں
وقت کی راہ میں موڑ آتے ہیں، منزل تو نہیں آسکتی!

KUTUB KHANA.
JALALI BOOKS
JALALI

۱۹۴۹ء

نقّادو

میں تم سے دُور نہیں تیز و تند نقّادو!
خود اپنے ذہن کے دیکھو تو چور دروازے
تمھارے دل مرے نغموں کی گونج سے لبریز
مگر انھی کی نفی ہیں تمھارے اندازے

ذرا قریب سے دیکھو تو پھیکا پھیکا ہے
رُخِ حبیب کا نکھرا ہُوا سلونا پن
جو فصلِ گُل کی لگن میں سُلگ کے راکھ ہُوئے
بُلا رہے ہیں تمھیں وہ خزاں نصیب چمن

وہ نرم نرم اجالوں میں گھلتی گھلتی شفق
وہ آفتاب کی آہٹ سے جاگتے ہوئے خواب
قدم قدم پہ بپا ایک حشرِ نغمہ و رنگ
وہ چوڑیوں کے چھناکے، وہ عارضوں کے گلاب

یہ کیفیت مجھے محبوب تھی، مگر اک روز
حجابِ رنگ اٹھا کر شعور چیخ اٹھا
وہ "آدمی" جو مرے فن میں سر برہنہ تھا
نقاب اتار کے نزدیک و دُور چیخ اٹھا

یہی وہ موڑ تھا جس پر مری حمیّت نے
قدم بڑھائے تو نقاد ساتھ دے نہ سکے
جو میرے فن کے گلستاں سے پھول چنتے رہے
ببول سامنے پائے تو لطف لے نہ سکے

الم رُبا ہے ستاروں کی نرم نرم پھبن
مگر وہ اشک، جو ڈھلکیں تو پھر کبھی نہ رُکیں!

نظر فروز سہی یہ صنوبروں کی قطار
مگر وہ لوگ، جو اُبھریں تو پھر کبھی نہ جھکیں!

مَیں آسمان کی نیلاہٹوں میں گھُل جاؤں
مگر زمین کی زلفیں سنوار لوں تو چلوں
فرازِ نجمِ سحر پہ سہی مقام مِرا
مگر نشیب کی قسمت نکھار لوں تو چلوں

مجھے بھی حُسن و محبت کے گیت یاد تو ہیں
مگر حیات فقط نغمہ و سرور نہیں
مَیں گلشنوں میں، دلوں میں، مِلوں میں بستا ہوں
ذرا قریب سے دیکھو، مَیں تم سے دُور نہیں

۱۹۴۹ء

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

خزاں کے پھول

عین پت جھڑ میں شہنشاہ کا فرمان ملا

جاجو! پھول! مہکتے ہوئے، ہنستے ہوئے پھول!

مابدولت کو یقیں ہے کہ خزاں کے باوصف

مملکت کے کسی گوشے میں چمن کھلتے ہیں

آج سُلطانۂ عالم کے لبوں کی سُرخی

اتنی گہری ہے کہ دل پر بھی گمانِ گُل ہے

ہم شبستانِ شہی میں نہیں رکھیں گے قدم

بسترِ قاقم و سنجاب ہمیں ڈس لے گا

گو سجایا ہے کنیزانِ حرم نے اس کو

اُس کی پھیلی ہُوئی باہوں میں ہے دُنیا آباد
عنبرو عود بھی ہے، بادۂ گُل فام بھی ہے
مشک ہے، عطر ہے، شمعیں ہیں، مگر پھُول نہیں
پھُول لاؤ کہ مہکتے ہُوئے پھُولوں کے بغیر
ہم شبِ وصل کا اعلان نہیں کر سکتے
اور سلطانۂ عالم کے لبوں کی سُرخی
اتنی گہری ہے کہ دِل پر بھی گمانِ گُل ہے!"

شام کو دُھواں اُڑاتے ہُوئے لوگوں کا ہجوم
پھُول ہی پھُول سمیٹے ہُوئے آ پہنچا ہے
قطرِ شاہی کے چمکتے ہُوئے زینوں پر سے
مُسکراتے ہُوئے سُلطانِ جہاں اُترے ہیں
اور صندل کی مہکتی ہُوئی چلمن کے اُدھر
آج سُلطانۂ عالم کے لبوں کی سُرخی
اتنی گہری ہے کہ ہر شے پہ گمانِ گُل ہے!

JALALI BOOKS
KUTUB KHANA
JALALI

گُونج اُٹھی چار طرف حاجبِ اعلیٰ کی صدا
"حاجبو! پھُول سمیٹو کہ شہنشاہِ جہاں
اپنے خدّام کو دیدار کی دولت بخشیں!"

اور پھر ظلِّ الٰہی نے یہ ارشاد کیا:
"مابدولت کو خوشی ہے کہ نمک خواروں نے
عین بیت جھڑ میں بہاروں کا سماں باندھ دیا
مابدولت کو مگر اس پہ تعجّب ہے ضرور
اتنے انبار سے مہکار کہاں غائب ہے!"

یک بیک دھول اُڑاتے ہُوئے لوگوں کا ہجوم
یک زباں ہو کے بڑے کرب سے پھنکارتا ہے
"آسماں جاہ شہنشاہ کا اقبال بلند!
ہم نے تپتے ہُوئے صحراؤں کو دن بھر چھانا
ہم نے ٹیلوں کے کلیجوں میں اُتر کر دیکھا

ہم نے جھلسے ہُوئے پربت میں دراڑیں ڈالیں
ہم نے پت جھڑ کو خُداماں کے سجدے بھی کیے
لیکن اِک پھُول کی پتّی بھی نہ پائی ہم نے
اور اب جاں کی اماں پائیں تو یہ عرض کریں
"شاہِ ذی جاہ کے بھیجے ہوئے کارندوں نے
عین پت جھڑ میں بہاروں کا سماں باندھ دیا
اور کوڑوں کے تواتر سے جو گُل کھلتے ہیں
رنگ دے سکتے ہیں، مہکار نہیں دے سکتے!"

۱۹۴۹ء

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

آدمی

شاعروں، راہبوں، صوفیوں نے کہا، "اے نشیبوں کے کیڑو! خدا دُور ہے
آدمی کا خدا تک پہنچنا غلط ، آدمی کا تصوّر بھی مجبور ہے"

مَیں نے پھولوں سے، شبنم سے، تاروں سے پوچھا، تو سب جھینپ کر مسکرانے لگے
مَیں تو سمجھا تھا اخفائے حق صرف خلاقِ "دانشوراں" ہی کا دستور ہے

مَیں نے احساس کے اَن گنت تار چھیڑے، مگر کوئی نغمہ نہ پیدا ہُوا
یعنی انساں کا وجدان بھی اس الوہی تصوّر کی ہیبت سے مسحُور ہے

آخرِ کار جب آدمیّت سے پُوچھا تو یہ دیکھ کر دم بخود رہ گیا
آدمی کا خدا تک پہنچنا غلط — آدمی سے ابھی آدمی دُور ہے

آدمی، آدمی کو سمجھنے لگا تو خدا خود زمیں پر اُتر آئے گا
آدمی کا خدا تک پہنچنا تو کیا، آدمی تو خدائی پہ چھا جائے گا

۱۹۴۹ء

JALALI BOOKS

جبر و اختیار

ایک موہوم ثقافت کے علمبردار ہو
ایک بے رحم صداقت کا گنہگار ہوں میں
ایک خوابیدہ مشیّت کے پرستار ہو تم
ایک تابندہ حقیقت کا خریدار ہوں میں
ایک ٹوٹی ہوئی زنجیر کی جھنکار ہو تم
ایک سونتی ہوئی شمشیرِ جگردار ہوں میں
تم نے افراد سے پیمانِ محبت باندھا
آدمیّت کے تقاضوں کا وفادار ہوں میں
چمن افروزیٔ شبنم سے مجھے کیا لینا
حدّتِ مہر سے جلتا ہوا گلزار ہوں میں

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

۳۲ے

میں اگر بھوک کی شدت کا گلہ کرتا ہوں
تم عقیدوں کے غبارے مجھے لا دیتے ہو
میرے ملبوس کے پُر ہول شگافوں کے عوض
کتنی تقدیس سے فرمانِ حیا دیتے ہو

شررِ سنگ ہے کب سے مری پستی کا چراغ
تم تجلّی کو بلندی پہ لٹا دیتے ہو
ریشۂ گل میں لہو دوڑ رہا ہو، تو مجھے
پھول کا نام بدلنے پہ سزا دیتے ہو
چونک اُٹھتی ہے مری چاپ سے جب ظلمتِ شب
تم ستاروں کو ستاروں سے بھڑا دیتے ہو

تم کو اس وقت بھی معلوم نہیں ہے شاید
کہ زمانہ تو بہت دُور نکل آیا ہے
آج سُلجھائے گی جمہور کی آواز اُسے
تم نے تاریخ میں جس بات کو اُلجھایا ہے
اب مرا ذوق کسی قید کا پابند نہیں
تم نے صدیوں مرے وجدان کو ترسایا ہے

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

نوعِ انساں کے نئے عزم کی تکریم کرو
جب کہ ذرّہ بھی قیامت کی خبر لایا ہے
تم ہی کہہ دو کہ سمندر ہے کف آلودسا کیوں
کیا چٹانوں سے سفینہ کوئی ٹکرایا ہے؟

۱۹۴۹ء

KUTUB KHANA.
JALALI BOOKS
JALALI

جشنِ چراغاں

کس لیے آج کی شب جشنِ چراغاں نہ کروں
دیس کی جنتِ ویراں کو فروزاں نہ کروں
شپرّہ چشم نہیں ہوں، کہ ڈروں نُور سے مَیں
چل کے آیا ہُوں چراغاں کے لیے دُور سے مَیں
تیرگی بھاگ رہی ہے مرے آگے آگے
کتنے تارے مرے قدموں کی دھمک سے جاگے
کتنے گلشن مرے نغموں میں نہا کر مہکے
کتنے بھوبھل مری آہوں کی تپش سے دہکے
کتنی آنکھوں میں جلائے ہیں ارادوں کے چراغ
کتنے ہونٹوں سے لگائے ہیں اُمیدوں کے ایاغ
کتنے دُکھتے ہُوئے قدموں کو شفا بخشی ہے
کتنی بے جان امنگوں کو بقا بخشی ہے

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

ایک دُنیا کو مَیں دھوکا تو نہیں دے سکتا
قمقمے عاریتہً میں تو نہیں لے سکتا
مجھ کو اپنے ہی چراغوں کو جلانا ہوگا
اِک نیا عرش منڈیروں پہ سجانا ہوگا

مجھ کو اس دیس کی ایک ایک گلی پیاری ہے
مجھ پہ اس دیس کا احسان بہت بھاری ہے
اس کی آغوش میں پل بڑھ کے جوانی پائی
اسی مکتب سے یہ اعجازِ بیانی پائی
اس زمیں پر میں اندھیروں کو نہ جمنے دوں گا
اپنی دیرینہ اُٹھانوں کو نہ تھمنے دوں گا

مَیں تجلّی کا پیامی ہوں، جلاؤ شمعیں
آج ہر طاق پہ، ہر گھر میں سجاؤ شمعیں
قمقمے برق کے، مرمر کے دریچوں میں جلے
ان گھروندوں پہ مرا خون چراغوں میں جلے

۱۴- اگست
۱۹۴۹ء

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

رات بیکراں تو نہیں

نجوم بجھتے رہیں، تیرگی اُمڈتی رہے
مگر یقینِ سحر ہے جنھیں — اُداس نہیں

اُفق دھڑک تو رہا ہے، سجھائی دے کہ نہ دے
شفق اُبل تو رہی ہے، دکھائی دے کہ نہ دے
گلوں پہ اوس شعاعوں کے انتظار میں ہے
کہ اس کے حُسن کی عظمت کرن کے پیار میں ہے
وہ ایک اور ستارہ لرز کے ٹوٹ گیا

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

بجا کہ رات بھیانک ہے، بیکراں تو نہیں
عظیم وقت کی رفتار رائیگاں تو نہیں
سُنا ہے دو قدم آگے مہک رہے ہیں چمن
اسی لیے تو ہواؤں میں ہے لطیف چبھن
اسی لیے تو اندھیرے میں پڑ رہی ہے شکن
اسی لیے تو قدم تیز تیز اُٹھتے ہیں

طلسمِ شب کا یہی توڑ ہے، قدم نہ رُکیں
اندھیرا ٹوٹ کے برسے مگر یہ سر نہ جُھکیں
نجوم بُجھتے رہیں، تیرگی امڈتی رہے
سحر کا نور کسی ذی نفس کے پاس نہیں

۱۹۴۹ء

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

ارتقا

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

ہم کہاں سے چلے تھے؟
کہاں جائیں گے؟
ہم کہاں جائیں گے؟
ہم عناصر کے طوفاں میں
تنکوں کی مانند
جانے کہاں سے چلے تھے؟
کہاں جائیں گے؟
ہم کہاں جائیں گے؟

اس قدر یاد ہے

ہم نے چشموں میں جب اپنے پیکر کی عریانیاں دیکھ پائیں

تو مارے ندامت کے بھاگے

گھنی جھاڑیوں میں چُھپے

اور گپھاؤں میں دبکے رہے

ایک مدّت کے بعد

اپنی عریانیوں کے تصوّر سے مانوس ہو کر اُٹھے

اور لپکتے ہوئے پھر سے چشموں پر آئے

تو مارے حیا کے سمٹتے ہوئے

ہم نے لمبوترے سبز پتّوں میں اپنے بدن کو چُھپایا

اُفق سے مگر ایک آندھی اُٹھّی

جس نے پتّوں کے ملبوس پر تند یلغار کر دی

اُچٹتے ہوئے سبز پتّے سنبھالے ہوئے

لڑکھڑاتے ہوئے پھر سے چشموں پہ آئے

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

تو مارے ندامت کے ہم نے خلاؤں میں ان قوتوں کو ٹٹولا
جو انسان کو ستر پوشی سے محروم رکھنے کی خواہش میں
اس درجہ سنجیدگی سے
لپکتی جھپٹتی رہیں

کون ہیں وہ؟
کہاں ہیں؟
کہاں ہیں ہمارے ارادوں کے قاتل
امنگوں کے دشمن؟
کہاں ہیں ہمارے شعور و خرد کو کھلونوں کی مانند
چکرانے والے؟
تڑپتے ہوئے
بلبلاتے ہوئے
ہم نے دریاؤں سے
کوہساروں سے
نیلے سمندر کے چنگھاڑتے پانیوں سے

ہواؤں سے
مبہم خلاؤں سے
تاروں سے
عرشِ بریں کی بہاروں سے پُوچھا
مگر بازگشت اک الم ناک سنّاٹا بن کر
ہمارے تخیّل پہ مکڑی کے جالے سے بُنتی رہی
اور ہم مدّتوں تک بھٹکتے رہے
سر پہ پُر ہول بادل گرجتے رہے
بجلیاں ہر طرف جگمگاتی رہیں
آندھیاں چار سُو پیچ کھاتی رہیں
دندناتی رہیں
دُھوپ کتنے الاؤ جلاتی رہی
راستوں پر جہنّم سجاتی رہی
چلچلاتی رہی
ہم عناصر کے طوفاں میں

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

تنکوں کی مانند اُڑتے رہے
اور ٹوٹے ستاروں کو چُنتے رہے
یک زباں ہو کے ہم پُوچھتے تھے
ہمارے بھٹکتے ہُوئے ہم نصیبو!
کہو
ہم کہاں سے چلے تھے؟
کہاں جائیں گے؟
ہم کہاں جائیں گے؟
اس قدر یاد ہے،
جب ہمارے تجسّس نے تھک کر پَروں کو سمیٹا
تو یہ ڈر خیالات میں سر سرایا
کہ ہم اتنے بے مایہ ہیں
بے حقیقت ہیں
بے دست و پا ہیں
کہ رُکنے کی کوشش کریں

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS

تو عناصر کی طغیانیاں آدھمکتی ہیں
اور یُوں نچاتی ہیں
جیسے بھنوّر میں پھنسی سیپیاں !
جانے وہ کون ہے
جس کے ہاتھوں میں باگیں ہیں مٹی کی
پانی کی
آتش کی
اور اُن ہواؤں کی
جو گنگناتی بھی ہیں
دندناتی بھی ہیں
جانے وہ کون ہے !

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

اِس قدر یاد ہے ،
ہم نے اِک روز سُورج کی آتش فشانی سے ڈر کر
خلوص اور محبّت سے سجدہ کیا
اور سُورج نے ہنس کر

ہماری عقیدت پہ زرّیں شعاعوں کے سہرے بکھیرے
مگر جھٹپٹے نے
ہمارے خداوند کو یوں سمیٹا
کہ جیسے ازل سے یہاں تیرگی کی حکومت رہی ہے
معاً چاند روشن ہُوا
چار جانب اُجالے کی نہریں بہاتا ہُوا
مُسکراتا ہُوا
اور ہم مات کھائی عقیدت کا تابُوت لے کر بڑھے
چاندنی میں نہاتے ہُوئے
گنگناتے ہُوئے
ہم نے سجدے کیے
ہم نے مالاؤں پر چاند کی عظمتوں کے قصیدے پڑھے
پو پھٹے تک نہ جانے کہاں تک بڑھے تھے
کہ ناگاہ مشرق سے نیزے اُٹھے
اور ہمارے خداوند کے نقرئی فرغلوں میں اُلجھ کر ہٹے
تو نہ وہ نُور تھا اور نہ انداز تھے

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

بس خداوندِ خاور کی مانند
اِک مضمحل راز تھے

اس قدر یاد ہے
ہم فنا کے تصوّر سے مبہوت تھے
جو خیالات تھے، غیر مربوط تھے
کون ہیں ہم؟
کہاں سے چلے ہیں؟
کہاں جائیں گے؟
ہم کہاں جائیں گے؟
قافلے کی قیادت بقا چاہتی ہے
مگر ہم فنا کے جزیروں پہ
ان ناریل کے درختوں کی مانند استادہ ہیں
جو گرجتی ہوئی تند آندھی کے ریلے میں
جھکتے ہیں، اور ٹوٹ جاتے ہیں
تنہائیوں کے سمندر پہ

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS

کچھ بلبلے
تھرتھراتے ہیں
اور پھوٹ جاتے ہیں
اور کائنات ایک چکّر میں بے سُدھ رواں ہے
نہ جانے مُسافر کی منزل کہاں ہے!

ہمیں یاد ہے
ہم بھٹکتے بھٹکتے چٹانوں میں آئے
چٹانیں جو روزِ ازل سے
انہی زاویوں پر کھڑی تھیں
جہاں ان کو تخلیق کی قوّتوں نے جمایا!

یہی ہے،
ہمارے تصوّر کی منزل یہی ہے
یہیں ہے
ہمارے خیالاتِ وارفتۂ قسمت کا معبد یہیں ہے
چٹانوں کے پردوں سے اصنام یوں جھانکتے تھے

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

کہ جیسے ہمارے تجسس کی ناکامیوں سے پریشاں بھی ہیں
اور شاداں بھی ہیں
جیسے دوشاخہ تیشوں کی اِک چوٹ سے
وہ لپک کر چٹختی چٹانوں سے نکلیں گے
اور جاودانی سکوں کی بہشتوں میں لے جائیں گے
زندگی کے مزے آئیں گے
لیکن اِک رات
جب ساری دھرتی تڑپنے لگی
کوہساروں پہ آتش بھڑکنے لگی
اور پگھلی ہوئی موت
لاوے کی صورت میں بہنے لگی
ہم سے کہنے لگی
اُب کہاں ہیں وہ سنگین خدا؟
مندروں کے دلارے
سہارے تمہارے!
نوالے ہمارے!

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

بلاؤ انھیں

جاودانی سکوں کی یہ جنّت دکھاؤ انھیں!"

تو اچانک ہمارے خداؤں کی لاشوں میں

اِک اور بھی لاش دھم سے گرے

وہ سکوں لُٹ گیا

جو ہزاروں برس کی ریاضت سے حاصل کیا تھا

مگر اس قدر یاد ہے

ہم نے "محسوس" سے "غیر محسوس" کی سمت دیکھا

کہ شاید دھندلکوں کی اس سرمدی خامشی میں

ہمیں اپنے دکھ کا مداوا ملے

کوئی ملجیٰ و ماویٰ ملے

کوئی ایسی حقیقت

جہاں چند لمحے اماں مل سکے

جو یہاں اتنی نایاب ہے

تو وہاں مل سکے

ہم نے مرمر کے محلوں کو بلّور کی مشعلوں سے سجایا
خیالوں کا معبد بنایا
الوہی تجلّی سے مرعوب و مخمور ہو کر اُٹھے
اور انسانیت کے خیاباں میں
ہم گھومتے گنگناتے چلے جا رہے تھے
کہ رستے میں اک آئینہ جھلملایا
لپک کر اُٹھایا
تو روزِ ازل کی طرح اپنے پیکر کو عُریاں ہی پایا!
ندامت کے مارے
تمدّن کے غاروں میں
تہذیب کی گھاٹیوں میں
فنونِ لطیفہ کی لہروں میں
چھپتے ہُوئے اور دبکتے ہُوئے
ہم مساوات کے گلشنوں میں جب آئے
اخوّت کے پتّوں سے پیکر کی عُریانیوں کو چھپایا
حقیقت کا طوفان لیکن ہمارے تعاقب میں آیا

مگر آج
ہم آخری بار
اپنی پراسرار دنیا کی ان قوتوں سے نمٹنے چلے ہیں
جو روزِ ازل سے
ہمیں ستر پوشی سے محروم رکھنے کی خواہش میں
اس درجہ سنجیدگی سے
لپکتی جھپٹتی رہی ہیں

۱۹۴۸ء

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

فن برائے فن

ابھی تو ڈوب رہی ہے لہو میں راہِ حیات
ابھی حکایتِ عشق و جمال کون سنے
عظیم ادب کے نقیبو!
بڑے ادب کے مصنفو!
مجھے بھی یاد ہیں وہ خواب ناک افسانے
جو اس جہاں سے بہت دُور، اِک جزیرے پر
پنپ رہے ہیں گھنی چھتریوں کے سائے میں
مگر یہ ٹھوکریں کھاتا ہُوا غریب انساں
تہی شکم ہے، تہی دست ہے، تہی دل ہے
بڑے ادب کے بجائے بڑا سوال یہ ہے
کہ اس کے ہاتھ سے نوچے ہُوئے نوالوں کو
کوئی نگل نہ سکے

KUTAB KHANA JALALI BOOKS JALALI

نگل سکے تو یہ بن جائیں ایسے انگارے
جنھیں اُگل نہ سکے

تمھیں "دوام" سے مطلب، مجھے عوام سے کام
فقط عوام کے دم سے ہے زندگی کو دوام
مگر یہ دَور — یہ اس دَور کے غریب عوام
اناج اُگائیں مگر احتیاج کے ہاتھوں
زباں سلگتی سلاخوں پہ دھر کے مر جائیں
عظیم ادب کے نقیبو! مجھے اجازت دو
کہ میں تمھاری اولوالعزمیوں سے کترا کر
حقیقتوں سے نبرد آزما رہوں، جب تک
عوام کو بھی ہمارا "دوام" راس آئے
ابھی حکایتِ عشق و جمال کون سُنے
ابھی تو ڈوب رہی ہے لہو میں راہِ حیات

۱۹۴۸ء

مغویہ

رات خاموش ہے
سربرآوردہ اشجار دن بھر کے رقصِ مسلسل سے تھک ہار کر
بازوؤں کو سمیٹے
اندھیرے کے بستر پہ خوابیدہ ہیں
سردجھونکے خراماں ہیں لیکن کوئی چاپ اُٹھتی نہیں
جیسے شاہی کنیزیں، جو ملبوس کے نقرئی حاشیوں کو سنبھالے ہوئے
کانچ کے فرش پر چل رہی ہیں
ستاروں کی آنکھوں میں نیندیں ہیں
رفتار میں ایک ایسا بہاؤ ہے
جیسے فضا سے اُترتے ہوئے برف کے نرم گالے
پُر اسرار

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

آواز سے بے نیاز

اوّلیں عشق کی دھیمی سرگوشیوں کی طرح

رات خاموش ہے

جیسے اپنے ہی بالوں میں لپٹی ہوئی سانولی سی دلھن

جس کے ماتھے کی افشاں پہ

گالوں کے غازے پہ

ہاتھوں کی مہندی پہ

سینے کے اُمڈے ہوئے عزمِ تخلیق پر

اس کے اپنے ہی پیکر کی خوشبو نے

وہ دائرے بُن دیئے ہیں

جو چھُونے سے کھُل جائیں گے

رات خاموش ہے

رات کی خامشی کتنی گہری ہے، کس درجہ گمبھیر ہے

کس میں ہمّت ہے جو زور کی سانس تک لے سکے

رات کے اس وقار اور پندار کو ٹھیس پہنچا سکے

کس قدر طنطنے، کتنی پیاری رعونت سے لبریز ہے رات کی خامشی

رات کی خامشی کتنی گہری ہے، کس درجہ گمبھیر ہے

۵۶ء

رات خاموش ہے
ایک چیخ آسماں سے زمیں تک خراشیں اُگاتی ہُوئی
چار جانب لپکتی چلی جا رہی ہے
ہوا کا بہاؤ اُلجھنے لگا ہے
ستارے لرزنے لگے ہیں
خود اپنے ہی بالوں میں لپٹی ہُوئی سانولی سی دُلھن
ٹوٹتی نیند کی ڈوریاں اپنی پلکوں سے چُنتی ہُوئی
چونک اُٹھی ہے
خموشی کی گمبھیرتا کا بھرم کھُل گیا ہے
وقار اور پندار کے آئینوں کی کئی کرچیاں ہر طرف منتشر ہیں
یہ گستاخ آواز کس کی تھی؟
یہ کون تھا؟

رات کی خامشی پھڑپھڑانے لگی ہے
شبوں کے ورق بھینچتے اور بجتے ہُوئے ہر طرف اُڑ رہے ہیں
یہ راتیں، یہ دن
اور یہ شامیں، یہ صُبحیں،

گھٹائیں اُمڈتی ہُوئی اور چھٹتی ہُوئی
بجلیاں جل رہی — ، بُجھ رہی ہیں
کڑک ہے
چمک ہے
ورق اُڑ رہے ہیں
ورق ختم ہونے گئے ہیں
سکوت — ایک گمبھیر گہرا سکوت —
اک پُر اسرار سنّاٹا
اِک بار پھر رات خاموش ہے

رات کی خامشی میں
بہت دُور سے
نیند میں چُور اک آواز آنے لگی ہے
اس آواز میں رات کی خامشی کا شکستہ وقار
ایک ٹوٹا ہُوا طنطنہ
زخم آلود خود اعتمادی
پکار

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

احتجاج

اور جانے کہاں کا تاثر ہے

آواز آنے لگی :

تم نہیں جانتے

تم جو ناموس و عصمت کی چھاتی میں آزادیوں کے علم گاڑتے ہو

مجھے تم نہیں جان سکتے

سیاست کے بازار کی جنس کو کون پہچان پائے

کیسے وصیان آئے

کہ میں کون ہوں

قوم کے رہنما

میری تقدیس کو بیچ کر

اِک نئی جنگ

اک تازہ سوداگری کے لیے

پھر سے تیاریاں کر رہے ہیں

میں اس شور میں آج کس کو پکاروں

بتاؤں کسے

KUTUB KHANA JALALI BOOKS

کس کو آواز دُوں
کس سے یہ راز کہہ دُوں
کہ مَیں مذہب و نسل کے چند رنگین غباروں کے بدلے میں بیچی ہُوئی
ایک عورت ہُوں
بیٹی ہُوں
بیوی ہُوں
ماں ہُوں
بہن ہُوں
مَیں اک مغویہ ہُوں!"

۱۹۴۸ء

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

بہار آئے گی

صرف تاراجیٔ گلزار کا شکوہ تو نہیں
آسماں پر بھی ستاروں کی کمی پاتا ہُوں
شفقِ شام ہو یا صبح کی انگڑائی ہو
سب نظاروں میں بہاروں کی کمی پاتا ہُوں
جسم کہتا ہے کہ میں حدِّ نظر کو چھُو لُوں
ذہن کہتا ہے، سہاروں کی کمی پاتا ہُوں

اجنبی راہ سے پہنچا ہُوں یہاں تک لیکن
مجھ کو اس بزم سے مانوس نہ ہونا آیا
مَیں مہک بن کے قفس میں بھی پرافشاں ہی رہا
رنگ بن کر مجھے محبوس نہ ہونا آیا

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

تیرگیِ کلبۂ دہقاں کی رہی مدِّ نظر
حجلۂ شاہ کا فانوس نہ ہونا آیا

میری منزل کو اُفق پار بتانے والے
مَیں نے دیکھا ہے، افق تا بہ افق کوئی نہیں
ایک مرکز ہو تو جچتا ہے تجسّس، لیکن
اَن گنت دائروں میں گھومتی رہتی ہے زمیں
ہر افق پر افقِ نو کی صدا آتی ہے
تیری منزل ہے بہت دُور کہیں اور کہیں

اب مسافر کو نئے عزمِ سفر سے کیا کام
اب اسی بزم پہ پرچم مرا لہرائے گا
اس بیاباں میں چمن زار سجانے کے لیے
میرا احساس مرا آئینہ بن جائے گا
اِتنے طوفان اُٹھاؤں گا، کہ تاریخوں میں
اپنے تابوت سے دہقان نکل آئے گا

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

منجمد کہر کو چٹخائے گی سورج کی کرن
ان دھندلکوں کے کلیجے میں اُتر جائے گی
سائے سمٹیں گے کہ ظلمت پہ کوئی آنچ نہ آئے
تیرگی چاہے گی، لیکن نہ اماں پائے گی
سینۂ سنگ کی حدت سے کھلیں گے گلزار
اتنی شدت سے زمانے میں بہار آئے گی

۱۹۴۸ء

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

ثواب سے گناہ تک

فرازِ رہبانیت کا باسی نشیبِ انسانیت میں آیا
تو سنگ ریزے کو پھول، اور پھول کو گلستاں طراز پایا
ندی کی انگڑائیوں میں دیکھی رموزِ فطرت کی بے قراری
تو دھیمے دھیمے سُروں میں رازوں بھری مشیّت کا گیت گایا
فراخ وادی کے سبزہ زاروں کو جب ہواؤں نے تھپکیاں دیں
تو رنگ و نکہت میں ڈوب کر اس کا دشتِ احساس لہلہایا
تنی کھجوروں کی چھتریاں کھول کر جب اُبھرے سنہرے ٹیلے
تو ذہنِ انسانیت کے آتش کدے کا مقصد سمجھ میں آیا
تموّجِ بحرِ بے کراں سے اُچھل کے نکلی جب ایک سیپی
تو آگہی کے عمیق غاروں میں اِک ستارہ سا جھلملایا

KUTUB KHANA JALALI BOOKS

سکون گاہِ حیاتِ عرفان کی چمک میں نہا رہی تھی
سرور بیدار ہو رہا تھا، شعور کو نیند آ رہی تھی
کلی خیاباں سجا رہی تھی تو ذرّہ صحرا بنا ہُوا تھا
حقیقتِ اسرار میں سما کر حقیقت اپنی چھپا رہی تھی
زمیں جیسے آج تک فلک نے گُنہ کی آماجگہ کہا تھا
خلا میں چمکا رہی تھی، لیکن سکوت کے گیت گا رہی تھی
پہاڑ کی سر بلند چوٹی پہ ابر نیندیں لُٹا رہا تھا
ہَوا کے ابریشمی لبادے میں سرخوشی سرسرا رہی تھی
اِدھر خیالوں پہ ریشمی غزلوں کا انبار لگ رہا تھا
اُدھر افق پر برہنہ انسانیت کھڑی گنگنا رہی تھی

مَیں دخترِ کائنات ہُوں، شش جہات پر جلوہ بار ہُوں مَیں
نہ جانے کتنے ڈھکے چھپے شعبدوں کی آئینہ دار ہُوں مَیں
مِری جبیں میں جھلک رہا ہے کمالِ فن ساحرِ ازل کا
طلسمِ تخلیق کا زمانے میں آخری شاہکار ہُوں مَیں
گنوا کے اِک خلد اَن گنت جنّتوں کو شاداب کر چکی ہُوں
یہ مجھ پہ بہتان ہے کہ اپنے گناہ پر شرمسار ہُوں مَیں

زمانہ آشوب آندھیوں نے مرے دِیوں سے لویں نہ چھینیں
زمیں شکن زلزلوں کے باوصف آج تک استوار ہُوں میں
وہ گوہرِ تابدار ہُوں جو قبائے یزدانیت سے ٹوٹا
جو قلبِ ربّانیت سے پھُوٹا وہ نغمۂ خوش گوار ہُوں میں"

کچھ ایسے انسانیت نے رہبانیت کی آنکھوں سے خواب چھینے
کہ جیسے ساون کی بدلیوں سے نچوڑ لی ہو نمی کسی نے
یہ جسم گردِ غبار اُڑاتا ہُوا لپک کر قریب آیا
تو یک بیک خاتمِ تصوّف سے جھڑ گئے خوش نما نگینے
لبوں کے گوشوں سے خون رِس کر تمام زخموں میں رچ رہا تھا
چھلک رہے تھے نہ جانے کیسے نشے سے آنکھوں کے آبگینے
چمک اُٹھا پیکرِ دریدہ میں یُوں جھلکی ہڈیوں کا ڈھانچا
کہ چادرِ آب میں جھلکتے ہیں جیسے ڈُوبے ہُوئے سفینے
گلاب کا پھُول جیسے طوفاں کی زد میں آکر بکھر گیا ہو
کچھ اس طرح منتشر تھے انسان کی طہارت کے سب قرینے

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

تضاد کے پھیر میں اُلجھ کر اداس رہبانیت پکاری
سمجھ میں آج آ رہی ہے انسان کی جبلت کی بے قراری
نہیں نہیں، میں فراز کے ہولناک گھیرے سے باز آئی
ازل سے آباد ہیں جہاں خود شناس انسان کے شکاری
نجوم ذرات کے مقابل نہ آ سکے ہیں، نہ آ سکیں گے
کبھی مسلّم نہ ہو سکے گی ترے عقیدوں کی شہریاری
حقیقتیں ڈھل ڈھلا کے نکلیں گی علم و منطق کی تیرگی سے
عظیم انساں! ترے لہو کے اگر رہے آبشار جاری
نہ زندگی سے فرار اچھا، نہ موت کا انتظار اچھا
سوائے انسان کے لہو کے، تمام قدریں ہیں اعتباری"

۱۹۴۸ء

JALALI BOOKS
KHANA
JALALI

آزادی کے بعد

کتنے خاکے مری امنگوں کے
پیچ کھاتے ہیں یوں ہواؤں میں
جس طرح چرخ کے تمام نجوم
یک بیک اُڑ چلیں خلاؤں میں

کونپلوں سے اُگے ہیں انگارے
جن کی حدّت سے تپ رہے ہیں چمن
بُن رہے ہیں گلے سڑے پتّے
کتنی جامد حقیقتوں کے کفن

KUTUB KHANA.
JALALI BOOKS
JALALI

روٹیاں بوٹیوں سے تُلتی ہیں
عصمتوں کی سجی دکانوں پر
پیٹ بھرنے کے بعد ناچتا ہے
خون کا ذائقہ زبانوں پر

آدمیت پلٹ کے تکتی ہے
اپنے بچپن کے رہگزاروں کو
جیسے معزُول شہریار تکے
اپنی عظمت کی یادگاروں کو

زندگی، عزمِ زندگی سے تہی
کارواں کے غبار میں گُم ہے
زاہدِ کہنہ سال کی مانند
مقبروں کے شمار میں گُم ہے

ایک آفاق گیر سنّاٹا۔
زندگی! زندگی! پکارتا ہے

KHANA. JALALI BOOKS JALALI

سٹپٹاتا ہے، اپنے ہونٹوں سے
خوں کی پپڑیاں اُتارتا ہے

زندگی کو سنبھالنے کی مہم
کب مقدّر کے اختیار میں ہے
یہ زمیں، یا یہ خلا کی رقّاصہ
آدمِ نو کے انتظار میں ہے

۱۹۴۸ء

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

مہاراج ادھیراج

(دُور اندیش مصاحبین کی درخواست)

مہاراج ادھیراج! خوابوں کی دُنیا میں کب تک سنگھاسن اُڑاتے پھریں گے
حضور آپ کب تک گلستاں میں کانٹوں سے دامانِ زرّیں بچاتے پھریں گے
حضور آپ نیندوں میں سرشار ہیں اور دُنیا کہاں سے کہاں جا چکی ہے
حضور آپ شاید نہ مانیں مگر آدمیّت مشیّت سے ٹکرا چکی ہے
حضور آپ نے خونِ انساں سے اپنے شبستاں کی تاریکیاں دُور کی تھیں
حضور آپ نے روٹیاں چھین لی تھیں، حضور آپ نے عصمتیں چُور کی تھیں
حضور آج بھوکی رعایا نے ایوانِ مرمر پہ یلغار کر دی، سُنا ہے
حضور آپ کی خفتہ بختی نے اِک قوم کی قوم بیدار کر دی، سُنا ہے
حضور اب جھروکے سے پردہ اُٹھا کر غریبوں کی وحشت کا نظّارہ کیجے
ارادوں کی شدّت کا اندازہ کیجے، امنگوں کی عظمت کا نظّارہ کیجے
حضور آپ کیوں بوکھلانے لگے ہیں، مکافات پر جب مدارِ جہاں ہے
حضور آپ رُوپوش ہو جائیے، لیکن حضور آپ کے سر کی کلغی کہاں ہے!

۱۹۴۸ء

طلوع

مہیب رات کا آغاز کتنا رنگیں تھا
مہیب رات کا انجام جانے کیا ہو گا

وہ رات جس نے ستاروں سے بھی کنارا کیا
غروبِ مہر کے نظارۂ حسیں کے بعد
خیال و خواب کے میں نقش ہی ابھارا کیا
میں سوچتا تھا کہ اس تیرگی کے طوفاں میں
کسی کرن نے لپکنا اگر گوارا کیا
تو اس کرن کا نیا نام، جانے کیا ہو گا

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

بس اک ذرا سی کرن کی مجھے تمنّا تھی
کہ ٹوٹ جائے یہ دیرینہ ظلمتوں کا طلسم

مگر چراغ کی لَو سے لہو نکلنے لگا
کچھ ایسی تند تھی جلتے لہو کی جولانی
جہانِ خواب مرا کروٹیں بدلنے لگا
جب آنکھ کھول کے آفاق پر نظر ڈالی
تو شش جہت سے لہو اس طرح اُبلنے لگا
کہ تنکے بن کے بہے جا رہے تھے سیکڑوں جسم

سُلگتے خون میں اک کارواں روانہ ہُوا
کسی کے پاس درانتی، کسی کے ہاتھ میں ہل
کسی کی بانہوں میں معصومیت کے رکھوالے
لبوں پہ غم کے تقاضے، گلے میں تیز کٹار
کسی کے ہاتھ حنائی، تو پاؤں میں چھالے
کسی کی اُلٹی ہُوئی پتلیاں، مجسّم پیاس

KUTUB KHANA JALALI BOOKS

دریدہ چھاتیوں پر زلفِ خم بہ خم ڈالے
وہ ڈوب ڈوب چلے عفتوں کے تاج محل

مرے چراغ کی لو ! میرے ماہتاب کی ضو!
اُمڈتے سیل کا کوئی کنارا ہے کہ نہیں ؟
مجھے مہیب اندھیرے کی بے حسی ہی بھلی
یہ زندگی ، یہ تمدن کی ناز پروردہ
لہو میں ڈوب کے کن بستیوں کی سمت چلی
پلٹ کے دیکھ تو آؤں کہ میرے رمنوں میں
چٹک رہی تھی جو انسانیت کی نرم کلی
وہ آج پھول کا رنگیں اشارا ہے کہ نہیں

کلی چٹک بھی چکی ، پھول رنگ لا بھی چکا
وہ رنگ جس کو جہاں نے لہو کا نام دیا
مہیب رات شفق میں نہا کے آئی ہے
مہیب رات کا آغاز تھا اگر غازہ

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

مہیب رات کا انجام بھی حنائی ہے
بُجھا بُجھا سا نہ دیکھو شہاب پاروں کو
یہ اِک عجیب سا احسانِ کبریائی ہے
جو آفتاب دیا ہم کو، لالہ فام دیا

۱۶۔ اگست ۱۹۴۷ء

KUTUB KHANA.
JALALI BOOKS
JALALI

کھری کھری

صُبح کو جب سرِ کہسار شفق پھُولتی ہے
لوگ کہتے ہیں کہ پل بھر میں سویرا ہوگا
کون جانے کہ یہ لالی ہے عناصر کا مذاق
اور سُورج کا گھٹاؤں میں بسیرا ہوگا
عین ممکن ہے کہ اعلانِ سحر کے باوصف
دوپہر کو بھی اندھیرا ہی اندھیرا ہوگا
کون جانے کہ اگر دُھند رہی، ابر چھٹا
ایک طوفان نے آفاق کو گھیرا ہوگا
عین ممکن ہے کہ طوفان کے دب جانے پر
ابر کا اِک نئے انداز میں پھیرا ہوگا
کون جانے کہ اِدھر ابر کھلے گا تو اُدھر
رات کے ہاتھ میں ظلمت کا پھریرا ہوگا

میں نے ان دائروں میں گھوم کے دیکھا ہے کہ تم
مجھ میں غلطاں ہو، مگر مجھ سے گریزاں بھی ہو
تم ستارہ ہو، شفق ہو، گُلِ تازہ ہو، مگر
سنسناتا ہُوا پُرہول بیاباں بھی ہو
تم جو بستی ہو جوانی کے سمن زاروں میں
اپنی تنہائی کے احساس سے ویراں بھی ہو
تم جو کترا کے نکلتی ہو مری نظروں سے
کتنے قصّوں کا دمکتا ہُوا عنواں بھی ہو
تم جو کہتی ہو کہ حُوروں سے گراں ہے عورت
شبنم اور پھُول کی مانند فراواں بھی ہو
تم نے لُوٹا ہے مجھے، تم نے بسایا ہے مجھے
میری رہزن بھی ہو، میرا سر و ساماں بھی ہو

ڈبڈباتی ہُوئی آنکھوں سے نہ بہلاؤ مجھے
ٹمٹماتے ہُوئے تاروں کے چلن جانتا ہُوں
سرخیٔ لب میں جوانی کی چِتا جلتی ہے
مَیں کہ فن کار ہُوں، رنگینیٔ فن جانتا ہُوں

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

اس اٹکتے ہوئے لہجے سے نہ کھاؤں گا فریب
میں تو انساں کا ہر اندازِ سخن جانتا ہوں
کیسے پندار کی میناؤں میں بال آتے ہیں
کیوں چھپاتی ہو، کہ میں تشنہ دہن جانتا ہوں
کتنی راتوں کے اندھیروں سے شناسائی ہے
کالے بالوں کی میں ایک ایک شکن جانتا ہوں
ڈالیاں مجھ کو بلاتی ہیں گلوں سے لد کر
پھول روتے ہیں، کہ میں رازِ چمن جانتا ہوں

JALALI BOOKS

ہر ستارہ نہیں پیغامبرِ نورِ سحر
میں بصارت کے فریبوں میں نہیں آؤں گا
اتنی شدت سے نہ اپناؤ کہ میں آخرِ کار
پاس رہ کر بھی بہت دور چلا جاؤں گا
یہ محبت کہیں محرومیٔ جاوید نہ ہو
کھو گئیں تم، تو خدا کو بھی نہ اپناؤں گا
اس تبسم میں کہیں طنز کے نشتر ہی نہ ہوں
اب امنگوں کو کھلونوں سے نہ بہلاؤں گا

بھی نہیں، اشک شرار ابھی نہیں
عشق کو خام خیالی میں نہ الجھاؤں گا
جن کے دم سے الم آلود ہُوا میرا شعور
ان شکستوں کی مَیں تاریخ نہ دہراؤں گا

۱۹۴۷ء

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

ربط

میرے کمرے کے دریچے کے مقابل بادل
تیرتے تیرتے رُکتے ہیں، سرک جاتے ہیں
جیسے اطفال چمن زار کے چھتناروں میں
تتلیاں ڈھونڈنے آتے ہیں، بھٹک جاتے ہیں

جانے کس جذبۂ تخلیق کے بہلاوے ہیں
آسماں پر یہ عناصر کے تلاطم کالے
کبھی بگلے، کبھی قازیں، کبھی پُرہول پہاڑ
کبھی اُجلے، کبھی دُھندلے، کبھی یکسر کالے

ابھی اِک سانپ سا گُزرا تھا۔ ابھی ایک ہرن
لو وہ بلّور کا اِک قلعہ نمودار ہُوا
اور یہ قلعہ جو بکھرا تو کچھ ایسے ڈھب سے
دیکھتے دیکھتے زنجیرِ گراں بار ہُوا

میرے کمرے کے دریچے کے مقابل اس وقت
اِک کرن تک بھی نہیں، کچھ بھی نہیں، کوئی نہیں
آسماں اب نظر آتا ہے کچھ ایسا ویراں
جیسے یہ فصل مشیّت نے کبھی بوئی نہیں

مَیں کہاں ہُوں مری تنہائیو! میرے خوابو!
میری مجبور امنگو! مری پیاسی نظرو!
یہ کوئی زیست کا لمحہ ہے کہ سکرات کا پل
میرے ماحول کے گھیرے ہیں ذرا جھانکو تو

میری سانسوں کی صدا، میری گھڑی کی ٹک ٹک
اس کچلتے ہُوئے سنّاٹے سے کیا اُلجھیں گی
پھر سے آباد ہُوا جب یہ دریچے کا شگاف
اُلجھنیں مرے خیالوں کی جبھی سُلجھیں گی

۱۹۴۷ء

عنفوانِ شباب

شبنم آئینہ بدست آئی سرِ برگِ گلاب

ایک معصوم کلی

شاخساروں سے ہمک کر نکلی

آئینہ دیکھ کے شرمائی، لجائی، کانپی

جھرجھری لے کے سنبھلنا چاہا

لیکن احساسِ جمال

ایک کوندا ہے جو لپکے تو لپکتا ہی چلا جاتا ہے

اور معصوم کلی

کپکپاہٹ کے تسلسل سے چٹکنے پہ جو مجبور ہوئی

چُور ہوئی

غنچہ تخلیق ہوا

آئینہ چونک اُٹھا

۱۹۴۷ء

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

تشن

کتنی بوڑھی ہے مرحوم انور کی ماں
جو لٹکتی بھووں کو اُٹھا کر
نہ جانے افق پر کسے دیکھتی ہے!

افق کی طرف چند ویران پگڈنڈیاں جا رہی ہیں
لچکتی ہُوئی، پیچ کھاتی ہُوئی
زرد ٹیلوں کی آسیب آلُود وحشت بڑھاتی ہُوئی
اپنی منزل کو چھُونے سے پہلے
چھلاوے کی مانند نظروں سے غائب ہُوئی جا رہی ہیں

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS

کچھ تو کہتی ہے مرحوم انور کی ماں
نطق کا کام لیتی ہے ٹھوڑی کی جھلّی کے اقلیدسی زاویوں سے
"کہاں جا رہا ہے؟ کدھر کا ارادہ ہے اے نوجواں؟"
—"میں قوان وسعتوں میں گزشتہ زمانے کے آثار چُننے چلا ہوں
کہ تہذیبِ نو کے عجائب گھروں میں
شہنشاہوں کے ادھ کٹے ناخنوں کو بھی
بلّور کے مرتبانوں میں
انسانیت کی امانت سمجھ کر سجاتی ہے دُنیا
مگر تُو کہاں جا رہی ہے؟"

کتنی بھولی ہے مرحوم انور کی ماں
ٹکٹکی باندھ کر دیکھتی ہے مجھے
دیکھتی ہی چلی جا رہی ہے مجھے
جیسے بچّہ ستارے کے مٹتے ہوئے راستے کو تکے
اور تکتا ہی رہ جائے
—"انور کی ماں، تو کہاں جا رہی ہے؟"

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

جھر جھری لے کے مرحوم انور کی ماں سوچتی ہے
خدا جانے کیا سوچتی ہے
کہ ٹیڑھی سی لاٹھی کو ٹیڑھے سے ہاتھوں میں تھامے ہوئے
چند صدیوں کے بوسیدہ بُت کی طرح جم گئی ہے
مگر ساتھ ہی اس کی ٹھوڑی کی جھلّی کے اقلیدسی زاویوں میں
نیا زاویہ بن رہا ہے
جو کہتا ہے
—"تہذیبِ نو کے عجائب گھروں میں
شہنشاہوں کے ادھ کٹے ناخنوں کے تلے
اِک سپاہی کا ڈھانچا بھی ہو گا
جسے مَیں نے دس ٹکلیوں کے عوض
اب سے چھ سال پہلے
افق کی انہی چند ویران پگڈنڈیوں کے حوالے کیا تھا۔"

۱۹۴۷ء

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

اظہار

زندگی ساز کے پردوں میں سمٹتی ہی رہی
لیکن آواز کو ہر حال میں لہرانا تھا
ساز کے گو نجتے ہی راز بھی چھن سے بولے
بے بسی دامنِ نغمہ سے لپٹتی ہی رہی

موجِ نغمہ پہ سوار آئے ہیں اسرارِ حیات
شرم سے دبتے ہوئے، دب کے ابھرتے، گرتے
اپنے چہروں کو لپیٹے ہوئے افسانوں میں
جس طرح کنواریاں تکتی ہیں سہیلی کی برات

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

تھرتھری ہانتھ کی رُک جائے، تو لب ہلتے ہیں
لب اگر بند ہوں، گالوں پہ بکھرتے ہیں گلال
گال چھپ جائیں تو آنکھوں میں چمکتے ہیں چراغ
آنکھیں مند جائیں تو ماتھے پہ کنول کھلتے ہیں

راز آواز ہے، آواز ہے غمّازِ راز
یہی آواز مشیّت کا نقاب اُلٹے گی
کہ مشیّت بھی تو اک راز ہے مجبورِ نمود
ہیں شعاعوں کی لپکتی ہوئی باہیں غمّاز

سُرخ پوروں سے نقابِ رُخِ رنگیں چُنتا
میرے خوابوں کے خیاباں میں یہ کون آیا ہے!
کس کے انفاس سے بے چین ہُوا پردۂ ساز!
کاش اس آواز کو اِک پل مرا ماضی سُنتا

جون ۱۹۴۷ء

KATAB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

انسان

خدا عظیم، زمانہ عظیم، وقت عظیم
اگر حقیر ہے کوئی یہاں تو صرف ندیم
وہی ندیم، وہی لاڈلا بہشتوں کا
وہی ندیم، جو مسجود تھا فرشتوں کا
وہ جس نے جبر سے وجدان کو بلند کہا
وہ جس نے وسعتِ عالم کو اِک زقند کہا
وہ جس نے جرمِ محبت کی جب سزا پائی
تو کائنات کے صحراؤں میں بہار آئی
وہ جس نے فرش کو بھی عرش کا جمال دیا
وہ جس نے تند عناصر کو ہنس کے ٹال دیا
بڑھا تو راہیں تراشیں، رُکا تو قصر بنائے
اُڑا تو گیت بکھیرے، جھکا تو پھول کھلائے
وہ جس کے نام سے عظمت قسم اُٹھاتی ہے
اُسی کی آج خدائی ہنسی اُڑاتی ہے

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

نہیں ــــ کسی سے بگڑنا مرا سبھاؤ نہیں
مری سرشت میں گلزار ہیں، الاؤ نہیں
ہزار بار شکستوں پہ مُسکرایا ہُوں
مصیبتوں کی گرج میں بھی گنگنایا ہُوں

اگر حریم بقا سے فنا ملی ہے مجھے
اسی فنا میں بقا کی ادا ملی ہے مجھے
خدا شناس بھی ہُوں، اور خود شناس بھی ہُوں
خدا سے دُور بھی ہُوں اور خدا کے پاس بھی ہُوں

یہاں زمیں پہ بھی تخلیق کام ہے میرا
کہ کبریائی سے منسُوب نام ہے میرا
زمیں مری ہے، فضا بھی مری، خلا بھی مری
خلا مری ہے تو اقلیمِ ماورا بھی مری

خدا کے ذہن کا فن پارۂ عظیم ہُوں میں
تمام دہر کا دُولھا ہُوں میں۔ ندیم ہُوں میں

اپریل ۱۹۷۴ء

مجاز

ایک مٹّی کا دیا لَو کو سنبھالے کب تک
تیل بھی ختم ہے، طُوفاں بھی اُمڈ آیا ہے
اے بلندی کے خدا! تُو نے بنا کر پستی
کیا فقط جذبۂ تخلیق کو بہلایا ہے؟

چھلکا پڑتا ہے ستاروں سے ترا ساغرِ شب
میری قسمت میں فقط ایک چراغِ مُردہ
کیا تجھے عرش کی خلوت کا سکوں جچتا ہے
فرش پر ہو ترا محبُوب اگر آزُردہ؟

شکوہ سنجی مرا مقصود نہیں ربِّ کریم!
خود ترا حکم ہے، اخفائے حقیقت نہ کروں
تُو تجلّی کو جو آلُودۂ پستی نہ کرے
ایک مٹّی کے دیے سے بھی محبّت نہ کروں؟

۱۹۴۷ء

تاریخ کی آواز

سنسناتے ہیں اندھیرے تو لرزتے کیوں ہو؟
ہر نئی صبح کی تخلیق یونہی ہوتی ہے
رات کی آنکھ سے ڈھلکا ہوا تاباں آنسو
درحقیقت مرے جھومر کا گراں موتی ہے
بطنِ گیتی میں دھڑکتی ہیں تجلّی گاہیں
جب شفق شام کی وادی میں لہو بوتی ہے
کون جانے کہ چٹکنے کی ریاضت ہے یہی
لوگ کہتے ہیں کہ معصوم کلی سوتی ہے

KUTUB KHANA JALALI BOOKS

جب کلی چونک کے چٹکی تو گلستانِ جہاں
اِک الاؤ کی طرح شعلہ فشاں بھڑکے گا
قدریں بدلیں گی، یقیں بدلیں گے، تم بدلو گے
تیرگی میں بھی تجلّی کا گماں دھڑکے گا

مَیں تو کہتی ہُوں مشیّت بھی تڑپ اُٹھے گی
دستِ انساں سے جب اِک در کا در کھڑکے گا
نکہتِ گُل میں پگھل جائے گا کانٹوں کا وجود
اِتنی شدّت سے مرا ابرِ رواں کڑکے گا

۱۹۴۷ء

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

پیکر

جی نہیں، آپ نے بندے کو غلط سمجھا ہے!
حسن توصیف کا محتاج نہیں، جانتا ہوں
شکر ہے، میرا تصوّر بھی آوارہ مزاج
آج کیا، مَیں تو اسے دیر سے پہچانتا ہوں

آپ کے بال سیہ بھی ہیں، سنہرے بھی ہیں
اِک تجلّی ہے جو ظلمات پہ منڈلاتی ہے
یہ حقیقت ہے، تو اخفائے حقیقت کیوں ہو؟
مُنہ سے حق بات بہر حال نکل جاتی ہے

آپ ماتھے سے دوپٹے کو ذرا سرکا کر
ایک لمحے کو فقط، آئینہ دیکھ آئیے گا

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

چاند پر ایک تقابل کی نظر دوڑا کر
جو اثر پائیے گا، آپ ہی فرمائیے گا

جی نہیں، آپ کے ابرو ہیں، کمانیں تو نہیں
ہاں، مگر ان کے تناؤ کو ذرا کم کیجیے
ہر تناؤ میں ہیں تیروں کے تقاضے پنہاں
تیر چھوٹیں گے، کمانوں کو ذرا خم کیجیے

جی نہیں، آپ کی آنکھیں ہیں، کٹورے تو نہیں
دیکھیے، دیکھیے، پلکوں سے نہ چھلکیں نیندیں
آپ انگڑائی تو لیتے ہیں، مگر یاد رہے
اشک بن کر کہیں عارض پہ نہ ڈھلکیں نیندیں

شفق اُمڈے ہوئے بادل میں بھی رچ سکتی ہے
آپ دامن میں چھپاتے رہیں رخساروں کو
رنگ غماز ہے، مستور نہیں رہ سکتا
کس نے پردوں میں لپیٹا ہے چمن زاروں کو

لب فقط لب ہیں، یہی عظمتِ فن ہے اب تک
حُسنِ تشبیہہ کا منّت کشِ احسان نہیں
ہاں مگر یہ تو کہوں گا کہ لبوں کے دم سے
زندگی چشمۂ حیواں ہے بیابان نہیں

آپ ٹھوڑی کے لرزتے ہوئے مرمر کو کیوں
کپکپاتے ہوئے ہاتھوں میں چھپا لیتے ہیں
رات کے وقت بھی سوئی ہوئی لہروں پہ کنول
یوں مہکتے ہیں کہ بھونروں کو بلا لیتے ہیں

میں نے باہوں میں شعاعوں کو مجسّم دیکھا
ان کے ہالے میں تجلّی کے بھنور سے پائے
اور انگڑائی کی حالت میں لچکنا اُن کا
کوندا جس طرح لپکتے ہوئے خم کھا جاتے

یہ کفِ دست نہیں، نجمِ سحر ہے شاید
اُنگلیاں نور کے مچلے ہوئے فوّارے ہیں

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

آپ اس بات کا اقرار کریں یا نہ کریں
آپ کے ہاتھ حقیقت میں قمر پارے ہیں

یہ کمر، اور یہ مڑتے سے، پلٹتے سے خطوط
جس طرح ریشمی ڈنٹھل پہ کلی اُگ آئے
آپ چلتے ہیں، کہ خوشبو سے لدا اِک جھونکا
چمنستاں کے سایوں میں بھٹکتا جائے

آپ کا پیکرِ رنگیں ہے شہابِ ثاقب
یہ اگر صرف تصور ہے، حقیقت کیا ہے؟
عشق اور حسن کی توصیف کرے، ناممکن؟
جی نہیں، آپ نے بندے کو غلط سمجھا ہے

فروری ۱۹۴۷ء

رفتارِ زمانہ

جنوری ۱۹۴۷ء

یہ انقلاب بھی دیکھا کہ نو شگفتہ کلی
رمیدہ بو تو رہی، اب رمیدہ رنگ بھی ہے

ہوا نے شمع کی لو نوچ کر نگل ڈالی
ہوا کے ساتھ مگر منتقم پتنگ بھی ہے

چمن سے آئیں صدائیں، نوائیں کانوں سے
کہ زیست قطرۂ شبنم بھی اور سنگ بھی ہے

سنبھل سنبھل کے چلے آ رہے ہیں تیر انداز
شکارگاہ میں آہو بھی ہے، پلنگ بھی ہے

فرنگ ہی نے بہایا لہو ضعیفوں کا
اب اس بہاؤ کے ریلے میں خود فرنگ بھی ہے

عجیب شان سے نکھرا ہے ایشیا کا شباب
ادھر ہے چنگ تو اُس ہاتھ میں خدنگ بھی ہے

فریب خوردۂ پیماں ہُوں، آدمِ نو ہُوں
وہ امن جُو ہُوں جسے انتظارِ جنگ بھی ہے

KUTUB KHANA.
JALALI BOOKS
JALALI

ہرجائی

مری ہی دین ہے تیرا تبسم ہمہ گیر
ترے خرام کا لہراؤ ہے مرا ہی کمال
قدم قدم پہ نگاہوں نے وہ چراغ جلائے
ہر آئینے میں جھلکتا ہے صرف تیرا جمال

بھلا کسی کا ستاروں پہ کیا اجارہ چلے
زمانے بھر کے لیے وقف ہیں یہ قندیلیں
یہ سلسبیلِ تجلّی اِسی لیے ہے رواں
کہ تیرگی کے ستائے ہوئے ذرا جی لیں

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

مجھے خبر نہ ہوئی اور مری محبّتِ خام
کئی فسردہ دلوں کے لیے علاج بنی
مجھے پتہ نہ چلا اور مری یہی نیکی
جہاں کی لاج بنی، میری احتیاج بنی

میں سوچتا ہوں، کہ اے کاش تیرا پیکرِ ناز
بس ایک پل کے لیے صرف میرا ہو جاتا
مری نظر میں ستارے کچھ ایسے گھل جاتے
کہ آسمان و زمیں پر اندھیرا ہو جاتا

مگر یہ خام خیالی خلافِ فطرت ہے
کبھی رُکے ہیں پتنگے اگر چراغ جلے؟
زمانے بھر کے لیے وقف ہیں یہ قندیلیں
بھلا کسی کا ستاروں پہ کیا اجارہ چلے!

۱۹۴۶ء

مسافر

اونگھتی راہ پہ شبنم کی خمیدہ شاخیں
جانے کس سوچ میں مبہوت، جھکی آتی ہیں
موج در موج، پُراسرار گھنی تیرگیاں
سنسنی بن کے خلاؤں میں رچی جاتی ہیں

کوئی جگنو! کوئی تارا! کوئی کرنوں کی رمق!
کچھ نہیں، کچھ بھی نہیں، حشر کی تمہید ہے رات
ساتھیو! سردیپتا ور میں سمٹتے بھونرو
کچھ کہو، کچھ تو کہو، کوئی کہانی، کوئی بات

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

ڈور موٹر نے سُلگتی ہُوئی آنکھیں کھولیں
چاک در چاک شبِ تار کا پیراہن ہے
میرے پیکر سے اُچٹ کر مرا سایہ رینگا
فقط اِک دل ہی نہیں، ایک جہاں رُوشن ہے

روشنی ایک اُمڈتا ہُوا سیلاب بنی
سُن سے آئینۂ احساس پہ کوندے لپکے
ڈولتی رہ گئیں شبنم کی لچکتی شاخیں
جس طرح نیند میں ڈر کر کوئی آنکھیں جھپکے

وگئی شدّت سے خلاؤں میں گھلی تاریکی
دل میں امید کا مبہم سا نشاں بھی نہ رہا
ساتھ چھوڑا تھا مرا جس نے تجلّی میں کبھی
وہ سہارا مری قسمت سے یہاں بھی نہ رہا

۱۹۴۶ء

صحرائے لیبیا میں

رِیگِ زرّیں کے لبادے کو اُڑاتا، رینگا
اِک سیہ فام سپاہی کا پُرانا ڈھانچا
اِک فرنگی کی نئی لاش کے نزدیک رُکا
اور پرکھا کبھی سینہ، کبھی سر کو جانچا

دیر تک کھو کھلی آنکھوں کی ترازو تھامے
اُس کا روندا ہُوا، جھلسا ہُوا پیکر تولا
ہڈیاں بجنے لگیں، جھڑنے لگے انگارے
جب وہ چِٹخے ہُوئے جبڑے کو ہلا کر بولا

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

"میرا صحرا، مرا آسیب، مرا سنّاٹا
آج آباد ہُوا ہے ترے دم سے ہمدم
میری پستی بھی غلط، تیری بلندی بھی غلط
موت نے زیست کے زخموں پہ رکھا ہے مرہم

"تُو نے افرنگ کی شاہی کی قسم کھائی تھی
مَیں نے شاہی کی تباہی کی قسم کھائی تھی
متفق کون نہیں اس پہ کہ ہم دونوں نے
ایک مجبور سپاہی کی قسم کھائی تھی

"زندگی چند عقیدوں کے سوا کچھ بھی نہیں
ان عقیدوں کے تصادم سے ہے عالم میں بہار
کتنی دلچسپ حقیقت ہے یہ اضداد کا حُسن
میرے چہرے کی سیاہی ترے چہرے کا نکھار

"رنگ اور نسل کا یہ سحر تو ٹوٹا لیکن
اسی شدّت سے ہے قائم تری بیگانہ روی

کتنا شاداب نظر آئے یہ صحرائی مزار
چاکِ ہستی کی اگر مل کے کریں بخیہ گری

"ایک ہی قطرے کا اعجاز نہیں فوّارہ
ایک گھر سے نہیں بستا کوئی قریہ، کوئی شہر
سات رنگوں کے مرکّب سے کرن بنتی ہے
ایک ہی رنگ نہیں باعثِ رنگینیٔ دہر"

۱۹۴۶ء

JALALI BOOKS
KUTAB KHANA.
JALALI

LIBRARY
ADABIYAT-E-URDU
ACC. No. 34... 241
Date 12 دسمبر 76

ناتمام

کنول کی پیالیوں کو دھول سے پُر کرنے کو
ہوائیں جھاڑیوں کی آڑ میں گھاتیں لگاتی ہیں
افق پر مرتسم شہتوت کے موہوم سائے کو
اُبھرنے چاند کی کرنیں نمایاں کرتی جاتی ہیں
یہ جگنو اُڑ رہے ہیں یا بقا کی طعنہ زن پریاں
پلوں کو لوٹ کر میری فنا پر مسکراتی ہیں
ستارہ ٹوٹتا ہے، تیرگی کا پیٹ بھرتا ہے
ارادے پھولتے ہیں قسمتیں طوفاں اُٹھاتی ہیں
مجھے معلوم ہے، یہ پھول کانٹوں کے نشیمن ہیں
مگر گُل چینیوں سے کب اُمنگیں باز آتی ہیں

نہیں اے ہم نفس! مَیں جنّتِ عرفاں سے باز آیا
مجھے حُسنِ مجسّم کا یقیں آئے تو کیوں آئے!
زمیں پر اِس لیے بھیجا گیا ہے ابنِ آدم کو
کہ رحمت کے لیے دامن بڑھائے بجلیاں پائے
مشیّت کے مظاہر کا بظاہر مدّعا یہ ہے
کہ انساں چند سالوں کے لیے نابود ہو جائے
گُل و گلزار پر جب ثبت ہیں مہریں وراثت کی
تو انساں کنکروں پر لیٹ کر کیا دل کو سمجھائے
مَیں شاعر ہُوں، مجھے تاویل کے حیلے نہیں آتے
فقیہوں کا یقیں کوئی کہاں سے ڈھونڈ کر لائے

یقیں — یعنی جہنّم پر گلستاں کا گماں کرنا
چٹانوں تک کو انبارِ حریر و پرنیاں کہنا
کسی موہوم منزل کے تصوّر میں رواں رہنا
شکستہ تربتوں کو اس مسافت کے نشاں کہنا
نہ آنکھیں کھولنا پل بھر، نہ سُننا دل کا واویلا
مصیبت کو مسرّت، ابتلا کو امتحاں کہنا

شکستِ آگہی کو عرش کی عظمت عطا کرنا
تصوّر کو خلا، عجزِ نظر کو آسماں کہنا
پَروں کو کیا کروں، پرواز پر بیٹھے ہیں جب پہرے
مجھے آتا نہیں کنجِ قفس کو آشیاں کہنا

فرشتوں نے اگر سجدہ کیا تھا ابنِ آدم کو
تو اب مسجود کے بارے میں جانے کیا ارادے ہیں
یہاں اِک دانۂ گندم نے لُوٹی آبرو اپنی
وہاں مغرب میں صدیوں کے لُٹیرے شاہزادے ہیں
یہاں عورت کی ننگی چھاتیوں سے خوں رِستا ہے
وہاں کی وحشیاؤں کے بھی اطلس کے لبادے ہیں
اگر اِک واقعہ ہوتا تو کہتے اتفاق اس کو
مگر لاکھوں سزائیں اور سزاؤں کے اعادے ہیں
لپکتی بجلیاں سرگوشیاں کرتی ہیں آپس میں
کہ فرزندانِ آدم کتنے بھولے، کتنے سادے ہیں

مری سادہ دلی میرا مقدّر ہی سہی — لیکن
مجھے احساس ہے انساں کی گردوں مقامی کا

نہ جانے مجھ پہ افرنگی کی شاہی کیوں مسلّط ہے
بھلا اِک فرض کیا کم تھا مشیّت کی غلامی کا

بغاوت بندگی سے اور آدم کش عناصر سے
یہی چارہ ہے باقی، عُمر بھر کی تشنہ کامی کا

زمیں کی دھجیاں تاروں کی جانب اُڑنے والی ہیں
یہی اب کام دیں گی نوعِ انساں کے پیامی کا

نئے ابہام کے اسرار کو اب فاش کر، ورنہ
قیامت ہی نہ ہو انجام میری ناتمامی کا

۱۹۴۶ء

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

قیاس

چودھویں رات کا یہ چاند ہے یا برگِ خزاں دیدہ ہے
تیرے جانے سے دھند لگے ہی دھند لگے ہیں فضا پر طاری
کہیں شیشے ہی نم آلود نہ ہوں کھڑکی کے!

ایک اُنگلی کا نشاں نُور کے مینار کی مانند اُگا
وہ روش ہے وہ سفیدے کا چمکتا سا شجر ہے وہ رہی پھلواری
کھیل اندازِ نظر کے بھی ہیں کیسے کیسے؟

پھر وہی بات! — وہی دھند کا زنداں، وہی اُجڑی ہُوئی رات
کبریائی کے یہ اسرار ہیں یا شوخ عناصر کی نئی عیّاری
آخر انسان مشیّت سے کہاں تک اُلجھے!

JALALI BOOKS

چاند روشن ہے مگر میری پنہ گاہ میں تاریکی ہے
تُو بھی اِس وقت کسی دُور کی نگری میں ہے، میری پیاری!
دیکھ سکتا ہُوں فقط تیرے گریزاں سائے!

سوچتا ہُوں، مری آنکھیں ۔ مرے آئینے نم آلُود نہ ہوں
کچھ نہیں، کچھ بھی نہیں، وہم سے ہوتی ہے کہاں دلداری
کبھی تارے بھی دُھواں دھار زمیں پر اُترے!

۱۹۴۶ء

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

لمحہ بہ لمحہ

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

(۱)

ریستوراں کے فرش پہ لرزاں سائے رقّاصاؤں کے
ذہن میں جیسے گڈمڈ ہو کر ناچیں راز خداؤں کے
چھنن چھنن چھن! — اے رقّاصہ! فن پر یہ آوازے کیوں؟
جس کی لَو سے پھول لجائیں، اُس چہرے پر غازے کیوں؟
یُوں تک جیسے چاند کی کرنیں، یُوں سُن جیسے ربِّ قدیر
وقت کے اس لمحے کا تاثّر عالم گیر ہے عالم گیر!

(۲)

راوی کی لہروں پہ رواں ہیں قاشیں چاند ستاروں کی
کس منزل کو لپکی یہ نورانی فوج سواروں کی
چپ شپ! ۔ جھکتے تنتے مانجھی! تجھ کو سبک ڈانڈوں کی قسم
دھیرے دھیرے ہولے ہولے، کاٹ یہ ابرو کا سا خم
یوں مڑ جیسے پھول کی پتّی، یوں چل جیسے سرگوشی
وقت کے اس لمحے کا تقاضا مدہوشی ہے مدہوشی

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

(۳)

کھیتوں کی ہریاول پر یہ دھبّے ہیں دہقانوں کے
یا گیتی نے اُگلے بوسیدہ تابوت انسانوں کے
سرسر! دھپ دھپ! اے محنت کش! چھوڑ درانتی، توڑ کدال
چاک ہُوئی دھرتی کی چھاتی، مجھ کو اس محشر سے نکال
چار طرف سے گھیر چکے ہیں جلتی سانسوں کے پیچاک
وقت کے اس لمحے کی حقیقت آتش ناک ہے آتش ناک

(۴)

یہ کس راجہ کا ایواں ہے ملبے کے انباروں میں
جیسے بلوائی کی بیٹھک لُٹے ہوئے بازاروں میں
اُلٹی سانسیں، اٹکی آہیں! — اے راہی! یہ راز ہیں کیا!
پچکے پیٹ، دریدہ رانیں، زیست کے یہ انداز ہیں کیا!
راجہ اُٹھا ڈال کے اپنی پیٹھی میں فردا کا نظام
وقت کے اس لمحے کا ارادہ خون آشام ہے خون آشام

(۵)

معصوم انساں کے لاشے پر فتح کے پرچم لہرائے
استبداد کی بیخ کنی میں کتنے انساں کام آئے
ہاریں استبدادی قومیں، لیکن کس کی جیت ہوئی
یورپ کی بے رحم سیاست پورب کی کب میت ہوئی
تمغوں کی تقسیم ہوئی ہے پورب کے بلوانوں میں
"مالِ غنیمت" سمجھا ہے یورپ کے تمدن خانوں میں

(۶)

نومیدی کی دُھند میں غلطاں جگنو احساسات کے ہیں
اوس کے پرّاں قطرے ہیں یا تارے پچھلی رات کے ہیں
جگنو اُڑتے شعلے بن کر دھرتی سے ٹکراتے ہیں
جھلمل جھلمل، ڈگمگ ڈگمگ، ہچکولے سے آتے ہیں
موت سے بھڑ جانے کے ارادے، اور جینے کی تیاری
وقت کے اس لمحے کا بلاوا بیداری ہے بیداری

۱۹۴۶ء

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

جلال و جمال

نذرِ سالکؔ ؎

تخییل کے مرمریں دریچے
افکار کے زرفشاں شبستاں
اِک ولولۂ حیاتِ تازہ
اِک عزمِ قوی کی تیغِ عریاں
اِک گھاؤ سا، مرہموں سے عاری
اِک درد سا، بے نیازِ درماں
بے منّتِ بادہ، سرخوشی سی
بیخوفِ جمود، قلبِ سوزاں

؎ : مولانا عبدالمجید سالکؒ

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

اسرار کا قلزمِ کف آلود
احساس کی مشعلِ درخشاں
سنجیدہ و پُرفشاں تفکّر
طرّار و جمیل و زمزمہ خواں
ملبوسِ فسانہ میں حقائق
الفاظ کے پیرہن میں طوفاں
شعروں میں لطیف سی بھیربیری
تالاب میں جیسے موجِ لرزاں

دراصل ندیم کے ترانے
پرتو سے ترے ہیں جلوہ افشاں
یہ ساز یہ سوز یہ تاثر
سب تیرے کرم کے ہیں ثناخواں
بھٹکی ہوئی عقل کے سہارے!
بھکی ہوئی روح کے نگہباں
سمٹی ہوئی فکر کے مسیحا!
سہمی ہوئی زندگی کے ساماں

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

اے سالکِ شاہراہِ انجم!
اے چرخِ سخن کے ماہِ تاباں!
فنکارِ ازل کے شاہپارے
افسانۂ دوستی کے عنواں
یہ شعر، یہ زندگی کے خاکے
(تاریخِ امم، بیابانِ خوباں)
گو زیست سے بھی ہیں یہ گراں تر
یہ نذر ہیں تیرے آستاں پر

KUTUB KHANA.
JALALI BOOKS
JALALI

ناگزیر

دریچوں میں جالے، حجروں میں سائے، ستونوں پہ دھبّے، چھتوں پر دھندلکے
ہواؤں میں مچلتے ہوئے سے اندھیرے، کہیں گہرے گہرے، کہیں ہلکے ہلکے
اِدھر مرمریں فرش کی اُکھڑی اُکھڑی سِلوں پر ہیں قرنوں کی چوٹیں نمایاں
اُدھر آئینہ رنگ دیوار پر ہیں خراشوں کی صُورت میں صدیوں کے عنواں
یہاں دھول پر چند کیڑوں نے لکھی ہے تاریخِ ماضی انوکھی زباں میں
وہاں اک نمو لے کے پنجوں کی دھاری — گریں پتیاں جیسے آبِ رواں میں

دریچوں میں پردے، حجروں میں شمعیں، ستونوں پہ روغن، چھتوں پر اُجالے
کھُلے تذکرے زُلف و رُخسار و لب کے، ڈھلے قہقہے جیسے رُوئی کے گالے
یہ ملبوس کی سلوٹوں میں، ہوا میں فضا میں رواں ایک گمبھیر خوشبو
یہ باہوں میں جکڑے ہوئے نرم پیکر، لچک جیسے کونپل، لپک جیسے آہو

اِدھر مرمریں ساغروں میں مئے ناب رقصاں ہے، جیسے گلابی سویرا
اُدھر آئینہ رنگ دیوار پر ہے کسی اجنبی مملکت کا پھریرا

نہیں — وقت، سُورج کی زرکار بیلی کو، پل بھر کو بھی روک سکتا نہیں ہے
نہیں — یہ جہاندیدہ کاہن کبھی انقلابات کو ٹوک سکتا نہیں ہے
لیکنا ہے اس کے مقدّر میں شامل، پلٹنا بھی دُشوار، تھمنا بھی مشکل
یہ راہی قیامت میں سستا سکے گا، ازل اِس کی نگری، ابد اس کی منزل
اگر وقت کی شاہراہیں معیّن ہیں — یہ شام، یہ شب، یہ پَو، یہ سویرا
تو دہکے ہوئے سُرخ پہیوں کے چکّر میں جل جائے گا اجنبی کا پھریرا

۱۹۴۶ء

JALALI BOOKS

خون

شفق، شراب، شرارہ، گلاب، گال، گلال
یہ سب کبھی مری فن کاریوں کا غازہ تھے
اِنھیں سے مَیں نے حقائق کی تلخیاں دھوئیں
اِنھیں سے رنگ مری شاعری کے تازہ تھے

شباب میرے ترانوں کی شوخ سُرخی تھی
مری نظر میں صداقت بھی تھی شراب آلود
مگر ندیم — یہ کتنی کڑی حقیقت ہے
کہ میرے ذہن کی انگڑائیاں تھیں خواب آلود

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

مری نگاہ شبستانِ یار پر تو پڑی ،
مگر وہیں سے پلٹ آئی لڑکھڑاتی ہُوئی
نہ پا سکی وہ اٹل ، وہ عظیم سچّائی
رواں ہے جو دلِ انساں میں سرسراتی ہُوئی

شفق، شراب، شرارہ، گلاب، گال، گلال
یہ رنگ پھیکے ہیں، مجھ کو نہ تھا مگر معلوم
اِک اور رنگ ہے جو رنگ بھی ہے نُور بھی ہے
بغیر اُس کے شباب و نگار سب معدوم

سنور چکی ہے اسی رنگ سے عروسِ حیات
یہی سنگار اب اِک اور رنگ لائے گا
پھٹے گا قلبِ زمیں، بِلبلا اُٹھے گا لہُو
زمانہ چاہے گا لیکن اماں نہ پائے گا

۱۹۴۶ء

عقیدے

اپنے ماضی کے گھنے جنگل سے —
کون نکلے گا! کہاں نکلے گا!
بیکراں رات، ستارے نابود
چاند اُبھرا ہے؟ کہاں اُبھرا ہے؟
اِک فسانہ ہے تجلّی کی نمود
کتنے گنجان ہیں اشجارِ بلند
کتنا موہوم ہے آدم کا وجود
مضمحل چال — قدم بوجھل سے
اپنے ماضی کے گھنے جنگل سے —

مجھ کو سوجھی ہے نئی راہِ فرار
آہن و سنگ شرر برسائیں

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

آؤ اشجار کی بنیادوں پر
تیشہ و تیغ و تبر برسائیں
اک تسلسل سے ہم اپنی چوٹیں
بے خطر بارِ دگر برسائیں

ذہن پر چھائے ہوں کیوں بادل سے!
اپنے ماضی کے گھنے جنگل سے —
نوعِ انساں کو نکلنا ہوگا
ان اندھیروں کو نکلنا ہوگا

۱۹۴۶ء

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

چھٹو اے عقیدوں کی مبہم گھٹاؤ
ہٹو اے رواجوں کے مُردہ وقارو
پلٹ آؤ اے لامکاں کے خیالو
سمٹ جاؤ اے دو جہاں کے کنارو
سما جاؤ جمہور کی آندھیوں میں
شہنشاہیت کے سنہری غبارو
ٹھٹک کر وہ کچھ سوچتا ہے زمانہ!
ندیمؔ اب بُلاؤ، ندیمؔ اب پکارو

۱۹۴۶ء

JALALI BOOKS

سمندر پار کے "فرشتہ ہائے رحمت" سے

(وزارتی مشن ۱۹۴۶ء کی واپسی پر)

عذاب جہاں تھا اگر مملکت کا استقلال
تو کیا ضرور تھے ہنگامہ ہائے گفت و شنید
معلّمینِ سیاست! تکلّفات ہیں یہ
کہ خود شناس ہے انسانیت کا دورِ جدید

نہ جانے کب سے یہ طفلانہ کھیل جاری ہے،
تمھاری "عقدہ کشائی" — ہماری محرومی
مذاق پر اُتر آئی ہے جب شہنشاہی
تو اپنے آپ کو پہچانتی ہے محکومی

تمھارے ذہن کی یہ موشگافیاں ہی تو ہیں
کہ حرّیت کی خرید و فروخت ہے دُشوار
خزاں کے بعد یقیناً بہار آتی ہے
نہیں ہے عادتِ فطرت کو مصلحت درکار

مورّخوں سے کہو۔ خُون میں ڈبوئیں قلم
بدل چکا ہے ارادے میں اضطراب اپنا
خزاں رہے کہ بہار آئے، ہرچہ بادا باد
اب اِک زقند کا ہے منتظر شباب اپنا

۱۹۴۶ء

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

ہمسنوں سے

فسردہ رخو، بے بسو، بے قرارو
بس اب سر سے پشتارۂ غم اتارو

بھلا عرصہ گاہِ حقیقت سے کب تک
ہراساں رہو گے مرے شہ سوارو

دبکنے کے بعد اب جھپٹنا بھی سیکھو
فرنگی کے اے بھولے بھالے شکارو

نئی کونپلیں منتظر ہیں تمھاری
خزاؤں کے زنداں سے نکلو بہارو

ابھی حسن تکتا ہے رستہ تمھارا
جوانی کی اے مضمحل یادگارو

زمانے کی یہ وسعتیں ہیں تمھاری
بیاباں نصیبو، غریب الدیارو
سنبھل کر چلو، متحد ہو کے لپکو
جوانوں کی اے ٹیڑھی بینکی قطارو
پہاڑوں کی رفعت فریبِ بصارت
یہ انبارِ خاشاک ہے اے شرارو
ستاروں کے بعد اب دلوں میں بھی جھانکو
جواں شاعرو، شوخ جادو نگارو

اُدھر تن کا پربت، اِدھر من کا صحرا
یہی ہے کڑا موڑ مغرب کے دھارو
ہوائیں اُبھرنے کو ہے منقفِ آہن
ستونو ہٹو، راستہ دو سہارو
ہمیں کیا سکھاؤ گے تہذیب، جاؤ
تم اپنے تمدن کا لاشہ سنوارو
یہاں سے وہاں تک ہماری حکومت
یہاں سے سدھارو، وہاں سے سدھارو

KUTUB KHANA.
JALALI BOOKS
JALALI

نئی بغاوت

ایک بار اور بھی برسے گا چھما چھم بادل
ایک بار اور بھی تقدیرِ زمیں چمکے گی
ظلمت آبادِ جہاں کا کلیں چھٹکائے گا
مثلِ نجمِ سحر انساں کی جبیں دمکے گی

ناتراشیدہ بُتوں کے ہیں یہ کہسار انبار
یہ کھلے دشت ابھی ہیں کئی گلزاروں کے
ان دلآویز ہواؤں میں حسیں گاؤں میں
کتنے خاکے ہیں مچلتے ہوئے مہ پاروں کے

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

ابھی انساں کو مشیت کی حنا بندی میں
نظر آتا ہے لٹکتا ہوا ہابیل کا خوں
ابھی تخییل کی پرواز پرایاں بن کر
خندہ زن رہتا ہے غمّاز فرشتوں کا جنوں

ابھی تقدیر کی زلفوں کے وہی کس بل ہیں
ایک لٹ بھی ابھی ادراک کی باہوں پہ نہیں
ابھی ذہنوں پہ ہیں تقدیس کے کابوس سوار
اور نگاہیں ابھی شاداب گناہوں پہ نہیں

ابھی تاریخ کی ہیبت ہے دلوں پر طاری
ابھی انساں سے شہنشاہ کا رتبہ ہے بلند
یہ چھناکے سے جو ہوتے ہیں شفق زاروں میں
قصر فردا میں تھرکتے ہوئے رقاص ہیں چند

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

ابھی اوطان میں محبوس ہے آدم کا شرف
مُردہ ہے دل ابھی، افسردہ ہے احساس ابھی
تجربہ گاہِ فلک ہیں۔ کوئی دن جاتا ہے
اِک نئے ڈھنگ سے ترشے گا یہ الماس ابھی

ایک بار اور بھی ٹوٹے گا عناصر کا جمُود
ایک بار اور بھی آدم کو ملے گا بن باس
ایک بار اور بھی شیطاں کی بغاوت ہو گی
ایک بار اور بھی بھٹکے گا وہ اسرار شناس

۱۹۴۶ء

سامنا

نقرئی چاند نے پیپل کی گھنی شاخوں میں
اپنی کرنوں کے لپکتے ہوئے تار اُلجھائے
جھیل کی سطح پہ یُوں لوٹ رہی ہیں لہریں
جیسے راہی کو جماہی پہ جماہی آئے
سرسراتی ہے کچھ اس طرح ببولوں میں ہوا
کانکن کان کے پاتال میں جیسے گائے

میرے بچھڑے ہوئے محبوب، قریب آجاؤ
میں وہی ہُوں، مری حالت سے نہ دھوکا کھاؤ
خاک آلود جبیں پر مری، تارے چھِڑکو
میری جلتی ہوئی آنکھوں میں شفق ٹپکاؤ
آؤ، آؤ میرے دیرینہ و تنہا ساتھی
میرے آئینۂ ماضی کی جِلا بن جاؤ

جسم؟ میں جسم کا بھوکا ہوں؟ مجھے جسم سے کیا!
مجھ کو معلوم ہے اس کانچ کے سپنے کا مآل،
ہونٹ بے رس ہیں۔ چمک خون کی بے مایہ ہے
گال بے رنگ ہیں۔ فانی ہے جوانی کا گلال
تم تو بالوں کو بکھیرے ہی چلے جاتے ہو
اسی ظلمت میں ہے خورشیدِ محبت کا زوال

عشق کی تان، ٹھہر نا تو، کہاں ٹوٹے گی!
میرے کانوں میں بھی شاید کوئی آواز آئے
سازِ تقدیس کے تارو، کوئی نغمہ، کوئی دُھن!۔
کیسی چُپ چاپ ہے۔ اب کوئی نہ آنے پائے۔
نقرئی چاند نے پیپل کی گھنی شاخوں میں
اپنی کرنوں کے لپکتے ہوئے تار اُلجھائے

۱۹۴۶ء

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

یادش بخیر

محبت کے تبسّم آج بھی جس سے درخشاں ہیں
وہ اک بے اختیار و بے محابا مسکراہٹ تھی

وہ ہر آواز میں اک گدگدی سی، اک تقاضا سا
یہ دل کی دھڑکنیں تھیں یا ترے قدموں کی آہٹ تھی

ابھی تک چونک چونک اٹھتا ہوں راتوں کی خموشی میں
ترے ملبوس میں گاتی بلاتی سرسراہٹ تھی

تری پہلی نظر میں بجلیوں کا سا قرینہ تھا
کماں کی سی لچک تھی، تیر کی سی سنسناہٹ تھی

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

ستاروں میں رچی، دل میں سمائی، برق میں کوندی
مری آغوش میں جو تیری پہلی تلملاہٹ تھی

اُمیدوں کے چمن میں دیر تک جاری رہے نغمے
کلی چٹکی تھی یا دوشیزگی کی کسمساہٹ تھی

ترے گیتوں میں احساسِ جوانی جھنجھناتا تھا
رواں پانی میں بہتی چاندنی کی لپلپاہٹ تھی

وہ تیرے بے سبب رونے سے عارض کا دہک اُٹھنا
مَیں سمجھا برگِ گُل پر شبنموں کی کپکپاہٹ تھی

مگر یہ ذکر ہے اُس دور کا جب تیری سانسوں میں
سحر کی اوّلیں انگڑائیوں کی تھرتھراہٹ تھی

۱۹۴۶

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

لمحاتِ گریزاں

میں ابھی وقت کو پابندِ سلاسل کر لوں
چاند رک جائے، ستاروں کے سفینے تھم جائیں
یہ خلاؤں میں لپکتی ہوئی کافر گھڑیاں
دم بخود ہو کے ہواؤں کی ندی میں جم جائیں

یہ صنوبر کا سُبک اور چھریرا سایہ
آتشیں رنگ چٹانوں سے لپٹ کر سو جائے
اور یہ لمحہ، یہ جوانی کا گریزاں لمحہ
اتنا پھیلے کہ مجسّم ابدیّت ہو جائے

KITAB KHANA JALALI BOOKS JALALI

یہی جھرنے کا حسیں موڑ نگاہوں میں رہے
یہی پھولوں سے لدی بیل، یہی چھتنا را
یہی معصوم ترنّم، یہی پربت کا سکوت
یہی ہالا مری باہوں کا، یہی مہ پارا

یہی بھیگے ہُوئے ہونٹوں کی گلابی قوسیں
یہی عارض، یہی چہرے کا مدوّر مرمر
یہی آنکھوں میں دمکتا ہُوا اُبھرا پُر نور شباب
اور یہی جسم، یہی کعبۂ احساس و نظر

آخر انساں ہُوں مشیت سے اُلجھنے والا
اوجِ افلاک کے اسرار کا غمّاز ہُوں مَیں
جس کی پرواز میں خود خلوتِ یزداں ہے محیط
وہ دُھندلکوں سے اُلجھتا ہُوا شہباز ہُوں مَیں

لیکن اِک بات۔ محبت کے تقاضوں سے الگ
اپنا انجام نہ بن جائے یہی ٹھہراؤ۔

اور وہ جبرِ مسلسل — وہ جمودِ ابدی
ابنِ آدم کے کلیجے کا پرانا گھاؤ

شام کو کتنا دلآویز تھا سورج کا غروب
لیکن اب صبح کا محتاج ہے یہ نظارا
کیا عجب، وقت ہمیں پھر بھی مہیا کر دے
بھی پھولوں سے لدی بیل، یہی چھتنارا

۱۹۴۶ء

KUTUB KHANA.
JALALI BOOKS
JALALI

ترکِ محبت کے بعد

غیر کی ہو کے بھی تم میری محبت چاہو
اس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں یہ تارے کیسے!
فرش پر جس کو ابھی تک نہ ملی جائے پناہ
عرش سے چاند کا ایوان اتارے کیسے!
جس کی راہوں پہ بھٹکتے ہوئے جُگ بیتے ہیں
پھر اسی دشت کو بدبخت سدھارے کیسے!
قافلے آئے، گئے، گرد اُٹھی، بیٹھ گئی
اب مُسافر کو اُفق پر سے اشارے کیسے!
جن کی تقدیر میں تھا دامنِ گلچیں کا مزار
وہ شگوفے تو پرائے ہیں، ہمارے کیسے!

پیش کر سکتا ہُوں لیکن تجھے بہلانے کو

چاندنی رات میں مچلے ہُوئے رُومان کی یاد

بیدِ مجنوں کے طلسمات سے پل پل چھنتی

آسمانوں کو لپکتی ہُوئی اِک تان کی یاد

میری وارفتگیِ شوق کی سُن کر رُوداد

تیری آنکھوں میں دمکتے ہُوئے ارمان کی یاد

دونوں چہروں پہ شفق، دونوں جبینوں پہ عرق

دونوں سینوں میں دھڑکتے ہوئے ہیجان کی یاد

"کون ہیں آپ؟" "مری زیست کے تنہا ساتھی"

پہلی پہچان کی یاد — آخری پیمان کی یاد

۱۹۴۶ء

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

دن ڈھلے

اور کس دُھن میں محبت کا ترانہ چھیڑوں

وُہی پلٹے، وہی تانیں، وہی زیر و بم ہیں
جن کو ماضی کے مزاروں سے اُٹھا لایا ہُوں
وُہی بجتے ہُوئے الفاظ، کھنکتے ہُوئے بول
جن کو یادوں کے دُھندلکوں سے بُلا لایا ہُوں

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

وُہی آغاز — ترے بال، ترے لب، ترے گال
وُہی انجام — ترا سحر، ترا مَس، ترا رس
مری آواز وہی ہے، مرا انداز وُہی
ایک نغمہ ہے سراپا - مری رگ رگ نس نس

گیت بدلا ہے نہ گت بدلی ہے مَیں نے، لیکن
تجھ کو ایّام کی گردش نے بدل ڈالا ہے
اب وہ رنگ ہیں گالوں میں، نہ رُو بالوں میں
اب فقط میرا تصوّر ترا رکھوالا ہے

انقلابات سے آزاد رہی فطرتِ عشق
حُسن بدلا۔ مگر احساس سے محرُوم رہا
اس تغیّر کا ہدف ایک تری ذات نہیں
زہرہ فاموں کا ازل سے یہی مقسوم رہا

عشق کا ساز شکستہ نہیں ہونے پاتا
اس کے ہر تار سے صرف ایک صدا آتی ہے
یہ صدا۔ زخمہ زنِ عرش کے دل کی دھڑکن
جس کی عصمت کی ہشیّت بھی قسم کھاتی ہے
اور کس دُھن میں محبّت کا ترانہ چھیڑوں

۱۹۴۶ء

تفاوت

سنہ ۱۹۱۸ء

آسماں پر ہیں رقصاں ستارے وہی
نقرئی چاندنی کے ہیں دھارے وہی
پربتوں پر ندی کے طرارے وہی
رہگزاروں میں رخشاں شرارے وہی
ساری دُنیا وہی، سب نظارے وہی

آدمیت بدستور مجبور ہے
اور مشیّت بدستور مغرور ہے
جینا مرنا ہی دیرینہ دستور ہے
زندگی ان سوالات سے چوُر ہے
تشنگی ہی ابھی جن کا مقدور ہے

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

رائی کی کوہ پر برتری بھی وہی
بادہ سازوں کی تشنہ لبی بھی وہی
خانقاہوں کی یزداں گری بھی وہی
خواجگی بھی وہی — بندگی بھی وہی
آدمی کو "غمِ آدمی" بھی وہی

زندگی کے پرانے تقاضے وہی
سارے چہرے وہی سارے غازے وہی

۱۹۴۶ء

آسماں پر نمایاں نئے رنگ ہیں
تارے گلرنگ ہیں (آدمی دنگ ہیں)
ان کی پروازیں کتنی ہم آہنگ ہیں
ایک آواز ہے، ان گنت چنگ ہیں
ایک تصویر ہے، لاکھ ارژنگ ہیں

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

ایک ذرّہ جہنّم بدوش! الاماں
ایک بندہ خدائی فروش! الاماں
زندگی کا یہ جوش و خروش! الاماں
آسماں پر مشیّت خموش! الاماں
اور قدرت پراگندہ ہوش! الاماں

برتری کا تصوّر ہوا ہو گیا
آدمیت کا مقصد ادا ہو گیا
آدمی، آدمی آشنا ہو گیا
آدمی، آدمی پر فدا ہو گیا
آدمی کبریا آزما ہو گیا

نوعِ انساں نے اب رُوپ دھارے نئے
ساری دُنیا نئی، سب نظارے نئے

۱۹۴۶ء

فن

ایک رقّاصہ تھی ۔ کس کس سے اشارے کرتی
آنکھیں پتھرا گئیں ، اداؤں میں توازن نہ رہا
ڈگمگائی ، تو سب اطراف سے آواز آئی ۔
"فن کے اِس اوج پہ اِک تیرے سوا کون گیا !"
فرشِ مرمر پہ گری ، گر کے اُٹھی ، اُٹھ کے جُھکی
خشک ہونٹوں پہ زباں پھیر کے پانی مانگا ،
اوک اُٹھائی تو تماشائی سنبھل کر بولے ۔
"رقص کا یہ بھی اک انداز ہے ۔ اللہ ! اللہ !"
ہاتھ پھیلے رہے ، سِل سی گئی ہونٹوں سے زباں
ایک رقّاص کسی سمت سے ناگاہ بڑھا
پردہ سِرکا ، تو معاً فن کے پجاری گرجے
"رقص کیوں ختم ہُوا ؟ وقت ابھی باقی تھا !"

۱۹۴۶ء

دائرہ

شبنم کے زمرّدیں ستارے
سبزے کی ردا پہ جم گئے ہیں
برّاق، سماق رنگ بادل
بھوٹ خلا میں تھم گئے ہیں

پربت کی سفید رفعتوں پر
پورب نے شفق نچوڑ ڈالی
زرکار دھنک افق کہاں ہے
تیروں نے کمان توڑ ڈالی!

پھولوں میں بھی رقص رچ گیا ہے
پتّوں میں بھی رم سما گیا ہے
کروٹ ہے، تڑپ ہے، بے کلی ہے
سیلابِ حیات آ گیا ہے

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

مرکز سے لپٹ کے سائے رینگے
پورب سے شفق کی بھیک لینے
اس درجہ بڑھا جمالِ خورشید
ہر پھول جھکا خراج دینے

پچھم میں پگھل رہا ہے سونا
سونے میں لہو کی دھار دوڑی
وہ ایک حسینہ سیہ پوش
آشفتہ و بے قرار دوڑی

دھرتی پہ گرے گی نیند بن کر
رینگے گی امید کے سہارے
سنبھلے گی تو مسکرا اٹھیں گے
شبنم کے زمرّدیں ستارے

۱۹۴۶ء

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

تضحیک

کائنات ایک پہیلی کا دھندلکا بن کر
میرے آئینۂ ادراک پہ چھا جاتی ہے
پھیل جاتے ہیں کچھ اس طرح تصوّر کے خطوط
زندگی آنکھ اُٹھاتے ہوئے گھبراتی ہے

KUTUB KHANA.
JALALI BOOKS
JALALI

عِشق، احساسِ جوانی، غمِ دُنیا، غمِ دیں
ایک دل اور یہ افکار کی گھنگھور گھٹا
سٹپٹاتا ہُوں، لپکتا ہُوں، ٹھٹک جاتا ہُوں
چار جانب سے یہ آتی ہے صدا۔ کیا ہو گا!

جو بھی ہوگا مجھے منظور ہے ۔ جی لینے دو
وسوسو، آرزوؤ، کشمکشو، ارمانو!
تم عبارت ہو مری زیست سے، تسلیم، مگر
جو مرے ذہن پہ بیتی ہے وہ تم کیا جانو

چاند کے سامنے ستارا تو ہے، لیکن کیوں ہے؟
تتلیاں پھول پہ کیوں آتی ہیں کیا پاتی ہیں
پھول کے رنگ میں خوشبو کا رچاؤ کیا ہے؟
رُوحیں قالب سے نکلتے ہی کہاں جاتی ہیں؟

آسماں حدِّ نظر ہے، تو زمیں کیا شے ہے؟
یہ بھی اعجازِ نظر ہے تو خدا کیا ہوگا!
وہ بھی تخئیل کی جنت ہے، تو خاکم بدہن
عاقبت کیا ہے؟ وہاں جلوہ نما کیا ہوگا!

گہری کُہروں سے ہے معمور خیالوں کی خلا
دھندلی راہیں ہیں، سمٹتی ہوئی، چکراتی ہوئی
ایسے موڑ آتے ہیں جب رُوح لرز اُٹھتی ہے
لڑکھڑاتے ہی اچٹ جاتی ہے نیند آتی ہوئی

آنکھ کھلتے ہی اُمڈ آتی ہے گھنگھور گھٹا
عشق، احساس، جوانی، غمِ دُنیا، غمِ دیں
یوں بکھر جاتے ہیں ماحول و مقدّر کے نقیب
جیسے فطرت کا کھلونا ہوں، مَیں انسان نہیں

۱۹۴۶ء

KUTAB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

تسنیم[۱] کے نام

مَیں نے راتوں کو اُجالوں کی دعائیں مانگیں
اور مقدّر سے گھٹا ٹوپ اندھیرے پائے
جھونکے چاہے، تو غضبناک بگولے اُٹھے
پھول مانگے، تو جہنّم کے پھریرے پائے
میرے وجدان نے جو راہ دکھائی تھی مجھے
اس کے ہر خم پہ تمدّن کے لُٹیرے پائے
گھیر رکھا تھا جنھیں سرو سمن نے ہر سُو
ان گپھاؤں میں پلنگوں کے بسیرے پائے
جھٹپٹے ہی میں کٹیں زیست کی تپتی گھڑیاں
نہ ستارے ہی ملے، اور نہ سویرے پائے

---

۱ : تسنیم سلیم چھتاری

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

عشق کے سیکڑوں گلزار سجائے مَیں نے
اِن میں کوئی پئے گلگشت مگر آ نہ سکا
ذہن نے حکمت و منطق کی پناہیں ڈھونڈیں
لیکن اس طفل کو یہ کھیل بھی بہلا نہ سکا
شاعری کی، مگر ادراک کی اُلجھن نہ مٹی
ساز اُٹھایا، مگر اعجاز کا گُر پا نہ سکا
کیا کہوں، کتنی گھٹاؤں کے نچوڑے دامن
کشتِ احساس پر اک بُوند بھی ٹپکا نہ سکا

مَیں وہ تلوار ہُوں جو رقص کی پیاسی ہی رہی
مَیں وہ پرچم ہُوں جو طُوفاں میں بھی لہرا نہ سکا

ربطِ باہم کے زمانے سے تقاضے تو ہوئے
میرے جذبات کا معیار مگر عام نہ تھا
رنگ و روغن کے سراب آئے مری راہوں میں
شوقِ سجدہ مرا شرمندۂ اصنام نہ تھا
مےِ گلفام کی ترکیب بھی میرا مقصود
میری نظروں میں فقط کیف نہ تھا، جام نہ تھا

کون سی رُوح تھی جو لرزہ بر اندام نہ تھی
کونسا قلب تھا جو کُشتۂ آلام نہ تھا

قہقہوں میں اگر آنسو نظر آتے مجھ کو
تو مرا ذوقِ نظر موردِ الزام نہ تھا

اتفاقات سے ہنگامۂ عالم کا وجُود
اتفاقات کی مرہون تب و تابِ حیات
اتفاقات کی قوت ہے قیامت کی حریف
اتفاقات کی تخلیق ہیں یزداں کے صفات
اتفاقات کا محکوم مرورِ ایّام
اتفاقات کا محتاج تغیّر کا ثبات
اتفاقات کی بے مثل مسیحائی نے
میرے وجدان کو دی تلخ تذبذب سے نجات

یہی اِک لفظ مری زیست کا عنوان بنا
منتظر تھی اسی مہتاب کی ادراک کی رات

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

ایک ننھی سی طلب ! - ایک ذراسی تلخی !

خود مری رُوح نے آخر مجھے پہچان لیا
"تم کہاں تھے رے بچھڑے ہوئے بھولے بھیا ؟"
"اے بہن ! مَیں نے تجھے جان لیا، مان لیا"

تیرے احساس سے اِک ولولہ، نُو پایا،
تیرے ادراک سے اک عزم کا طوفان لیا
تیرے احسان سے عرفان کی دولت پائی
تیرے پیمان سے ایمان کا سامان لیا
جس کی لَو سے مری ہستی تھی جہنم بکنار
تیرے دربار سے اس درد کا درمان لیا

کس قدر دُور تھے ہم! کتنے قریب آپہنچے
یہ سفر مجھ کو فراموش نہ ہوگا زنہار
میری خواہر، تری پاکیزہ محبت پاکر
نکھر آیا ہے مرے ذوقِ نظر کا معیار
خود شناسی کے کھلے بن ہیں مری نظروں میں
اب گرفتار تفکر، نہ تدبر بیمار

اب تو گریہ بھی ہے آسودہ، تبسّم بھی غنی
اب تو ہے میرے لیے خار بھی گلشن بکنار
اب تو ہر سانس ترے دم سے ہے موجِ تسنیم
اب دلاسوں کی طلب ہے نہ سہارے درکار

زندگی اب مری نظروں میں ہے اِک سعیِ مدام
اِک لچک ایک جھپٹ ایک لپک ایک خروش
جن کی تہذیب کی معراج ہے مشرق کا زوال
اب کہاں جائیں گے مغرب کے وہ انساں فروش
جوش میں آئیں گے ماحول کے دیرینہ شکار
ہوش میں آئیں گے مذہب کے پرانے مے نوش
مجھ کو قوت کی چکاچوند دکھاتی ہے اُنھیں
روزِ روشن میں رہے جن کے گھروندے شب پوش

مَیں مشیت کا اشارہ، مَیں عناصر کا جلال!
کبھی بپھرے ہوئے سیلاب بھی رہتے ہیں خموش!

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

اب مری راہ میں حائل ہیں گردابِ خواب
اب بہت دُور۔ بہت دُور مجھے جانا ہے
ایک بھرپور محبّت ہے نگہباں میری
اب محبّت کے ہر احساس کو چونکانا ہے
مرتکز ہیں اسی نقطے پہ مری اُمیدیں
اب ہر انسان کو مرکز کی طرف لانا ہے
اعتماد ۔۔۔ اور رسائی کا مکمّل ایمان
اب شکستوں پہ نہ رونا ہے نہ پچھتانا ہے
میری خواہر! مری ہمشیر! مری رُوحِ رواں
تجھ کو پہچان کے کونین کو پہچانا ہے

۱۹۴۶ء

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

مستقیم ونجنی

راہِ پُر پیچ سے کترا کے نکلنے والو
شاہراہوں کی کراہیں بھی سُنی ہیں مَیں نے
تپشِ شدّتِ احساس کے دوزخ کی قسم
دامنِ برق سے کلیاں بھی چُنی ہیں مَیں نے
جن کی حدّت سے اُتر جاتا ہے ملبوسِ حریر
ان شعاعوں سے نقابیں بھی بُنی ہیں مَیں نے

سب اُمڈتے ہُوئے بادل نہیں برسا کرتے
سب دمکتے ہُوئے ذرّات نہیں زرپارے
ہر چمکتی ہُوئی بجلی نہیں ٹُوٹا کرتی
اپنے ہی نُور سے رخشاں نہیں سارے تارے

کتنی تاریک نگاہی ہے کہ پورب والے
"آدمی" ہیں مگر انسان نہیں بے چارے

راستہ راست سہی، راہنما ساتھ سہی
لیکن اس راہ پہ منزل بھی تو آئے کوئی

امن انعام سہی، خر خشے بدنام سہی
لیکن اس امن سے تسکین بھی تو پائے کوئی

اجنبی راہوں پہ اُبھرے وہ طلائی گنبد
میری آنکھوں سے اب آنکھیں تو ملائے کوئی

۱۹۴۶ء

پرواز کے بعد

دُھواں دُھواں ہے آسماں، الاماں
ٹھٹک گیا ہے زندگی کا کارواں
بھٹک گئے ہیں قصرِ شب کے پاسباں
نگاہ گھومتی رہی، کہاں کہاں
نہ ماہتاب کا نشاں، نہ کہکشاں!

بس اب ہیں ذوق پر بلندیاں گراں
بس اب اُتر چلیں گے زیرِ آسماں
مگر مرے خیال! میرے راہ داں!
مجھے نہ راس آ سکیں گی پستیاں
وہ بستیاں جو اب نظر سے ہیں نہاں

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

یہ کون لے چلا مجھے کشاں کشاں
وہ ایک گیند سی ہے کیا شرر فشاں!
سنہری گرد چھا گئی جہاں تہاں
چھلک رہی ہیں چاندنی کی پیالیاں
یہ خلد ہی نہ ہو خلا کے درمیاں

نہیں نہیں، نہ رُک سکیں گے ہم یہاں
تجلّیوں کی چشمکیں ہیں بے اماں
یہ کون ہو گئے ہمارے ہم عناں
ستارے، چاند، آفتاب، بجلیاں!
مچلتے ناچتے ہُوئے، یہاں وہاں!

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

زمیں۔ اے زمیں بلائے مرے جہاں!
میَں بہہ گیا، بہک گیا، فغاں فغاں!
میَں خود کہاں، مرا وجود ہے کہاں!
یہ کس کے نور کا ہے سیلِ بے کراں!
رواں دواں۔ رواں دواں۔ رواں دواں!

مجھے قبول ہیں زمیں کی پستیاں
مگر زمین و آسماں کے درمیاں
یہ ایک ذرّۂ حقیر و ناتواں
رہے گا کب تک آخر اس طرح تپاں
رواں دواں۔ رواں دواں۔ رواں دواں

۱۹۴۶ء

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

ازلی استفہام

جب کبھی موسمِ گُل عطر فشاں ہوتا ہے
مجھ کو دُنیا پہ جہنّم کا گُماں ہوتا ہے

نئی تعمیر کے گنبد پہ بصد ناز و غرور
دیوِ تخریب بصد شوق نگراں ہوتا ہے

زرد لاشوں کے پرے ذہن پہ منڈلاتے ہیں
جب کہیں ذکرِ مسیحا نفساں ہوتا ہے

ہر چکا چوند میں غلطاں ہیں اندھیری راتیں
خال کیوں زینتِ رخسارِ بتاں ہوتا ہے

جس کی تخلیق ہو دراصل عناصر کا فریب
وہ کرم باعثِ آشوبِ جہاں ہوتا ہے

جب نہ لہجے میں مروت ہو نہ وعدوں میں خلوص
تجربہ ہے کہ جبھی حسن جواں ہوتا ہے

زلف و رخ سے جو نہ بہلا، وہ پراگندہ شباب
نکہت و رنگ سے سرشار کہاں ہوتا ہے

ابدیت بھی تو یارب ترے بس میں ہوگی
آخر اس دین سے کیا تیرا زیاں ہوتا ہے

۱۹۴۶ء

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

احیاء

جل چکا باغِ ارم، یادِ ارم باقی ہے
ابھی وجدان میں تخلیق کا دم باقی ہے

گھل گئے پھول اُمڈتی ہوئی ظلمت میں مگر
تیز خوشبو سے گلستاں کا بھرم باقی ہے

کنج کے سامنے، انگڑائی سی لیتا ہوا پیڑ
کھو چکا ہے، مگر اک نرم سا خم باقی ہے

موج مدہوش سہی، موت نہیں مدہوشی
یہ بتانے کو حبابِ لبِ یم باقی ہے

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

نصفِ شب تک نہیں محدود تماشائے جمال
ٹوٹتی رات کے تاروں کا جنم باقی ہے

شمع خاموش سہی، نور سے عاری تو نہیں
آہوئے محبوس سہی، شیوۂ رم باقی ہے

بُت تراش اپنی عبادت میں مگن ہیں جب تک
تودۂ سنگ تقاضائے صنم باقی ہے

ذوقِ تجدیدِ ہوس دل میں وہ نومید نہیں
رات کیا آمدِ خورشید تمہید نہیں!

۱۹۴۶ء

KUTUB KHANA.
JALALI BOOKS
JALALI

کل اور آج

کل تو ہر گام پہ منزل کا گماں ہوتا تھا
آج ہر منزلِ دشوار ہے پیغامِ رحیل

کل ہر انکار تھا گستاخی و دہر آشوبی
آج ہر لغزشِ پا عظمتِ آدم کی دلیل

کل سلاطین کا اجارہ تھا سیاست بازی
آج قانون کی تشکیل کا دہقاں ہے کفیل

کل جہاں قتل کے فرمان لکھے جاتے تھے
آج وہ اوج ہے جمہور کی نظروں میں ذلیل

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

کل جو بھڑکائی تھی نمرودِ ملوکیت نے
آج وہ نارِ جہنم ہے گلستانِ خلیل

کل تو قابیل کی ہیبت تھی دلوں پر طاری
آج آنکھوں میں اُتر آیا ہے خونِ ہابیل

کل فرنگی کا رُخِ سُرخ تھا معیارِ جمال
آج زنگی بھی ہے اللہ کی تخلیقِ جمیل

کل تھے بے مایہ سے نالے وطنیت کے نشاں
آج ذہنوں میں نہ دجلہ ہے نہ گنگا ہے نہ نیل

کل تھی جس بحر کے ساحل کی کولمبس کو تلاش
آج وہ بحر ہے سمٹی ہوئی، سکڑی ہوئی جھیل

کل فقط کاکل و رخسار سے تھی فکرِ حسیں
آج مزدور کی نارنج بھی ہے ذکرِ جمیل

KUTUB KHANA.
JALALI BOOKS
JALALI

کل جو آدم پہ کئی آفتیں بن کر ٹوٹے
آج اُن احکام کی کرتی ہے مشیّت تعمیل

آج اُس اوج پہ انساں ہے، جہاں تک نہ اُٹھا
بالِ جبریل کا کیا ذکر — خیالِ جبریل

۱۹۴۵ء

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

ماہتابِ فردا

شام افسردہ و پژمردہ سہی

میں تو محرابِ اُفق دیکھ رہا ہُوں ہمدم

ایک دُھندلی سی تجلّی کا وہ موہوم سا خم

بیکراں چرخ میں آزردہ سہی

اِک دمکتی ہُوئی انگڑائی کی تمہید تو ہے

عزمِ تجدید تو ہے

عزم یہ تیرے لیے مُردہ سہی

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

آ گیا وہ مرا معبودِ کہن

سُرمئی جھیل پہ تاروں کے سفینے کھیتا

شام کے عارضِ شب رنگ کے بوسے لیتا

ڈالتا چہرۂ ظلمت پہ شکن

میں اسے گردشِ ایّام کا گرداب کہوں

یا وہ مہتاب کہوں

میرے فردا پہ جو ہے عکس فگن

اب تو ہر شے ہے برافگندہ نقاب

یہ کسی شوخ کے گلنار لبوں کی محراب

یہ تبسّم کی چکا چوند یہ گالوں کے گلاب

نیم وا آنکھوں میں نظروں کی شراب

یہ سمٹتی ہُوئی باہوں میں لپٹنے کی اُمنگ

آتے جاتے ہُوئے رنگ

یہ تقاضوں کا حجابوں سے خطاب

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

مہِ تاباں، مرے فانوسِ خیال!

اپنی کرنوں کو ذرا اور بکھر جانے دے

تیرہ و تار گپھاؤں میں اُتر جانے دے

تیرا پرتو ہو اگر شاملِ حال

اپنا جینا کسی جبّار کا مرہون نہ ہو

زیست کا خون نہ ہو

اے مری مشعلِ مرّیخ جلال!

۱۹۴۵ء

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

احساس و ادراک

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

یہ گھنا جنگل، یہ خاموشی کی پُراسرار لَے
اس اندھیرے میں یہ پوشیدہ مغنّی کون ہے؟
جو سکوت افزا ترنّم سے کیا کرتا ہے طے
ہر دیارِ کائنات

اس کے آہنگِ مسلسل میں فرشتوں کی اُڑان
اس کے سرگم میں نہاں دشتِ مشیّت کی اُٹھان
رُوح میں یُوں پیچ و خم کھاتی ہے اس کافر کی تان
جیسے اسرارِ حیات

سائنس ہے اس کی، کہ بہتی ہے شرابِ لالہ خام
اس کی کروٹ ہے کہ لرزاں ہے دو عالم کا نظام
لمس ہے اس کا، کہ خود یزداں ہے مصروفِ کلام

در بیانِ ممکنات

آگہی کہتی ہے۔ اس راہِ مفرِ آگہیں پہ چل
شوق کہتا ہے۔ خیابانوں کے زنداں سے نکل
حکمِ شاہی ہے کہ اِک نقطے پہ جم جا سر کے بَل

کھو کے امکانِ حیات

لیکن اِک آواز۔ خاموشی سے جو موسوم ہے
(جس کا منبع یا تو خود قدرت ہے یا معدُوم ہے)
"تو اگر انساں ہے، ہر کرّہ ترا محکوم ہے۔
اے قتیلِ حادثات"

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

یک بیک ہیجان سا آتا ہے ہفت افلاک میں
کلبلاتے ہیں کئی مریخ بطنِ خاک میں
دہر گھر جاتا ہے اس ناقوس کے پیچاک میں۔

آگہی کھاتی ہے مات

۱۹۴۵ء

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

عرش و فرش

جب رانیں من برساتی ہیں احساس کے خلوت زاروں پر
جب حسن کی شبنم گرتی ہے امیدوں کے گلزاروں پر

جب سوچوں کی میزانوں پر رازوں کے موتی تلتے ہیں
ارمانوں کے ویرانوں پر جب عشق کے شہپر کھلتے ہیں

جب فکر کے ناخن چھیڑتے ہیں وجدان کے نازک تاروں کو
دل طاق پہ جب رکھ دیتا ہے ادراک کے استفساروں کو

اس وقت فضا میں کھلتے ہیں غرفے کتنے ایوانوں کے
پریوں کی طرح منڈلاتے ہیں جن میں انبوہ انسانوں کے

JALALI BOOKS

زرتار صحیفے ہاتھوں میں، انبار بتوں کے باہوں میں
مسجد کا تجمّل چہرے پر، مندر کا نور نگاہوں میں

ہر شخص کی اپنی دُنیا ہے، قانون اپنے، دستور اپنے
ان لاتعداد کلیموں کے ہیں آئین اپنے، طور اپنے

ان ایوانوں کے غرفوں تک جب ذہن رسائی پاتا ہے
ناگاہ زمیں سے اِک سایہ تیزی سے اُبھر کر آتا ہے

آنکھوں میں ستاروں کا بچپن، عارض پہ جوانی پھولوں کی
ماتھے پہ سیندوری ٹیکا، لب پر تقدیس رسولوں کی

اس شدّت سے جتلاتا ہے یزداں پہ حقوق انسانوں کے
تھرّاتے ہوئے گھل جاتے ہیں تاروں میں نقوش ایوانوں کے

۱۹۴۵ء

شفق

ہر نئی پود نے اک تازہ صنم ڈھال لیا
نت نئے بُت، نئے مندر، نئے پُوجا کے پھُول
سنکھ بجتے رہے، جلتے رہے رنگیں فانوس
رُوح گھُلتی رہی، ہوتا رہا انسان ملول

قصرِ شاہی سے گرائے گئے نیلم، پکھراج
سنگریزوں کو نگلتے رہے مجبور عوام
خشک کانٹوں میں بدلتے رہے خیرات کے پھُول
سُوکھے جبڑوں کو جکڑتی رہی زرتار لگام

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

حُسن بِکتا رہا زربفت کے پردوں سے اُدھر
عِشق سُنتا رہا بجتے ہُوئے فولاد کا شور
قافلے لُٹتے رہے، منزلیں بیگانہ رہیں
چاند بُجھتے رہے، تکتے رہے محبوس چکور

ہر نیا دور صد اُمّید بداماں آیا
زندگی خستہ و درماندہ و مجبور رہی
اِک شہنشاہ اُٹھا، ایک شہنشاہ بڑھا
اِسی چکّر میں ازل سے یہ زمیں چُور رہی

ناگہاں ایک دُھواں دھار دریچہ کھڑکا
شوخ سی شمع بڑھی، لَو کی زباں لہراتی
سرسراتی ہُوئی ظُلمت کے نشیبوں سے اُٹھی
شفقِ سُرخ نئی صُبح کے نغمے گاتی

اِک نئے دَور کا پرتو ہے اُفق کی لالی
اِک نئے حُسن کی خاطر یہ حنا بندی ہے
ایک ہی سطح پہ اُترے ہیں نشیب اور فراز
اب کس انسان کو دعوائے خداوندی ہے!

۱۹۴۴ء

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

راستے کا موڑ

خیال و خواب کی دُنیا سے بھاگ آیا ہُوں
جوانیوں کے چمن زار تیاگ آیا ہُوں
مَیں بن کے راگ گیا، ہو کے آگ آیا ہُوں

شفق میں ڈوبے ہُوئے پربتوں پہ گھوم چُکا
ہوا میں کھوئی ہُوئی راگنی پہ جھوم چُکا
گُلوں کے بھیگے ہُوئے عارضوں کو چُوم چُکا

کبھی شباب کی تنہائیوں پہ رویا ہُوں
کبھی سُلگتے ہُوئے بازوؤں پہ سویا ہُوں
اب اپنے ذہن کی پرچھائیوں کا جویا ہُوں

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

یہ زندگی ہے، کہ حبسِ دوام ہے ہمدم
قدم قدم پہ پرستش کا دام ہے ہمدم
یہ داستان ابھی ناتمام ہے ہمدم

جوان ہُوں، مگر احساسِ خودشناس نہیں
اُداس ہُوں، مگر اس کی کوئی اساس نہیں
بایں ہمہ یہ سکونِ دوام راس نہیں

رواج و رسم میں بٹتا رہا خیال مرا
دل و دماغ میں گھلتا رہا کمال مرا
حصارِ جبر میں لُٹتا رہا جمال مرا

جو کہنا چاہوں تو میری زباں پہ پہرے ہیں
جو کہہ بھی دُوں تو مرے سامعین بہرے ہیں
جو کہہ چکوں تو سلاسل ہیں اور کٹہرے ہیں

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

مقابلے ہیں اُدھر زور آزمائی کے
اِدھر گلے ہیں مشیّت کی کج ادائی کے
سمجھ میں آ نہ سکے راز کبریائی کے

وہاں فضاؤں میں شعلوں کے تن رہے ہیں جال
یہاں پڑے ہیں گزرگاہوں پر غریب کے لال
وہ زندگی کے مجاہد، یہ زندگی کے وبال

اُدھر اُمنگ کہ پہنائی زمانہ ملے
اِدھر پکار کہ چاول کا ایک دانہ ملے
کسی کو قبر، کسی کو شراب خانہ ملے

میں شاہراہوں پہ لاشوں کے ڈھیر دیکھ چکا
میں رقص گاہوں میں لاکھوں کو سیر دیکھ چکا
میں اس تضاد کے سب ہیر پھیر دیکھ چکا

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

مجھے نشیب و فرازِ جہاں سے شکوہ ہے
عدم میں بھٹکے ہوئے کارواں سے شکوہ ہے
الٰہی! تجھ سے ترے لامکاں سے شکوہ ہے

یہ مصلحت مرے ادراک سے نہاں کیوں ہے؟
ترا سکوتِ پُراسرار بیکراں کیوں ہے؟
نگاہِ برق میں میرا ہی آشیاں کیوں ہے؟

بس اب اُلٹ کے رہوں گا یہ پردہ ہائے قدیم
کہ عام ہو نہ سکی تیری رحمتوں کی شمیم
کوئی پکار رہا ہے مجھے — ندیمؔ! ندیمؔ!

مَیں آرزو کو حقیقت بنا کے دم لوں گا
مَیں اپنی خاک سے نکہت بنا کے دم لوں گا
ترے جہان کو جنّت بنا کے دم لوں گا

مجھے تو دیکھ! مرے لشکر و سپاہ نہ دیکھ
میرے چراغ تو گن اپنے مہر و ماہ نہ دیکھ
مجھے بلا تو سہی! اوجِ بارگاہ نہ دیکھ

مَیں خود ہی اپنا مقدّر بدلنے نِکلا ہُوں
شرر ہُوں اور جہنّم نگلنے نِکلا ہُوں
مقامرو! میں نئی چال چلنے نِکلا ہُوں

مَیں آدمی ہُوں، بہشتوں کے راز جانتا ہُوں
مَیں خاص خاص فرشتوں کے راز جانتا ہُوں
مَیں ان حجاب بسرشتوں کے راز جانتا ہُوں

اِک آفتاب نہفتہ شبِ سیاہ میں ہے
نئی زمین نیا آسماں نگاہ میں ہے
یہ شعبدہ مرے احساس کی پناہ میں ہے

JALALI BOOKS

عمل کے دشت میں جب عزم دندنائے گا
اُفق پہ نجمِ سحر جب نقاب اُٹھائے گا
تو میری شعلہ مزاجی کو چین آئے گا

جب اپنے قصر میں اپنا دِیا جلاؤں گا
جب اپنے کھیت کا پھل آپ ہی اُٹھاؤں گا
خیال و خواب کی دُنیا کو لوٹ جاؤں گا

۱۹۴۴ء

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

رفتارِ زمانہ

خیالات کے دھندلے دھندلے افق پر کوئی چاند جلوہ نما ہو رہا ہے
اُمیدوں کی اجڑی ہوئی وادیوں میں کوئی شوخ نغمہ سرا ہو رہا ہے

شہنشاہوں کی مرمریں بارگاہوں میں فانوس روشن ہوئے جس کے خوں سے
مشیّت کے اُلجھے ہوئے راستوں سے وہ مقہور بھی آشنا ہو رہا ہے

تمدّن کی قربان گاہوں پہ پیلے زنگ لاشیں نشانِ سفر بن رہی ہیں
حکومت کے پنجے میں محبوس و مجبور نالہ، صدائے درا ہو رہا ہے

سرور اور مستی کی جنّت میں کب تک مَیں انگڑائیوں کے ہیولے بناؤں
کہ اجداد کی خاک کا ذرّہ ذرّہ مرے چار سُو لب کُشا ہو رہا ہے

رگِ سنگ میں زندگی پھڑپھڑائی، چٹانیں اُڑیں اور ٹکرا کے ٹوٹیں
وہ آئینہ خانوں میں اک شور اُٹھا، یہ کیوں ہو رہا ہے، یہ کیا ہو رہا ہے

جسے چند محتاط تاریخ دانوں نے مذہب کا اندھا تعصب کہا تھا
زمانے کے دربار سے مفلسوں کو وہ جذبِ دروں پھر عطا ہو رہا ہے

وہ کافر نگاہی! — یہ رنگیں نوائی! — کسی مصلحت کی ہے معجز نمائی
جسے طفلِ مکتب کہا جا رہا تھا، وہی قابلِ اعتنا ہو رہا ہے

وہ بیلیں، جو ایوانِ شاہی کے ٹوٹے ہوئے گنبدوں کو چھپاتی رہی ہیں
اب اُن کے لپٹنے، پلٹ کر تڑپنے کا انداز، اژدر نما ہو رہا ہے

غزال اپنے صحرا کے زنداں سے نکلے، پہاڑوں میں گھومے، سمندر میں جھانکے
اسی ولولے کے ہیں چرچے جہاں میں، یہی تذکرہ جا بجا ہو رہا ہے

۱۹۴۴ء

دیہات کی شہزادی

سُورج نے ادھوری سی جب ایک جماہی لی
فطرت نے نظّاروں سے محجوب نگاہی لی
پچھّم نے شفق پائی، پُورب نے سیاہی لی

آکاش کے پٹ کھولے زربار ستاروں نے
نیندوں کے نشے چھڑکے جنّت کی بہاروں نے
خوابوں میں پناہیں لیں پُرشور دیاروں نے

KUTUB KHANA.
JALALI BOOKS
JALALI

چُپ چاپ خلاؤں میں ظلمت نے علم کھولے
سوچوں کے سمندر میں آنے لگے ہچکولے
احساس کے پنچھی نے بھیگے ہوئے پَر تولے

مدہوش سی پگڈنڈی، خاموش سی چرواہی
راہوں سے شناسائی، ماحول سے آگاہی
ہاتھوں میں درانتی اور قدموں میں شہنشاہی

آنکھوں کے کٹوروں میں دوشیزہ امنگیں ہیں
باہوں کے لچکنے میں تاروں کی ترنگیں ہیں
رفتار میں مستی اور پرواز کی جنگیں ہیں

اُٹھتی ہیں کبھی نظریں، جُھکتی ہے کبھی گردن
اُڑتے ہیں کبھی کاکل، گرتا ہے کبھی دامن
بلّور کی چوڑی سے بجتا ہے کبھی کنگن

گاؤں کے قریب آ کر باہوں کو سمیٹے گی
چہرے کے خزانے کو آنچل میں لپیٹے گی
سو جائے گی۔ آنگن میں جب کھاٹ پہ لیٹے گی

جب صُبح کو چڑیوں کی آواز سے جاگے گی
بھیڑوں کو نکالے گی، میدان کو بھاگے گی
نوخیز جوانی کی آسائشیں تیاگے گی

کھیلے گی شعاعوں سے، لپٹے گی ہواؤں سے
تھپکائے گی دھرتی کو جھانجھن کی صداؤں سے
خلوت کو سجائے گی گیتوں کی رداؤں سے

سُورج کے بچھڑتے ہی انگڑائیاں آئیں گی
تاروں کی نئی شمعیں شہراہ دکھائیں گی
اور تیرگیاں اُس کو سوتا ہُوا پائیں گی

دیہات کی شہزادی! جنگل کی مہارانی!
یہ شانِ شہنشاہی، یہ بے سروسامانی
تصویر ہے نُورانی — تقدیر ہے حیرانی

مَیں تیری تسلّی کو آزار سمجھتا ہُوں
مَیں تیری جوانی کو بیمار سمجھتا ہُوں
مَیں گاؤں کو بابل کا بازار سمجھتا ہُوں

تُو اصل میں منعم کی شطرنج کا مُہرہ ہے
تُو تیرہ خلاؤں میں بھٹکی ہُوئی زہرہ ہے
برسے ہُوئے بادل کا بیٹھا ہُوا کُہرا ہے

تُو صَید ہے قانون و مذہب کے شغالوں کا
تُو کھیل ہے شہروں کے خورشید جمالوں کا
تُو ایک ذریعہ ہے سائنس کے کمالوں کا

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

بجھتی ہیں تری آنکھیں، بجتا ہے شباب اُن کا
رُکتی ہیں تری نبضیں، بجتا ہے رباب اُن کا
لُٹتی ہے تری جنّت، اُگتا ہے گلاب اُن کا

کب تک تری دُنیا کو لُوٹے گی شہنشاہی
کب تجھ کو ستائے گی تقدیر کی کوتاہی
کب تیرے خیالوں میں تڑپے گی خود آگاہی

وہ دیکھ فضاؤں میں دو رُخ سے بھڑکتے ہیں
کوندے سے لپکتے ہیں، بادل سے کڑکتے ہیں
محلوں میں تباہی کے آثار دھڑکتے ہیں

برسوں کے تعفّن کو اب دے ہر جھٹک دے گا
افسردہ اُمنگوں کو کلیوں کی چٹک دے گا
کانٹوں کو مہک دے گا، پھُولوں کو چمک دے گا

JALALI BOOKS

خاکسترِ ماضی میں ھنگامۂ محشر ہے
اب گلشنِ فردا کا بدلا ہُوا منظر ہے
اب دشتِ مشیّت میں انصاف کا نشتر ہے

اب اپنی حقیقت کو پہچان مری رانی
اب خواب کا پرتو ہے صدیوں کی پریشانی
تصویر بھی نُورانی — تقدیر بھی نُورانی

۱۹۴۴ء

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

ردِّ عمل

ملتا ہی نہ تھا نقطۂ آغازِ سفر کا
ابہام بدلتا ہی نہ تھا حدِّ نظر کا
تاروں کی نگاہوں میں تقاضا تھا سحر کا

چلتا تھا، مگر سمت معیّن نہ ہوئی تھی
اس دشت میں اک راہ بھی روشن نہ ہوئی تھی
اور رُوح رضامندِ نشیمن نہ ہوئی تھی

میں بارگہِ حُسن میں اِک بار گیا تھا
لیکن یہ سفر بھی مرا بیکار گیا تھا
گو جسم بچا لایا تھا، جاں ہار گیا تھا

KUTUB KHANA JALALI BOOKS

باہوں کو بھی سہلایا تھا، بالوں سے بھی کھیلا
ہونٹوں سے بھی بہلا رہا، گالوں سے بھی کھیلا
تاروں پہ جھپٹنے کے خیالوں سے بھی کھیلا

کہسار کے گاتے ہُوئے چشموں میں نہایا
جھونکوں نے مجھے اپنے ہنڈولوں میں جھلایا
اک سانس سے کُہرے کی نقابوں کو اُڑایا

گاتے ہوئے جھرنے پہ صنوبر کی گھنی چھاؤں
چمٹے ہُوئے میدان کی چھاتی سے کئی گاؤں
بڑھتا تھا مرا شوق، لپکتے تھے مرے پاؤں

ہونٹوں کے بھبکتے ہُوئے جرعے بھی پیے تھے
آنکھوں کو تپاں ریت کے چھینٹے بھی دیے تھے
پوشاک بھی پہنی تھی، گریباں بھی سیے تھے

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

ناگاہ ستاروں نے نئے پیچ لڑائے
اُڑتے ہُوئے اِنسان کے پُرزے نظر آئے
تقدیر کی ڈوریں تھیں، اشارے تھے پرائے

فرسُودہ سہی کھیل، مگر ڈھنگ نیا تھا
تھے چنگ پرانے مگر آہنگ نیا تھا
گو رنگ وہی تھے مگر از رنگ نیا تھا

انداز کی جدّت نے توجّہ کو سمیٹا
کچھ دیر صنوبر کی گھنی چھاؤں میں لیٹا
پھر عشق کا اِک تارۂ بے ربط لپیٹا

خوابوں کی بلندی سے زمیں پر اُتر آیا
ہر ذرّے میں دبکا ہُوا اِک دل نظر آیا
ہر نقش میں صانع کا کلیجہ اُبھر آیا

چہروں پہ تجلّی تھی، نہ نگاہوں میں پکاریں
ہونٹوں پہ تھیں افسردہ و پژمردہ بہاریں
گالوں پہ بلکتے ہوئے اشکوں کی قطاریں

سہمی ہوئی، سمٹی ہوئی بھرتی تھی جوانی
سڑتی ہوئی صدیوں کے تعفّن کی نشانی
تاریخ کی رُوداد، مزاروں کی زبانی

پازیب میں زنجیر کے اُٹھتے تھے چھناکے
گیتوں میں اُمنگوں کے چٹخنے کے دھماکے
آنکھیں تھیں کہ فنکار کے بگڑے ہوئے خاکے

کھیتوں کی نگہبان تھیں بگڑی ہوئی لاشیں
ناسُور تھے سینوں پہ تو باہوں پہ خراشیں
چٹخے ہوئے مہتاب کی بجھتی ہوئی قاشیں

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

ہر پھول کو حاکم نے بنایا تھا شرارہ
اور وہم یہ ہوتا تھا کہ اُبھرا ہے ستارہ
تقدیر بڑے غور سے کرتی تھی نظارا

اِک خطّہ اگر کال سے پامال ہُوا تھا
اِک خطّہ اسی کال سے خوشحال ہُوا تھا
مسرور بہت "رندِ کہن سال" ہُوا تھا

بارُود کے بھبکے میں شرابوں کی مہک تھی
گولوں کی کڑک میں کئی کلیوں کی چٹک تھی
کچلے ہُوئے اجسام میں ریشم کی لچک تھی

دیکھی نہ گئی مُجھ سے جب آدم کی تباہی
بیدار ہُوئی رُوح کی آفاق پناہی
چبھنے لگی فطرت کو مری تیز نگاہی

JALALI BOOKS

حائل تھیں مری راہ میں مذہب کی فصیلیں
آنکھوں پہ جھپٹنے لگیں قانون کی چیلیں
ڈسنے لگیں اخلاق کی بے رحم دلیلیں

بھرتا رہا لیکن میں فضاؤں میں طرارے
لپٹے مرے ملبوس سے جلتے ہوئے تارے
تقدیر کھڑی ہنستی تھی سورج کے کنارے

پرشور ہوا نے مجھے بے طرح اچھالا
سو بار شبستانِ مشیت سے نکالا
لیکن مجھے احساس کی شدت نے سنبھالا

مستقبلِ آدم کی سیاہی کو اڑایا
ناسور کو نابود کیا، پھول بنایا
کُرّوں کو مساوات کے محور پہ گھمایا

ہر لوح کی تحریر لہو گھول کے دھو دی
آنکھوں کی تجلّی نئے لفظوں میں سمو دی
یہ دیکھ کے تقدیر بھی مُنہ ڈھانپ کے رو دی

اب میرا جہاں حُسن و جوانی کا جہاں ہے
مقصد مرا اب خواجگیٔ کون و مکاں ہے
اے جبرِ مشیّت! ترا قانون کہاں ہے؟

۱۹۴۴ء

شکستِ رنجیت

کاروانِ حیات سُست قدم
آرزو رُوح میں اُڑانوں کی
بار ہوتی ہے تیر پہ جیسے
بے نیازی تنی کمانوں کی

چاند کالے فلک پہ دم سادھے
دیکھتا ہے تمدّنوں کے نظام
اِک طرف صبح کی حنابندی
اِک طرف رینگتی سِسکتی شام

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

ایک بھونڈا اسا مرمریں ڈھانچہ
اور نیندوں میں چُور سنگتراش
جیسے زرّیں تنوں کے جھرمٹ میں
اِک بچارن کی گلتی سڑتی لاش

معبدوں کے اندھیرے گوشوں میں
چند راہب تھکن سے اُونگھتے ہیں
جیسے کہسار کی گپھاؤں میں
اژدہے اپنے جسم سونگھتے ہیں

اِک فلک بوس محل میں تنہا
سیج پر سو رہی ہے شاہزادی
اور افلاس کے نشیبوں میں
بلبلاتی ہے رُوحِ آزادی

درسگاہوں کے سُرخ برجوں پہ
بھوکی چمگادڑیں تڑپتی ہیں

KHANA. JALALI BOOKS JALALI

پتلی جھلّی کی پھڑپھڑاہٹ میں
عِلم کی بجلیاں کڑکتی ہیں

اک الاؤ کے گرد بیٹھی ہیں
چند چرواہیاں، بجھے مہتاب
ٹھٹھری خاموشیوں میں کھوئے ہُوئے
اُجڑی پُجڑی جوانیوں کے خواب

تیرہ و تار، تنگ کوچوں میں
رینگتے رُکتے مضطرب سائے
ایک جھنکار سی دریچے سے
"اُس کو لائے کہ یُونہی لوٹ آئے"

ایک جانب سے کانپتی آواز
"جاں لبوں پر ہے، رحم فرماؤ"
اِک طرف سے صدائے زہرہ گداز
"غلّہ آنے کو ہے، جیے جاؤ"

دیکھتے ہی یہ شرمناک تضاد
چاند بدلی میں مُنہ چھپاتا ہے
اور انسان پر لہو روتا
کالے غاروں میں ڈوب جاتا ہے

میں کہاں یہ نظامِ خام کہاں
کیوں نہ رسمِ جہاں بدل ڈالوں
تیر اگر چھوٹتے ہوئے جھجکیں
یہ پُرانی کمان بدل ڈالوں

۱۹۴۴ء

KUTUB KHANA.
JALALI BOOKS
JALALI

افشائے راز

تیرے بالوں میں پرونے کو چُنی تھی جو کلی
منجمد قطرۂ خوں تھا مرے ارمانوں کا
جانے کس جبرِ مشیّت سے بگڑ کر میں نے
رُخ کیا تیری جوانی کے شبستانوں کا
تیرے آغوش میں لایا تھا مجھے بیم و خطر
سنسناتے ہوئے، اڑتے ہوئے ویرانوں کا

KUTUB KHANA.
JALALI BOOKS
JALALI

امتیازات کے ماتھے پہ یہ مزدور کا نام
ایک دھوکا ہے سیاست کے دبستانوں کا
کیوں کیا فرش کو بھی گردشِ انجم کا غلام
بس اگر عرش پہ چلتا نہیں انسانوں کا

اپنی رفعت کو خلاؤں میں چھپا رکھا ہے
نام بدنام ہے پستی کے ثنا خوانوں کا
فلسفہ خاک بسر، شاعری کشکول بدست
کوئی پرساں نہیں فطرت کے نگہبانوں کا
اب کوئی آدم نو آئے تو شاید ابھرے
عکس فردوس کی بھولی ہوئی پہچانوں کا

تیرے گیسو کو سنواروں کہ سنوں واویلا
علم و حکمت کے گرجتے ہوئے طوفانوں کا
میں خیالوں کے لبادے میں تو چھپ سکتا ہوں
ساتھ دینا ہے مگر چاک گریبانوں کا
مجھ کو اب تجھ سے بہت دور لیے جاتا ہے
ایک انبوہ بلکتے ہوئے انسانوں کا

ان کو عرفاں کے چمن زار میں پہنچانے دے
عشق کی منزل اوّل سے گزر آنے دے

۱۹۴۴ء

LIBRARY
ADABIYAT-E-URDU
NO ۳۸۷۰۶

قدیم نقّادانِ فن کا پیغام

(جدید فن کاروں کے نام)

اندھیارے میں رہنے والو! اندھیارے کے راز نہ کھولو
کانچ کے سپنے ٹوٹ نہ جائیں، آہستہ آہستہ بولو
زہر نہ بن جائے یہ جینا، اس مینا میں نیندیں گھولو
اور خوابوں کے موتی رولو

رقص کی چکراتی لہروں میں بہنے دو ذہنوں کا سفینہ
جام کی خون آلود خلا میں گھلنے دو عرفاں کا نگینہ
لٹنے دو عصمت کا خزینہ، پھٹنے دو احساس کا سینہ
ایک کرو کیوں خون پسینہ

ننگوں کے ننگے پن کی تم ننگی تصویریں نہ بناؤ
کالی کلموہی چیزوں پر غازہ چھڑکو، رنگ چڑھاؤ
چھُپ کر ہم جو کچھ کرتے ہیں، تم کیوں اس کو سامنے لاؤ
برخوردارو، ہوش میں آؤ

جانے کیا مقصد ہے تمہارا، صاف کہو، ابہام کو چھوڑو
کام نہیں رکتے دُنیا کے، جام بھرو، انجام کو چھوڑو
جس میں ناسُوروں کی بُو ہو اُس بھونڈے الہام کو چھوڑو
دام ملیں تو کام کو چھوڑو

فرش سے لے کر عرشِ بریں تک بیٹھا ہے قانون کا پہرا
تم کیوں مُفت میں جھلّاتے ہو، پرجا گونگی، راجہ بہرا
کیسے پار کرو گے سمندر، اتنا چوڑا، اتنا گہرا
وہ ڈُوبا جو پَل بھر ٹھہرا

داناؤں نے فرمایا ہے، مشکل ہے تقدیر سے لڑنا
ناممکن ہے تلواروں کا پربت کی چھاتی میں گڑنا
پکّے بیروں کی قسمت میں لکھا ہے شاخوں سے جھڑنا
اور مٹی میں گلنا سڑنا

دیکھو وہ طوفان اُٹھا ہے، بھاگو، غاروں میں چھپ جاؤ
ایواں کانپے، چھپّر ہانپے، پلٹو پلٹو، آؤ آؤ
منزل کی رٹ بے معنی ہے، رستہ چھوڑو، جان بچاؤ
لاؤ اپنا ہاتھ بڑھاؤ

ٹھانو بھی کچھ اپنے جی میں، مانو بھی یہ بات ہماری
لال آنکھیں کیوں جھپکاتے ہو، جسم پہ کیوں ہے رعشہ طاری
ہاتھوں میں فولاد کی سختی، سانسوں میں کوندے کی دھاری
وہ جاتی ہے راہ تمھاری!

۱۹۴۴ء

KUTUB KHANA JALALI BOOKS

سراب

کس نے مدہوش نظاروں سے پُکارا تھا مجھے

مَیں، کہ خلوت کے حجابوں میں مگن رہتا تھا
علم و حکمت کی شرابوں میں مگن رہتا تھا
حشمت و جاہ کے خوابوں میں مگن رہتا تھا

کِس نے فطرت سے بغاوت پہ اُبھارا تھا مجھے

شور اُٹھا مرے افکار کے ایوانوں میں

خمِ محراب میں اِک دائرہ باہوں کا بنا
چشمِ فانوس میں اِک جال نگاہوں کا بنا
سطحِ احساس پہ اِک باغ گُناہوں کا بنا

کچھ حقیقت سی جھلکنے لگی افسانوں میں

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

مَیں ادھر جھُوم کے پلٹا، تو ادھر گھُوم گیا
گاہ سایوں میں چلا، گاہ لبادہ بدلا
ایک دربار میں پہنچا تھا، کہ جادہ بدلا
تھک کے اس سمت سدھارا، تو ارادہ بدلا
رند بننے کے لیے آیا تھا۔ معصُوم گیا

اب نہ رفعت کی تمنّا ہے، نہ پستی کا گِلہ
لیکن احساس کا گلزار خزاں دیدہ ہے
منزلیں دُور ہیں اور راستہ پیچیدہ ہے
جو ورق ذہن کا اُلٹوں، وہی ژولیدہ ہے
اپنی فطرت سے بغاوت کا یہ انعام مِلا

اپنی خلوت کا جہنّم ہی گوارا تھا مجھے
مَیں نے فردوس میں کانٹوں کے سوا کیا پایا
چند موہوم حسیناؤں کا دھوکا کھایا
چاپ سُنتا رہا۔ پر کون گیا۔ کون آیا
کِس نے مدہوش نظاروں سے پُکارا تھا مجھے

۱۹۴۴

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

رات کی بات

میرے خوابوں کے دریچوں سے یہ کس نے جھانکا
نیند کی جھیل پہ یہ کس نے کنول پھیلائے
لال پوروں میں یہ آنچل کا کنارا تھامے
کس نے پائل کے مدھر تال پہ دوہے گائے

سوئی سوئی سی یہ آنکھیں ہیں ادھورے سپنے
خلوتِ دل میں چھپا رکھتے ہیں جن کو فنکار
مرمریں گالوں پہ مدھم سے شفق رنگ دیے
جو چمکتے ہیں خیالوں کی ندی کے اس پار

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

وہی سنجیدہ سا اِک لوچ ہے ہنگامِ خرام
جیسے بھٹکی ہوئی ساون کی اکیلی بدلی
رُخِ رنگیں پہ وہ ہلکا سا تفکّر، جیسے
سیپی لہروں میں نظر آتی ہے گدلی گدلی

اَن گنت نظروں سے بچتی ہوئی تُو آئی ہے
اپنے ٹھکرائے ہوئے دوست کا جی بہلانے
وہی عنواں ہیں کمانوں سی بھوؤں میں مستور
مجھ سے جن پر ابھی لکھے نہ گئے افسانے

انگلیوں میں وہ ستاروں کی تپاں بے چینی
مسکراہٹ میں گجر دم کی خنک رعنائی
کالے بالوں میں وہ موہوم سنہری لہریں
جیسے جلتے ہوئے جنگل میں چلے پروائی

ہائے وہ لمس، وہ اِک گونج، وہ اِک واویلا
وہ دھندلکوں میں پگھلتے ہوئے پتلے سائے

JALALI BOOKS

وادیِ خواب میں وہ صرصرِ دُنیائے شعور
جیسے بھرپور بہاروں میں خزاں آجائے

دھجیاں بن کے اڑا رات کا پیراہنِ تار
تارے ٹکرائے خلاؤں میں، فضا چکرائی
میٹھی نیندوں کو کترتی ہوئی کرنیں لپکیں
خون کا طشت لیے صُبح کی دیوی آئی

۱۹۴۴ء

JALALI BOOKS
JALALI

ستارے

چمک چمک کے تھکے، ٹمٹمائے، گھبرائے
سحر کے نرم اُجالوں میں ڈوب ڈوب چلے
چھپے، جھلک سی دکھائی، بجھے، تمام ہوئے
نہ جانے کونسی دُنیا میں محوِ خواب رہے
اُفق کے پاس، کہ اس بیکراں خلا سے پرے

غروبِ مہر کی پرچھائیاں بکھرنے پر
یہ پھر فضاؤں میں اُڑنے لگے شرر بن کر
وہی تڑپ، وہی شوخی، وہی دراز سفر
وہی چمکتے پروں سے طوافِ قرصِ قمر
وہی افق کے دریچوں سے انتظارِ سحر

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

حیات و موت کے ان دائروں کی زنجیریں
نہ جانے کون سے اسرار کی ہیں تفسیریں
اِدھر دماغ میں ہیں چرخ گیر تدبیریں
ادھر ہیں گھات میں تدبیر سوز تقدیریں
ہیں اک سراب سراپا عمل کی تاثیریں

یہ کھیل ہے، تو کھلاڑی! تری دہائی ہے
اگر یہی ہے خدائی، تو کیا خدائی ہے
یہ کبریائی نہیں ہے، یہ کج ادائی ہے
اگر حیات ترے ہاتھ کی صفائی ہے
تو پھر یہ شب کی دُلھن، موت کیوں بنائی ہے

ستارو۔ ٹوٹ پڑو، بج اُٹھو، بکھر جاؤ
بھٹک بھٹک کے جہنّم خلا میں بھڑکاؤ
کبھی زحل، کبھی مریخ کی خبر لاؤ
یہاں سے سَن سے اُڑو، بھٹن سے اس سے ٹکراؤ
فنا کے گیت تباہی کے ساز پر گاؤ!

ازل سے لے کے ابد تک یہی نظام رہا
تو جان لو کہ تڑپنا تمھارا کام رہا
اگر حیات کا افسانہ ناتمام رہا
اگر ہمیشہ انھیں گردشوں سے کام رہا
تو کس کا نام رہا۔ اور کسے دوام رہا!

۱۹۴۴ء

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

آویزش

(مفکّرانہ رُخ)

عروج پر ہے تسلسل کا خوابناک طلسم
وہی سحر کی اُداسی، وہی تذبذبِ شام

وہی نجوم، وہی دائرے اُڑانوں کے
وہی ہلال کے ہاتھوں میں جامِ ماہِ تمام

وہی حیات کی رعنائیوں پہ داغِ اجل
وہی فضا کے دھندلکے، وہی فریبِ دوام

وہی طلائی سیاست، وہی حسین زنجیر
وہی جلیل شہنشہ، وہی ذلیل غلام

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

وہی بلند عزائم پہ فلسفے کے پہاڑ
وہی سلیس مذاہب پہ اعتقاد کے دام

مَیں اپنے ذہن کی انگڑائیاں سمیٹ ہی لُوں
بساط اپنے خیالات کی لپیٹ ہی لُوں

(شاعرانہ رُخ)

مرے ضمیر میں سیماب وار رقصاں ہیں
وہ ولولے، جو بہلتے نہیں خماروں سے

مرے شعور میں غلطاں ہے بجلیوں کی لپک
جو بے نیاز ہے ماحول کے حصاروں سے

مرے خیال کے سانچے میں ڈھلنے والا ہے
وہ ایک فرد کہ دبتا نہیں ہزاروں سے

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

گزر چکی ہے جوانی مرے تصوّر کی
بہاروں اور ستاروں کے نشہ زاروں سے

مرے جنوں کا مجاہد اُلجھنے والا ہے
نظامِ کہنہ کی لچکی ہوئی قطاروں سے

ندیم ذہن کی انگڑائی کیسے ٹوٹے گی
ہر ایک قوس سے جب اِک ہوائی چھوٹے گی

۱۹۴۴ء

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

میری زمین

بلندیوں پہ خیالات کے بسیرے تھے
کہ پستیوں میں خرد آزما اندھیرے تھے
یہاں پہاڑ تھے، ظلمات تھے، گپھائیں تھیں
وہاں نجوم کے ہنستے ہوئے پھریرے تھے
گمانِ شب سے ملوّث نہ تھا وہاں احساس
جدھر نگاہ اٹھی، دلربا سویرے تھے
وہاں یقین کی پہنائیاں تھیں لامحدود
یہاں شکوک کی پرچھائیوں کے گھیرے تھے

تصوّرات سے ہر چند بے قرار رہا
مگر زمین کا احساس استوار رہا

اگرچہ ذہن کی جنّت فریب دیتی رہی
مگر نظر میں حقیقت کا مرغزار رہا

توہمات کے بادل نہ چھٹ سکے، لیکن
رُخِ حبیب اسی طرح تابدار رہا

قدم قدم پہ ملے رنگ و نُور کے قریے
ندیمؔ محوِ طوافِ دیارِ یار رہا

اگرچہ نغمۂ گردوں کا ہمصفیر ہُوں میں
طلسمِ کاکل و رخسار کا اسیر ہُوں میں

مرے جنوں کی اُڑانیں ستارہ گیر سہی
ہنوز طالبِ تابانیٔ ضمیر ہُوں میں

بُنے ہیں چاند کی کرنوں سے پیرہن میں نے
خود اپنے زعم میں با ایں ہمہ حقیر ہُوں میں

مجھے بہشت میں بہلائیں کیوں فرشتہ و حور
کہ خاک و خوں سے اُٹھایا ہُوا خمیر ہُوں میں

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

یہ آندھیاں، یہ بگولے، یہ بجلیوں کے خدنگ
گرج کے ساتھ پہاڑوں کی گونج ہم آہنگ
یہ ایک دخترِ دہقاں کے عارضوں پہ دھواں
یہ ایک مُردہ سپاہی کا چہرۂ گلرنگ
یہ سطحِ ذہن پہ اخلاقیات کے تودے
یہ اژدہوں کا اِک انبوہ زیرِ پردۂ سنگ
ترے کرم سے تو منت کش نہیں مرا احساس
الٰہی! مجھ پہ اگر عرصۂ حیات ہے تنگ

خلا میں بھٹکی ہوئی یہ زمینِ آوارہ
ازل سے جس پہ ہے قربان، چاند بیچارا
وباؤں، زلزلوں، طغیانیوں کا بازیچہ
کہ جس کے شوق میں آدم نے آسماں ہارا
رواں دواں ہی رہا حشر تک یہ تودۂ خاک
ترے گرجتے عناصر نے لاکھ سر مارا
بس اب سمیٹ ہی لے چرخ پر بساطِ نجوم
ندیم خاک کے ذرّے میں پا چکا تارا

۱۹۴۴ء

عزم و عمل

فکرِ انجام میں غلطاں ہے شباب
شوقِ عرفاں میں سلگتا ہے سراب

جڑ سے اکھڑیں گے ستاروں کے خیام
اپنی منزل سے گریزاں ہے شباب

بھول بن جائے نہ بے وقت تناؤ
اپنے ہی زور سے ٹوٹے نہ طناب

پھڑپھڑاتا ہے فنا کا دامن
اپنے گنبد میں مچلتا ہے حباب

وقت کی بات ہے، وقت آئے گا
کیوں برسنے کو ترستا ہے سحاب

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

ذوقِ پرواز سے انکار نہیں
پہلے احساسِ فضا پیدا کر
جو ستاروں سے اُلجھ کر نہ رُکے
وہ یک آہنگ صدا پیدا کر
اپنی ہستی کو مکمل تو بنا
یعنی تریاقِ قضا پیدا کر
جو نشیبوں میں اُترتے ہی نہیں
ان خداؤں کا خدا پیدا کر
جو مشیّت کو بھی مسحور رکھے
وہ قیامت کی ادا پیدا کر

KHANA. JALALI BOOKS JALALI

عزم کے ساتھ نہ شامل ہو عمل
تو مقدّر کی ہے محکوم، حیات
جو فرشتوں کی گدائی سے ملے
زہر ہی زہر ہے وہ قند و نبات
جم کے رہ جائے اگر وقت کا سیل
دہر پر چھائی رہے رات ہی رات

بے مقامی سے رہا ہے دوچار
جس نے ڈھونڈا ہے زمانے میں ثبات
یہ خلاؤں کا پُراسرار سکوت
ہے ترے اوجِ خیالی کی زکات

زُود رس ہیں ترے افکار، مگر
یہ غلامی کا بہانہ ہی نہ ہو
یہ خیالات کا تانا بانا
صرف پریوں کا فسانہ ہی نہ ہو
یہ جو آتی ہے صدا نعروں کی
تیرے گنبد کا ترانہ ہی نہ ہو
اپنے ماحول کے پردے تو اُٹھا
زیرِ خاشاک خزانہ ہی نہ ہو
راہبانہ ہے ہر انداز ترا
تو مشیّت کا نشانہ ہی نہ ہو

۱۹۴۴ء

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

شرمیلا فن کار

سیپیاں چنتے ہیں ساحل سے کھلنڈرے بچے
ریت کے نرم گھروندوں میں سجاتے ہیں انھیں
شام جب آتی ہے سمٹی ہوئی سنولائی ہوئی
گھر کو بھاگ اُٹھتے ہیں، چُننے نہیں پاتے ہیں انھیں

ہاں، اگر چاند کے انوار سے رخشاں ہو زمیں
کھیل بچّوں کے ذرا طُول پکڑ جاتے ہیں
لیکن اِک لمحہ بھلا وقت سے کیسے اُلجھے!
چاند چُھپ جاتا ہے ظلمات اُمڈ آتے ہیں

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

دن ڈھلے پھر لبِ ساحل نظر آتے ہیں ہجوم
سیپیاں چُنتے ہوئے، ریت پہ منڈلاتے ہوئے
پھر وہی شام، وہی چاند، وہی تاریکی
پھر وہی سائے سے آفاق پہ لہراتے ہوئے

یہ اگر تیری مشیت ہے تو خاکم بدہن
اب تو اس رسم میں پہلو کوئی جدت کا نکال
یا تو روشن ہی رہے تیرا فلک، میری زمین
یا تری حکمتیں بُنتی رہیں ظلمات کے جال

ساحلِ زیست پہ بکھری ہوئی اُمید کی ریت
اور دمکتی ہوئی یہ سیپیاں ارمانوں کی
اور پھر موت — یہ سنولائی ہوئی شام - یہ رات
اور یہ قبریں ترے محبوبوں کی - انسانوں کی

ایک لمحے کے لیے چاند چمکتا ہے اگر
تو یہ اِک لمحہ تری دین نہیں ہو سکتا
یہ اس انساں کے یقینوں کی قلابازی ہے
اپنی مرضی سے جو ظلمت میں نہیں کھو سکتا

تیرا مذہب، ترا قانون، ترے رسم و رواج
یہ دلآویز شکنجے ترے مظہر تو نہیں!
تو اگر حسن ہے، رحمت ہے، کرم ہے یا رب
تو ترے ہاتھ میں سونے کا یہ خنجر تو نہیں؟

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

تیری وحدت تو مسلّم ہے، مگر یہ ظلمات
کس نے تخلیق کیے ہیں تری دُنیا کے لیے؟
دُوسرا کون ہے خلّاق پسِ پردۂ چرخ
تو اگر "حال" میں ہے، کون ہے "فردا" کے لیے؟

اصطلاحات کے پردوں سے نکل آ، ورنہ
ابنِ آدم کے لپکتے ہوئے پنجوں سے نہ ڈر
سامنے آ کے نئے نقش بنا۔ رنگ جما
اپنے فن سے کبھی فن کار بھی کرتا ہے حذر!

۱۹۴۴ء

KUTUB KHANA.
JALALI BOOKS
JALALI

شکنجے

کیا کروں چاند کی گردش پہ خیال آرائی
کہ مرے سامنے انساں کی تقدیر بھی ہے
کہکشاں میرے خیالوں کو لبھاتی ہے، مگر
میری نظروں میں روایات کی زنجیر بھی ہے
مجھ کو فطرت کے صحیفوں پہ یقیں ہے، لیکن
میرے ایماں میں انسان کی توقیر بھی ہے
میں جنونی سہی، گستاخ سہی، رند سہی
ذوقِ تخریب میں اِک حسرتِ تعمیر بھی ہے
وقت کی بات ہے، وقت آئے گا، وقت آئے گا
میرے ہاتھوں میں جو کشکول ہے، شمشیر بھی ہے

میں نے توڑے ہیں مہکتی ہوئی سانسوں کے طلسم
میں نے اُڑتے ہوئے بالوں کی گھٹا دیکھی ہے
شفق آلودسے ہونٹوں کے حسیں گوشوں میں
میں نے اُلجھی ہوئی دعوت میں حیا دیکھی ہے
خواب سے چونک کے جب سوتے خرد آیا ہوں
چاک در چاک حکیموں کی قبا دیکھی ہے
ان دھندلکوں سے جو نکلا ہوں تو چاروں جانب
پھڑپھڑاتی ہوئی رسموں کی ردا دیکھی ہے
کس طرف جاؤں، کہ ہر ذرّے میں ہر تارے میں
آنکھ دوشیزۂ تقدیر کی وا دیکھی ہے

مجھ کو ازبر ہیں محبت کے کئی افسانے
لیکن احساس کے زخموں کو چھپالوں، تو کہوں
وہ حکایت جو ستاروں نے سنائی مجھ کو
اپنی محفل کے چراغوں کو جلالوں، تو کہوں
مدعا ذہن میں محفوظ کیے بیٹھا ہوں
سُننے والوں کو خمارِ دل سے جگالوں، تو کہوں

JALALI BOOKS

راز معلوم تو ہیں مجھ کو شہنشاہوں کے
ہم صفیروں کے دماغوں میں سما لوں تو کہوں
شوکتِ گنبد و مینار سے آگاہ ہوں میں
لیکن ایوان کی بنیاد اُٹھا لوں، تو کہوں

ذوقِ پرواز بھی ہے، حسرتِ پرواز بھی ہے
ساتھ دینا ہے مگر مجھ کو تھکے ہاروں کا
میرے قدموں کو شکنجوں میں جکڑ لینا ہے
تیز غوغا یہ بھٹکتے ہوئے بازاروں کا
کیسے لپکوں کہ چلا آتا ہے دامن تھامے
ایک انبوہ، سسکتے ہوئے بیماروں کا
برق گامی کے لیے قربان، ذرا تھم کے چلو
قافلہ رینگتا آتا ہے دلِ افگاروں کا
ہمسفر چور ہیں، تم دور اڑے جاتے ہو
یہ رویہ تو مداوا نہیں آزاروں کا

آرزو کا کھیل

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS

رات کی خموشی میں کائنات روتی ہے
چاند اس کی آنکھوں کا آبدار موتی ہے

میٹھی نیند سوتے ہیں زندگی کے ہنگامے
وقت لڑکھڑاتا ہے حال کا علم تھامے

ایک سرمئی بدلی چاند کے قریب آئی
چھوتے ہی لب اس کے مسکرائی، لہرائی

یاد کے دریچوں میں کانپنے لگا ماضی
میری تیز سانسوں میں ہانپنے لگا ماضی

روئی روئی آنکھوں میں سوئی سوئی مستی ہے
خلد کے جزیروں پر نیند سی برستی ہے
ڈھیر سا ہے شانوں پر بکھرے بکھرے بالوں کا
اِک غبار سا جیسے ذہن پر خیالوں کا

نطق کی بغاوت پر ہونٹ پھڑپھڑاتے ہیں
جیسے نرم جھونکوں سے پھول کانپ جاتے ہیں
معبدوں کی محرابیں اس کے بازوؤں کے خم
جوئے آب میں تارے اس کے دیدۂ پُرنم
گاہ گاہ ہے کچھ ایسے تبسم کے لڑکھڑاتی ہے
جیسے نیم کی ڈالی جھول جھُوم جاتی ہے

عالمِ جوانی میں کتنے خواب دیکھے تھے
جن سے بحر شرمائیں وہ سراب دیکھے تھے
کتنے بوستاں سینچے، کتنے بَن بسائے تھے
آنسوؤں کے تاروں سے آسماں سجائے تھے

اِک ندیم کی دھن میں شاہراہیں چھانی تھیں

اِک اڑان میں کتنی جلوہ گاہیں چھانی تھیں

قہقہے سے گونج اُٹھے جب فلک نژادوں کے

دب کے رہ گئے سارے ولولے ارادوں کے

بجلیوں کے ایواں ہیں آگ کے بچھونے ہیں

آرزو کھلاڑی ہے، آدمی کھلونے ہیں

۱۹۴۴ء

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

وحدت

دائرہ ایک ہے، انجام بھی، آغاز بھی ایک
دشتِ ناپید کنار
ایک ہی راھگزار
ذوقِ پرواز بھی، پرواز کا انداز بھی ایک

یہ ہوائیں، یہ فضائیں، یہ خلائیں، یہ فلک
یہ مہ و مہر کے داغ
یہ عناصر کے چراغ
ان کی نبضوں سے ہم آہنگ ہے کلیوں کی چٹک

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

ایک زنجیر میں مربوط ہیں کتنی کڑیاں

چاند آیا لبِ بام

دیکھ موجوں کا خرام

کرنیں لہراتی ہیں سیپیوں کی منور لڑیاں

رنگ اور نسل کی اُلجھن میں بھٹک جاتے ہیں

یہ فقیہوں کے امام

یہ رواجوں کے غلام

مُردہ تہذیب کے حُجروں میں سکوں پاتے ہیں

اِس طرف دعویٔ آزادیٔ نوعِ انساں

اُس طرف سوچ بچار

اپنے دعووں سے فرار

ایک جھنکار ـــــ سخاوت کا ابھی وقت کہاں

امتیازات نے وحدت کا دبوچا ہے گلا
تارے ٹکرانے لگے
زلزلے آنے لگے
وہ مشیّت کی کماں تن کے بجی — تیر چلا!

۱۹۴۴ء

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

ثبوت

دم بخود رات، منتظر تارے
کائنات ایک خواب، ایک خیال
پتلے جھرنے کا سرمئی پانی
اک حقیقت، مگر فریب مآل

نیم افسردہ، نیم کی ٹہنی
قوس بن کر تنے کو چومتی ہے
ایک بھٹکی ہوئی پریشاں چیل
پیچ کھا کر فضا میں گھومتی ہے

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

گھاس میں اوس کی گھلاوٹ ہے
نرمیاں، خنکیوں کے بس میں ہیں
پتی ڈرتی ہے، قطرہ ناچتا ہے
یہ چمن کی قدیم رسمیں ہیں

ناگہاں کہکشاں کماں بن کر
تن گئی — دیر تک تنی ہی رہی
ایک انگڑائی سی بنی، لیکن
ایک انگڑائی سی بنی ہی رہی

کتنی شدّت ہے اس تمنّا میں
آہ وہ انگڑائی جو نہ ٹوٹ سکے
انتظار! انتظار! — سنّاٹا!
ہائے وہ تیر جو نہ چھوٹ سکے

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

آسمانوں میں اور زمینوں پر
زندگی تھم گئی، کہ تیر چلا
اور پھر پو پھٹے، ستاروں کا
آخری مضمحل سفیر چلا

وقت کو تیر ہی نہیں ملتا
یا ہدف کا کہیں وجود نہیں
ورنہ یہ ہمہمہ — یہ خاموشی!
ایک ہنگامہ ہے، سرود نہیں

اور کچھ غور کر ستارہ نشیں!
اس گہر کو ابھی کچھ اور تراش
اس کے اِک رُخ میں سرسراتی ہوئی
نظر آتی ہے بے بسی کی خراش

بے بسی؟ — بے بسی؟ — پنہ بخدا
آسماں بج اُٹھے "تو انگ توانگ"[1]

پوربی دائرے سے تیر چلا
تیرگی نے بھری سنہری مانگ

۱۹۴۴ء

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

[1] : TWANG

فلسفی

کبھی گمان ہے ذرّوں پہ کائناتوں کا
کبھی خیال بھٹکنے لگا خلاؤں میں

کبھی یہ سوز، کہ دھوکا ہے آفرینشِ دہر
کبھی یہ ساز، کہ کچھ راز ہیں ہواؤں میں

کبھی بیان کی سب قوّتیں رہیں مرکوز
خیال و خواب کے ڈھالے ہوئے خداؤں میں

کبھی یہ درد کہ دشوار ہے حصولِ سکوں
رقابتیں ہیں عناصر کے دیوتاؤں میں

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

کبھی یقین سے تلقینِ کوششِ پیہم
کبھی شکوک کی آمیزشیں دعاؤں میں

کبھی شعور پہ تختِ الشعور کا افسوں
ہوس کے رنگ خواتین کی حیاؤں میں

کبھی غدود میں اسرارِ ارتقائے حیات
کبھی شمار ہے دل کا جہاں نماؤں میں

کبھی ہے مادّہ، روحانیت کی لوحِ مزار
کبھی ہے روح، دو عالم کے کبریاؤں میں

کبھی یہ حکم کہ جمہوریت ہے راہِ نجات
کبھی پناہیں شہنشاہوں کی قباؤں میں

کبھی یہ قول، تغیّر ہے زندگی کا ثبوت
کبھی یہ وہم، حقیقت ہے پارساؤں میں

KITUB KHANA.
JALALI BOOKS
JALALI

کبھی سماج کی زنجیر پر کڑی تنقید
کبھی رواج کی گنتی ہے کیمیاؤں میں

کبھی گناہ پہ الزامِ انحطاطِ حیات
کبھی حیات کی رعنائیاں خطاؤں میں

کبھی غرور امیروں کی ہم نشینی پر
کبھی سرور، غریبوں کی التجاؤں میں

کبھی یہ شور کہ منزل قریب آ پہنچی
کبھی گلے، کہ ابھی بیڑیاں ہیں پاؤں میں

"میں جانتا ہوں" "میں جانوں گا" "میں نہ جان سکا"
یہ غلغلے ہیں ان اسرار کے گداؤں میں

۱۹۴۴ء

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

سوانگ

انہی قریوں کی عفونت سے بھری گلیوں میں
پرورش پاتا ہے قوموں کی معیشت کا نظام
جذب ہوتا ہے اسی خاک میں دہقاں کا لہو
یعنی بنتا ہے تمدّن کے خداؤں کا قوام

سبز کھیتوں میں یہ دبکی ہوئی دوشیزائیں
جن کے عارض میں سسکتا ہے زبوں حال شباب
کبڑے کھرپوں سے بناتی ہیں بقا کے زینے
ڈال کر کھاد جوانی کی، اُگاتی ہیں گلاب

انہی کھلیانوں میں لگتے ہیں طلائی انبار
جن کی اُجرت ہے فقط ایک پرانی تحریر
برسوں اک لال سی پوتھی میں پڑی رہتی ہے
جتنی فرسودہ ہو، بڑھ جاتی ہے اس کی تاثیر

انہی میدانوں میں پلتے ہیں جوانانِ جری
جن کی یلغار سے کٹ جائیں چٹانوں کے جگر
رسیاں بٹتے ہیں اُجڑی ہُوئی چوپالوں میں
زندگی موت کی اُمّید میں کرتے ہیں بسر

وہ بہت دُور، اُفق پر جو دُھواں اُٹھتا ہے
یہ وہی شہر ہے جو تاک میں رہتا ہے سدا
گدھ کی مانند جھپٹتا ہے لہُو پینے کو
چھوڑ جاتا ہے اِک انبار سڑے ڈھانچوں کا

کِتنا بے درد ہے سرمایہ پرستی کا نظام
اپنے رازق کا لہُو پی کے تنا پھرتا ہے
جانے تقدیر کی ہے مصلحت اندیشی کیا
کہ بھکاری بھی شہنشاہ بنا پھرتا ہے

۱۹۴۳ء

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

معاصر سے

ہو چکا اب ماتمِ تیرہ نصیبی ہو چکا
دیدۂ پُرنم کی اشکوں کے تارے کھو چکا

تیرے غم سے سنگ دل انسانوں کے کلیجے کٹ چکے،
گھیرے گھیرے ہٹ چکے گنجان بادل چھٹ چکے

قصرِ شاہی کے ستوں اپنی جگہ سے ٹل چکے
ریشم و دیبا کے ہیبتناک پردے جل چکے

روح کے ساکن سمندر میں تلاطم آ چکا
زندگی کے مُردہ ہونٹوں پر تبسم آ چکا

وہ جہاں بھی آج تیرے ذکر پر مجبور ہے
جو دیارِ ماہ و انجم سے بھی کوسوں دُور ہے

سینہ کاوی میں جو لذّت ہے، مجھے معلوم ہے
لیکن اس لذّت میں فوقِ ارتقا معدوم ہے

گو ترے افکار تیرے زُعم میں آزاد ہیں
جن عقاید میں تذبذب ہو، وہ بے بُنیاد ہیں

ذہن میں منزل معیّن ہے تو چِھنتا ہے سفر
ہر قدم پر ورنہ رُکتی ہے، ٹھٹکتی ہے نظر

تیرے دل میں عزم کی قندیل جلتی ہے ضرور
شش جہت میں جِھلملاتے ہیں مگر انوارِ طور

وہ جوانی گیند ہے بچّوں کی لڑھکائی ہُوئی
وہم کے نرغے میں جو پھرتی ہے گھبرائی ہُوئی

گو بہت مدہوش کُن ہوتے ہیں منطق کے نکات
زندگی کو زندگی کہنا ہے عرفانِ حیات

ظلمتوں میں، کون دے اُس کی تجلّی کا ثبوت
دُھوپ میں بیشک چمک اُٹھتا ہے تارِ عنکبوت

عشق و مستی، حُسن و لذّت، ساغر و مے خوب ہیں
مجھکو لیکن بیکسوں کے جھونپڑے مرغوب ہیں

شاعری پر تو نے ڈالے ہیں نقاب ابہام کے
شعبدے ہیں میری نظروں میں یہ فکرِ خام کے
شعر کے دھارے ہیں، لیکن یوں رُک رُک کے بہہ
تجھکو کہنا ہے اگر تو برملا کہہ، کھُل کے کہہ

تُو نے عُریانی کو سمجھا ہے حقیقت کا فروغ
یہ حقیقت ہے مگر تیری جوانی کا دروغ
ذہن کی عیاشیوں سے گو بہلتے ہیں دماغ
لیکن ان جھونکوں سے بجھ جاتے ہیں روحوں کے چراغ
جسم انساں کا مقدّس ہے، کر اِس کا احترام
جوش میں بپھرے ہوئے جذباتِ نفسانی کو تھام
زخم کو چھیڑا تو ہے اس کا مداوا بھی تو کر
طبل پر چوٹیں لگا بیٹھا ہے دھاوا بھی تو کر
صرف کہنا ہے تو تلقینِ عمل کرتا ہے کیوں
شاعری کرتے ہوئے ماحول سے ڈرتا ہے کیوں

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

اے مرے ہمدم مرے ساتھی مرے ہمرازِ حسن
شاعری کے ساز کی میٹھی ہوئی آوازِ حسن
زخمہ ور! اب انگلیوں کی تیزیاں کس کام کی
ابتدا میں سن رہا ہوں ہچکیاں انجام کی
نفس کی تحلیل کر، یا عشق کی پھبتی اڑا
ہے ترے خامے کی ہر جنبش میں اندازِ بکا
یہ ترے نغمے ہیں یا تقلید کے جنات ہیں
گیت ہیں تیرے کہ مر دھنتے ہوئے ذرات ہیں
اس قدر حساس ہو کر بھی یہ سستی! الغرض ہے
انفرادیت نہ کھو، ورنہ جوانی زہر ہے

ہم نے ایسے وقت میں تھاما بغاوت کا علم
جب جلا لیتا ہے قندیلِ عمل صدیوں کا غم
ہم نے ایسے وقت میں جانچے ہیں فطرت کے اصول
نوجواں جب زر کے بدلے آگ کرتے ہیں قبول

چھٹ گئی ہیں یک بیک اوہام کی دُھندلاہٹیں
آ رہی ہیں ہر طرف سے زندگی کی آہٹیں
نیم وا آنکھیں ہیں، اور انگڑائیوں کا زور ہے!
کون رقصاں ہے، یہ کس کی جھانجھنوں کا شور ہے!
ہم اگر اب بھی حقیقت کی حقیقت جان لیں
کیا عجب ہے اس تڑپ کی مصلحت پہچان لیں

۱۹۴۳ء

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

پھریری

حریم دل میں شمعِ اضطراب جل رہی ہے کیوں؟
خلا کی آندھیوں میں اک کرن مچل رہی ہے کیوں؟
فسردگی کے ریگ زار، لالہ زار بن گئے
مرے شکستہ حوصلے طلائی تار بن گئے
ہوا میں کھلبلی مچی، غبار چھٹ کے رہ گئے
مرے خیال کے کھنڈر اُلٹ پلٹ کے رہ گئے
سمٹ کے رہ گئی گزشتہ زندگی کی تیرگی
پلٹ کے آگئی وہی خرد فریب سرخوشی
تصورات کا کلس فضا میں جھلملا اُٹھا
حقیقتوں کا پردۂ حریر پھڑپھڑا اُٹھا

خدا کرے یہ اِک مذاق ہو مرے شباب کا
کہ کھو چکا ہُوں مُدّتوں سے ذوق انقلاب کا
جہانِ عشق میں ہوس پرستیوں کا زور ہے
جمالِ یار پر دراز دستیوں کا زور ہے
عفونتوں کے ڈھیر ہیں شفق نما جوانیاں
خیال میں نہ رفعتیں، نہ وسعتیں، نہ بیکرانیاں
مرے جنوں کو یہ رکاوٹیں نہ راس آسکیں
کہ میری رُوح کی ستارہ گیریاں نہ جا سکیں
اگر یہ انقلاب بھی اُسی قفس میں بند ہے
تو مجکو اپنے شوق کی شکست ہی پسند ہے

۱۹۴۳ء

معمارِ عالم

(ابلیس کی ذہنیت اقبالؒ کے ابلیس سے مستعار)

(ابلیس)

خامشی جب در و دیوار پہ چھا جاتی ہے
قلبِ آدم کے دھڑکنے کی صدا آتی ہے
کس قدر تیز ہے اربابِ ہنیّت کی نظر
بند ہو آنکھ تو احساس کو بہلاتی ہے
دل کو تقدیر کے خنجر سے لگا کر چرکے
مرہمِ خواب سے شب کو انھیں سہلاتی ہے
لیکن انساں کا سنبھالا ہے شکستوں کا ہجوم
مجھکو قدرت کی مشقّت پہ ہنسی آتی ہے

ابنِ آدم مری نظروں میں سماتا ہی نہیں
منّتِ بھرِ خاک سے دبنا مجھے آتا ہی نہیں

اُفقِ ذہن پہ اوہام کے بادل کڑکیں
چمنِ روح میں تشکیک کے شعلے بھڑکیں
عرش کے گنبدِ سیمیں کا کلس کانپ اُٹھے
اس قدر زور سے بندوں کے کلیجے دھڑکیں
دیکھ کر زہد کے ریشم میں ریا کے پنجے
جوشِ وحشت سے جہنّم کے دریچے کھڑکیں
تجربہ گاہوں میں انسان کو انساں چیرے
خونِ آدم سے جلا پائیں سیلیٹی سڑکیں

مرمریں قصر میں دبکے ہوئے بھوتو، جاگو
اے عزازیل کے بے رحم سپوتو، جاگو

(ابلیس کا ایک خادم)

آپ کے حکم کی تعمیل ہے ایماں اپنا
فرضِ اوّل ہے دلآزاریٔ انساں اپنا
جس نے خود قادرِ مطلق کے تراشے ہیں حریف
کیسے کہنا ہے اُس انسان کو یزداں اپنا

ہم کتر آئے ہیں مذہب کے ستونوں کی جڑیں
کیا بگاڑے گی بھلا گردشِ دوراں اپنا
ثبت ہیں ذرّوں پہ املاک کی خونی مُہریں
بحر اپنا ہے، چمن اپنا، بیاباں اپنا

شاہِ ذی جاہ! تردّد کا یہ ہنگام نہیں
ابنِ آدم کو اب آدم سے کوئی کام نہیں

ہم نے دیکھے ہیں عالم کے زمانے سارے
ٹوٹتے ہیں تو ابھرتے ہیں روشن تارے
ہم نے منعم کے بہکتے ہوئے مے خانے میں
بنتے دیکھے ہیں غریبوں کے لہو کے دھارے
ہم نے دیکھے ہیں سیاست کے کھلے آنگن میں
بحث و تکرار کے چلتے ہوئے لاکھوں آرے
چند اُلجھے ہوئے الفاظ کے سلجھانے کو
بھولی ماؤں نے کئی راج دُلارے وارے

ہم نے افکار کو پابند بنا رکھا ہے
ہم نے انساں کو رضامند بنا رکھا ہے

(ابلیس)

خوب ہے خوب ہے یہ کارگزاری ساری
وسعتِ دہر پہ ہے موت کا عالم طاری
لیکن اس فتنۂ آشوبِ جہاں سے ہشیار
تند ہے جس کا نفس، ضرب ہے جس کی کاری
اُف یہ دہقان ہے ایوانِ جہاں کا معمار
جس کا وجدان ہے تعلیمِ نوی سے عاری
جس کی پُرہول درانتی کے اُٹھتے دندانے
میرے احساس پہ کرتے ہیں شرارہ باری
سخت مشکل ہے عزازیل کی قوت کا ثبات
دل یہ کہتا ہے کہ بیدار ہوئی روحِ حیات

اس کو افلاس کے نرغے میں پھنسائے رکھو
اس کو تقدیر کا محکوم بنائے رکھو
کھیت پک جائیں تو دھتکار دو کتّے کی طرح
اگلے موسم کے تقاضوں سے لبھائے رکھو

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

قول کو پاک رکھو فعل کی آلائش سے
اس کے ادراک میں اندھیر مچائے رکھو
جن کے فیضان سے مضبوط ہے بدعت کا نظام
اُن روایات کا دیوانہ بنائے رکھو

یہ نہ مانے تو فرنگی کا لہو گرماؤ
ورنہ خود اپنے جہنم میں بھسم ہو جاؤ

۱۹۴۳ء

LIBRARY
IDARE-ADBIYAT-E-URDU
ACC. No 34241
Date

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

جبر

ایسی راز بھری خاموشی حدِ نظر تک چھائی ہوئی ہے
جیسے وارہ فطرت کو بھی گہری نیند آئی ہوئی ہے

پربت پر حیران سا گہرا سکتہ سا میدان پہ طاری
ان خوابیدگیوں نے بخشی میرے تخیل کو بیداری

میرا مقدر کہلاتی ہیں فطرت کی من مانی باتیں
بجھتے دل، بے رس برساتیں، لٹتی شامیں، اجڑی راتیں

مجھ کو ہوس ہے لوٹ ہنسی کی قسمت میں اشکوں کے دھارے
فرش پہ آدم کو دے ٹپکا، عرش پہ رکھے چاند ستارے

جینا اپنا کھیل تماشا، آئے، بیٹھے، روئے، دھوئے
خار چنے اور پھول گنوائے، ذرّے پائے تارے کھوئے

بھور بھئے اُٹھے، دن نکلا۔ آنکھ ملی، دیکھا، رات آئی
انگڑائی لی، کروٹ بدلی، تارے گِنے پر نیند نہ آئی

عِشق کیا یعنی پُرہیبت طوفانوں میں دیے جلائے
موتی چُننے نہ پر لپکے، اور چٹانوں سے ٹکرائے

بیٹھ پہ بھاری بوجھ اُٹھائے، بگڑے اکڑے شور مچایا
لیکن دن بھر کی محنت کے بدلے باسی لقمہ پایا

یہ اچھا انصاف ہے تیرا، جو مانگے، وہ منہ کی کھائے
جس کے گھر ہو ڈھیروں دولت تیرے در سے ڈھیروں پائے

پاسِ ادب سے چُپ ہوں ورنہ تیرے جہاں کی خاک اُڑا دوں
تارے چُن لوں، چاند بُجھا دوں، سورج کا سینہ چٹخا دوں

۱۹۴۳ء

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

جب آنکھ کھلی تو کیا دیکھا

جو بیتی وہ بیتی، آخر بیتی پر کیوں روؤں میں
تار تار ہے دامن سارا اب دامن کیا دھوؤں میں
کوڑی مول بکے جب موتی، کیسے ہار پروؤں میں
سانٹھ دیا کانٹوں نے میرا پھولوں پر کیوں سوؤں میں
مانگے کے تاروں سے من کا اجیالا کیوں کھوؤں میں

سُونی سی پگڈنڈی پر مڈبھیڑ ہُوئی تھی اُجگ بیتا
چہرے پر وہ ہالا جیسے چاند کی کرنوں میں رگیتا

چال ایسی لچکیلی جیسے بَن میں لہرائے چیتا

نئی نویلی آس کے پیراہن آخر کب تک سیتا

پلکوں نے گالوں کو چُوما مَیں نے جانا، رن جیتا

چرنوں کو چھُو کر پُوچھا — "تو کِس نگری کی رانی ہے؟

کِس نگری سے آئی ہے تُو، کِس نگری کی ٹھانی ہے؟

کیا تیری نگری بھی اِس نگری سی آنی جانی ہے؟

میری زباں پتھر بن جائے — پر کیا تُو بھی فانی ہے؟

تیرے چہرے کی لَو سے تو چاند بھی پانی پانی ہے"

یہ کہہ کر جب اُوپر دیکھا، سائے ہنسی اُڑاتے تھے

دھرتی تھر تھر کانپ رہی تھی، ہچکولے سے آتے تھے

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

پیڑ ہوا میں جھوم جھوم کر بھتنے سے بن جاتے تھے

دُور گھنے جنگل میں چھُپ کر دو گیدڑ چلّاتے تھے

اور ستارے انگاروں کے جھلے سے برساتے تھے

میں کیا جانوں یہ سپنا تھا یا ہونی کا سایا تھا

برسوں سُلگ سُلگ کر میں نے من کا دیا جلایا تھا

اپنے لہو سے پالے پوسے گینوں کا پھل پایا تھا

پریم سمندر کا تھر کا پروہت پھولے نہیں سمایا تھا

بچی کھُچی نیندوں کو چُرانے کیا جانوں کون آیا تھا

آئی گئی باتوں کے جھگڑے، پگلے کون مٹاتا ہے

اِک راجہ آکاش پہ بیٹھا اپنا من پرچاتا ہے

جب چاہے، چُپکے سے اِک گڑیا کا پیچ گھُماتا ہے

گُڑیا سر دھنتی جاتی ہے، وہ مُسکاتا جاتا ہے

سپنوں کی پرچھائیں بنا کر انساں کو بہکاتا ہے

راجہ جی، میری باتوں کا بُرا نہ مانو من جاؤ
جی میں آئے تو پریوں کے اور ہیولے بنواؤ
ایک کھلونے کی کیا ہستی کھیلو من کو پرچاؤ
لیکن اس گستاخ کوی سے اِک سچائی سُن جاؤ

انساں باغی ہو جاتے ہیں جب ٹپکیں مَن کے گھاؤ

۱۹۴۳ء

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

سلونی شامیں

سرمئی شام فضاؤں میں گھلی جاتی ہے
چھڑکے دیتے ہیں خلاؤں میں ستارے افشاں
دور پچھم میں سمٹتے ہوئے پربت سے پرے
ایک مبہوت حسینہ ہے ابھی رقص کناں
خامشی پی گئی چھاگل کے چھلکے، لیکن
پھڑپھڑاتا ہے دھندلکوں میں شہابی داماں
کائنات ایک پہیلی سی بنی جاتی ہے
نہ حجابوں کے تکلف، نہ جمالِ عریاں
خواب آلود ہواؤں میں رواں ہیں یوں پل
جیسے اڑتے ہوئے تیروں کے منور پیکاں

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

جھلملا اُٹھتے ہیں سڑکوں کے کلبوں میں دیے
نشہ ذہنوں میں ہوں جس طرح امارت کے خیال
یُوں چھلکتی ہیں دریچوں سے لرزتی کرنیں
جیسے افسردگیٔ حال پہ ماضی کا جلال
خوابگاہوں میں کچھ اس طرح کنیزیں گھومیں
جیسے گھِر جائیں کسی کھوہ میں آوارہ غزال
ایک اسٹیج پہ ہیں گرسنہ نظروں کے ہجوم
جانے کب آئے گی رقاصۂ سیماب خصال
زہر آشام نگاہوں سے یہ کہتا ہے فقیہہ
"جاؤ درگاہ میں لے آؤ سُریلے قوال"

JALALI BOOKS

عِشق کرتا ہُوں کہ پانی سے شرر چُنتا ہُوں
فاقہ مستی میں امنگوں کو سکوں خاک مِلے!
مَیں نے تسکین کی خواہش میں جنہیں تھاما تھا
آنسوؤں سے وہی دامن مجھے نمناک مِلے!
وسعتیں میرے جنوں کی نہ کسی نے سمجھیں
چارہ گر بھی مجھے وارفتۂ ادراک مِلے!

ہمسفر پائے، مگر دل کو تسلی نہ ہوئی
رُوحیں بے باک سہی! ذہن مگر چاک ملے!
اپنی منزل تو معیّن تھی، مگر کیا کرتا
ہر قدم پر وہی ابہام کے پیچاک ملے!

جذبۂ دل نے کہا۔ جراتِ رندانہ کر
میرا ماحول پکارا کہ۔ گنہگار نہ بن
مَیں نے جب عشق کے فانوس جلانے چاہے
تو عزیزوں نے صدا دی کہ۔ شبِ تار نہ بن
تنکے گلیوں سے اُٹھائے تو یہ آواز آئی۔
چشمِ احباب میں اس درجہ سبکسار نہ بن
آتشیں گیت مرے سُن کر بزرگوں نے کہا۔
بزمِ امروز میں فردا کا خریدار نہ بن
میرے افکار مگر مجھ سے یہی کہتے ہیں۔
رُوحِ اسلاف کی لعنت کا سزاوار نہ بن

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

مجھ سے شاموں کی تباہی نہیں دیکھی جاتی
میری محبوب! زمانے کی روش بھول بھی جا
دیکھ وہ چرخ کی ظلمت زدہ پہنائی میں
گیت گاتے ہوئے ابھرے ہیں ستارے کیا کیا

دورِ حاضر کی تجلّی ہے بصیرت کا فریب
خوں میں کھیلنے والوں کا بہانہ ہے حِنا
ہم کو جو کہنا ہے وہ کیوں نہ کہیں؟ کیوں نہ کہیں؟
عشق شوریدہ تو ہے پھر غمِ رسوائی کیا!

اب تو ماحول کی زنجیر گلی جاتی ہے
بل پہ بل کھاتے ہیں فرسودہ تمدّن کے خدا

ہم جوانی کو تذبذب میں نہ گھلنے دیں گے
ہم نہ رکھیں گے غریبوں کو غنی کا محتاج
ہم چٹانوں کے کلیجوں میں عَلم گاڑیں گے
چشمِ احرار میں جچتے نہیں خوش رنگ نہ تاج
روحِ انساں کے تقدّس کو نہ ہم بھولیں گے
ہم نہ مانگیں گے غریبوں سے غریبی کا خراج

ہم نہ ڈالیں گے حکومت پر ریا کے پردے
نہ کوئی قصر نہ درباں نہ کوئی تخت نہ تاج

میری محبوب! یہ چپ چاپ سلونی شامیں
آج کے بھیس میں دکھلاتی ہیں کل کی معراج

۱۹۴۳ء

KUTUB KHANA.
JALALI BOOKS
JALALI

بھور آئی

اندھیارے کا درپن ٹوٹا، پورب نے پَو برسائی
انگارے کا جھومر پہنے اُوشا نے لی انگڑائی
جنگل مہکے، پنچھی چہکے، لہکی بہکی پروائی
بھور آئی

رُکی رُکی سی، جُھکی جُھکی سی، دُکھی دُکھی سی آشائیں
مچل مچل کے، اُچھل اُچھل کے، گگن چھو کے چھُو آئیں
من بسیوں کی مہارانی من ہی من میں اِترائی
بھور آئی

دھواں دھار چھم چھم کی بستی، دھڑ دھڑ پورب دیش جلے
سورج دیوتا، گھات لگائے رات کی دیوی ہاتھ ملے
کرنوں کی گوپی گھیرے میں کانپ کانپ کے چلائی
بھور آئی

۱۹۴۳ء

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

واپسی

اپنے افکار کی گستاخ اُڑانوں کے طفیل
بارہا دیکھے ہیں تاروں کے نشیمن میں نے
جن کو حُوروں نے مہ و مہر کی کرنوں سے بُنا
اپنے اشکوں سے بھگوئے ہیں وہ دامن میں نے
اپنی نظروں کو مئے عشق سے صیقل کر کے
کر لیے گُنبدِ گردوں میں بھی روزن میں نے
ٹمٹمانے لگے ایوانِ مشیّت کے چراغ
جب کیا رُوح کے فانوس کو روشن میں نے
لیکن افسوس — ان اسرار کے سُلجھانے سے
اور اُلجھائی ہے تقدیر کی اُلجھن میں نے

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

فرش کے راز بھلا عرش پر کیسے کھلتے
در حقیقت مری پرواز، نہ آسانی تھی

خاک سے جانبِ افلاک اچھالا جس نے
وہ پراگندہ خیالوں کی پریشانی تھی

پھڑپھڑاہٹ مرے شہپر کی جسے تو سمجھا
میری افسردہ امیدوں کی پرافشانی تھی

میں جسے دیکھ کے پھر سوئے زمیں لوٹ آیا
آئینہ خانۂ فردوس کی حیرانی تھی

پس گئیں جس میں تخیل کی کئی دنیائیں
چرخ پر بھی اسی چکر کی ستمرانی تھی

ان پُراسرار خلاؤں میں ہے اڑنا بیکار
جن کے پیچھے ہے وہی کہنہ و فرسودہ نظام
وہی ہنگامۂ تغییر، وہی قیدِ شکست
صبح کے دوش پہ اکھڑے ہوئے تاروں کے خیام
وہی یزداں، وہی مجبور ہیولوں کے سجود
وہی ایمان کے لالچ میں درود اور سلام

KUTUBKHANA JALALI BOOKS JALALI

وہی پابندیٔ پیہم، وہی زندانِ بہشت
وہی بجلی، وہی خرمن، وہی دانہ، وہی دام
مَیں تو کہتا ہُوں کہ لازم نہیں دُنیا سے گریز
جب کسی چیز کو حاصل نہیں عالم میں دوام

چشمِ بینا میں یہ سیّارۂ رقصاں میرا
عرش کے معبدِ خاموش کو شرماتا ہے
جھرنے بن جاتے ہیں باریک گلابی ڈورے
پھر جب پچھمی غاروں میں پھیل جاتا ہے
بحر میں، بن میں، پہاڑوں میں برستے ہیں گلاب
جب نئی صبح کا سیلاب اُمڈ آتا ہے
کارخانوں سے اُبلتا ہُوا پُرپیچ دھُواں
فتنۂ شہر کو انگڑائی پہ اُکساتا ہے
سبز کھیتوں کی لہکتی ہُوئی ہریاول سے
قلبِ دوشیزۂ صحرا کتنے بَل کھاتا ہے

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

کتنے ہنگاموں کا مرکز ہے مری بزمِ حسیں
کتنی مستی سے ہے لبریز مرا ساغرِ زر
کتنے دل لذّتِ نظارہ سے کانپ اُٹھتے ہیں
کپکپاتی ہوئی چلمن کا اشارہ پاکر
کتنی پلکوں پہ چمکتے ہیں وہ لرزاں تارے
جو ٹپکتے ہیں تمناؤں کی خاکستر پر
کتنے راہی ہیں پُراسرار سی راہوں پہ رواں
جو نہیں جانتے خود بھی کہ رواں ہیں کدھر
کتنی شمعیں ہیں جو اُجڑے ہوئے محلوں میں جلیں
کتنے گھر چشمکِ انجم کے رہے دستِ نگر

سرِ کہسار ہے سکتا ہوا کمزور سا چاند
میری دُنیا سے بچھڑتے ہوئے گھبراتا ہے
جانتا ہے کہ وہ مبہوت فرشتوں کا حرم
ان نشیبوں کی بلندی پہ جلا جاتا ہے
اب بھی کرنوں کے سہارے سے کوئی پیکرِ نور
عرش سے وادئ سینا میں اُتر آتا ہے

اب بھی جبریل، ستاروں کے اُٹھا کر پردے
بحر و بر پر شبِ خاموش میں منڈلاتا ہے
اب بھی افلاک پہ دبکا ہُوا گلزارِ جناں
خاک سے آنکھ ملاتے ہُوئے شرماتا ہے

مَیں نے قطرے میں بھی سیلاب کی جھنکار سُنی
مَیں نے ذرّے کے دہن میں بھی زباں دیکھی ہے
جس حقیقت سے مہ و مہر بھی بیگانہ رہے
دھندلے دھندلے سے ریچوں میں عیاں دیکھی ہے
وہ تڑپ، جس کا ستاروں نے کیا تھا دعویٰ
ننّھے سے پھول کے ریشوں میں رواں دیکھی ہے
جس تجلّی سے عبارت ہیں اُڑانیں میری
اپنے احساس کے غرفے میں نہاں دیکھی ہے
منحصر ہے مری دُنیا پہ نظامِ کونین
مَیں نے یزداں کی بھی چشمِ نگراں دیکھی ہے

۱۹۴۳ء

JALALI BOOKS

کروٹیں

کتنے ادوار سے گزرا ہے شباب
عشق، اُمّید، تذبذب، انجام
ذرّے ذرّے میں خیالی فردوس
یعنی ہر گام پہ اوہام کے دام
ایک مرکز پہ دھڑکتی تھی حیات
"دست بر سینہ، نظر بر لبِ بام"
مجھ کو محسوس ہُوا کرتا تھا
اپنے اشکوں میں ستاروں کا خرام
مضمحل سوچ میں لپٹی ہُوئی صبح
دلرُبا فکر میں ڈُوبی ہُوئی شام

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

گنگناتے ہوئے جھرنے کے قریب
کسمساتا ہُوا اِک پیکرِ نور
وہ شفق رنگ لبوں کی لرزش
جیسے موسیٰ کے خیالوں میں طور
رُخ پہ گیسوئے طلائی کی وہ لٹ
جیسے آکاش کے رمنوں میں حور
سمٹی باہوں میں لپٹنے کی امنگ
جیسے کلیوں میں چٹکنے کا شعور
مسکراہٹ میں محبّت کی کسک
تلملاہٹ میں جوانی کا غرور

میں نے اس عالمِ مدہوشی میں
منجمد وقت کا دھارا دیکھا
جب کبھی غور کیا دُنیا پر
ایک آوارہ ستارہ دیکھا
میں نے آفاق کی پہنائی میں
حُسن کو انجمن آرا دیکھا

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

اس قدر تُند تھا سیلابِ شباب
نہ سفینہ، نہ کنارا دیکھا

ایک دن حسن سے نظریں جو ہٹیں
قلبِ ہستی کو دوپارہ دیکھا

اک طرف رقص کی بجلی چمکی
اک طرف آہ کا شعلہ بھڑکا
اک طرف تھاپ پڑی طبلے پر
اک طرف بھوک کا بادل کڑکا
زلفیں لہرائیں۔ ہوائیں مہکیں
ہونٹ تھرّائے کلیجہ بھڑکا
بھاؤ کچھ اور چڑھے۔ مے چھلکی
فصلیں تیار ہوئیں۔ دل دھڑکا

سانس لیتا رہا پھر بھی انساں
اندھی فطرت کا مجاہد لڑکا

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

شاعری، حُسنِ بیاں تک محدود
فلسفہ ہرزہ سرائی کا شکار
سرفروشوں پہ سلاسل کی گرفت
سورماؤں پہ سیاست کا غبار
نوجوانوں کے ارادے بے رنگ
جیسے صحرا میں شہیدوں کے مزار
غم کی ماری ہُوئی دوشیزائیں
شب کے سنّاٹے میں جیسے گلزار
زندگی، غیر مسلسل مستی
موت کا خوف، مسلسل آواز

نہ تدبّر سے مقدّر کو غرض
نہ مشیّت سے مرا یارانہ
مجھ پہ ابلیس نے ڈورے ڈالے
مجھ سے یزداں بھی رہا بیگانہ
کب تک احساس کو محصور رکھے
خشک اسرار کا تانا بانا

JALALI BOOKS

۹۸۵

کہکشاں اب ہے، مری منزلِ شوق
کہ بہت چھان لیا ویرانہ
مصلحت یہ ہے، کہ تخلیق کروں
نئے مے نوش، نیا مے خانہ

مژدہ اے عالمِ نو کے خوابو!
مائلِ خیر ہے انساں کا شرف
کچھ خطا اس میں کمانوں کی نہیں
میرے تیروں سے گریزاں تھا ہدف
دل کی دھڑکن وہ نشیبوں سے اُٹھی
محوِ پرواز ہے تاروں کی طرف
حدّتِ حبس سے زنداں ٹوٹا
اپنے موتی کو اُچھالے گا صدف
گردشِ چرخ خبردار رہے
اب مرا عزم ہے تقدیر بکف

۱۹۴۳ء

خورشید احمد خاں[1] سے

کھیلتا ہے ترا ادراک ان اسرار سے کیوں
جن کا اسرار رہی رہنا ہے تقاضائے حیات
ان دُھندلکوں میں بھٹکتا ہے ترا طائرِ فکر
جن میں الجھا اور اُلجھتا ہے معمّائے حیات

---

[1] : مصنف کے ایک عزیز دوست جو فلسفہ کے ایم اے ہیں اور جنھیں فلسفہ کے ہر پہلو پر انتہا درجہ کا عبور حاصل ہے (یہی خورشید احمد خاں بعد میں صوبائی اور پھر مرکزی وزیر قانون رہے اور اس کے بعد انھوں نے عین عالمِ شباب میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا)

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

ریزۂ سنگ سہی، پھُول کی نازک پتّی
تودۂ خاک سہی، پیکرِ ابنِ آدم
ذرّۂ ریگ سہی، قلب کا ایوانِ حسیں
قطرۂ بحر سہی، وسعتِ ہر دو عالم

یہ جہاں خواب سہی ایک پریشاں سا خواب
جس کی تعبیر ہے اِک تیرہ و تاریک خلا
جس کی پہنائی میں اُڑتے ہیں وہ ننگے بھتنے
نوعِ انساں کے کلیجے ہیں فقط جن کی غذا

اے مرے دوست، مرے شعر کے متوالے دوست
تیری ہر بات کو تسلیم کیے لیتا ہُوں
میرے احساس کے خاور، مرے رازوں کے امیں
تیرے کہنے پہ مَیں یہ زہر پیے لیتا ہُوں

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

میں نے احساس کی میزان میں تولی ہے حیات
میں نے تخئیل کے سانچے میں جوانی ڈھالی
میں نے افکار کی بکھری ہُوئی جھکاروں میں
تیرے بھٹکے ہُوئے ادراک کی منزل پالی

فلسفہ چیخ ہے اس وہم گزیدہ دل کی
جس کے اندازِ تفکر میں کوئی ضبط نہیں
فلسفہ ہچکی ہے اس سازِ شبستانی کی
جس کے دلدوز ترانوں میں کوئی ربط نہیں

فلسفہ ٹیس ہے ان رُوح کے ناسُوروں کی
جن کو رہتا ہے سدا جبرِ مشیت کا گلہ
فلسفہ ہُوک ہے ادراک کے ان زخموں کی
فیلسوفوں سے کبھی جن کا مداوا نہ ہُوا

سوچنا ہے تو مرے شعر کے ایوان میں آ
جس میں رازوں کو حجابوں سے بلا کی کد ہے
چھائے رہتے ہیں جہاں مست خیالوں کے نشے
بحث و تکرار، نہ افسانۂ نیک و بد ہے

بانسری عشق کی بجتی ہے تو آہنگ کے ساتھ
پھڑ پھڑاتے ہیں بہشتوں میں فرشتوں کے پرے
جھلملاتے ہیں در و بام پہ انوارِ یقیں
راکھ ہو جاتے ہیں اوہام سرشتوں کے پرے

جامِ جمشید سے شفاف ہے جب رُوحِ ندیم
پھر ترا عقل کے جنگل میں بھٹکنا کیسا
جب یہاں ہیں گل و نسرین و سمن کے انبار
پھر ترے قلب میں کانٹوں کا کھٹکنا کیسا

کانٹ کی مکر میں اُلجھا نہ خیالات اپنے
کہ ترا ذہن ہے اِک شعرِ حسیں کا محتاج
جس کے بجتے ہوئے الفاظ سے اِک آنچ اُٹھے
موم ہو جائے ترے علم کا یخ بستہ مزاج

شمعِ عرفاں سے نہ ڈر، نار نہیں، نور ہے یہ
شمع ناچے گی جب آئیں گے یہ پروانے دو
اصطلاحات کی چھٹ جائیں گی سب نیرگیاں
"خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو"

۱۹۴۳ء

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

ایک عیّاش دوست سے

فسونِ ماہ و انجم سے بہَن دھوکا کھا نہیں سکتا
مری تخییل سے ذرّہ بھی بچ کر جا نہیں سکتا

نہ جانے مُدعائے جبر کی تاویل کیا ہو گی
اگر تو میری مجبوری کا مقصد پا نہیں سکتا

جہاں میری محبّت کھیلتی ہنستی رہی برسوں
تصوّر میں بھی تُو ان منزلوں کو لا نہیں سکتا

دلِ انساں پہ قانونِ فنا کی زد نہیں پڑتی
یہ غنچہ خاک میں ملتا تو ہے، کملا نہیں سکتا

مری پرواز سے لبریز ہیں کون و مکاں لیکن
ترا ادراک میرے شہپروں کو پا نہیں سکتا

اب اس سے بڑھ کے میرے عشق کی معراج کیا ہوگی
بغیر اس کی رضا کے، آنکھ تک جھپکا نہیں سکتا

زمانہ برسرِ پیکار ہے کیوں عزمِ شاعر سے
یہ وہ دامن ہے جو آندھی میں بھی لہرا نہیں سکتا

مجھے مجبور کیوں کرتا ہے تُو عیشِ دو عالم پر
کہ میں نازک گلوں پر بجلیاں برسا نہیں سکتا

۱۹۴۳ء

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

پرتوِ آرزو

اعترافِ شکست ممکن ہے
لیکن اسرار فاش ہوتے ہیں
مل ہی جائے گی منزلِ مقصود
ہم تو محوِ تلاش ہوتے ہیں

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

راہ ناپید — راہبر حیران
کارواں تشنہ لب شکستہ دماغ
زیست آلام سے عبارت ہے
آندھیوں میں بھڑک اٹھیں گے چراغ

دُور تک کپکپا رہے ہیں سراب
بھاپ سی اُٹھ رہی ہے ٹیلوں سے
عشق کی پیاس بُجھ نہیں سکتی
باغِ جنّت کی سلسبیلوں سے

ان دہکتی ہُوئی فضاؤں میں
ایک پرچھائیں سی ہے رقص کناں
جس کی پازیب کے چھناکے پر
ہے ازل سے نظامِ دہر رواں

سُست انگڑائیوں کا ایک ہجوم
باہوں کے لوچ میں کنول کا بل
پتلیوں میں دیے سے جلتے ہُوئے
لانبی پلکوں کی اوٹ میں کاجل

گاہ تیزی سے یُوں لپکتی ہُوئی
جیسے ارجن کا سرسراتا تیر

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

گاہ یوں رُک کے پیچ کھاتی ہُوئی
جیسے دم توڑتا ہُوا نخچیر!

یہ مری آرزو کا پرتو ہے
میرے اوہام کا غبار نہیں
یہ وہی لَو ہے شمعِ ہستی کی
جس کی تقدیر میں قرار نہیں

مَیں تھکن سے نڈھال ہُوں لیکن
کیوں ادھورا رہے سفر میرا
تب کروں گا مَیں اعترافِ شکست
موت جب تھام لے گی سر میرا

۱۹۴۳ء

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

کیسے ہنسوں

اپنے اشکوں کو مہ و مہر بنا لوں، تو ہنسوں
آرزوؤں کی خلاؤں کو سجا لوں، تو ہنسوں

ان طبیبوں کو جنھیں زعمِ مسیحائی ہے
دل کے رستے ہوئے ناسور دکھا لوں، تو ہنسوں

جس کو اسلاف نے فریاد کی صورت بخشی
نئے انداز میں اُس گیت کو گا لوں، تو ہنسوں

ان کی گردش نے بجھائے ہیں ارادوں کے چراغ
اپنے قدموں پہ ستاروں کو گرا لوں، تو ہنسوں

جن کو منعم نے گہر کہہ کے مجھے بخشا تھا
ان خزف ریزوں کا انبار لُٹا لوں، تو ہنسوں

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

مجھ کو احرار کی محفل میں تو لایا ہے نصیب
اپنے ماتھے کی سیاہی کو چھپا لوں، تو ہنسوں

مجھ پہ تقدیر نے پھینکے ہیں یہیں سے دشنے
قصرِ افلاک کے مینار جھکا لوں، تو ہنسوں

جس کے اعجاز سے روشن تھی جبینِ اسلاف
خاکِ ماضی سے وہ اکسیر بنا لوں، تو ہنسوں

مِٹ گیا زخم، مگر اس کی کسک باقی ہے
چارہ سازو! ذرا ہوش میں آ لوں، تو ہنسوں

سالہا سال جسے حاجتِ مرہم ہی رہی
اپنی تاریخ سے وہ داغ مٹا لوں، تو ہنسوں

یُوں تو گزرا ہوں کئی بار ترے کوچے سے
بھیک پا لوں تو ہنسوں، آنکھ ملا لوں تو ہنسوں

KUTUB KHANA.
JALALI BOOKS
JALALI

تاریخ پلٹا کھائے گی

صدیوں کے سائے سے نکلے
رقصاں ہیں ماضی کے دیے
یادوں کے پروانے یہاں
بُنتے ہیں دُھندلے دائرے
اڑتی ہوئی گھڑیوں کے پر
ہر سمت ہیں پھیلے ہوئے
کتنے شکستہ حوصلے
کتنے دریدہ ولولے
کتنے ہراساں، سہمے
کتنے پشیماں غلغلے

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS

چٹخے ہُوئے پنجر کہیں
کچلے ہُوئے جوہر کہیں
اُجڑے ہُوئے بادہ کدے
ساقی کہیں، ساغر کہیں
ایوانِ شاہی کے کھنڈر
گنبد کہیں اور در کہیں
بگڑی ہُوئی لاشیں کہیں
ٹوٹے ہُوئے خنجر کہیں
دلدل میں چکرائے ہُوئے
تارے کہیں، خاور کہیں

اِک غار کے پاتال سے
ناگاہ اِک سایہ اُٹھا
اُبھرا، رُکا، لرزا، بڑھا
ٹھٹکا تو سر کے بل گرا
بھاگا تو ٹخنے بج اُٹھے
رینگا تو اُلجھے دست و پا

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

بدلیں کچھ ایسی کروٹیں
بادل سا اُمڈا دھول کا
آخر وہیں پاتال میں
کچھ بڑبڑا کر کھو گیا

اِک سمت سے آئی صدا
برسوں کی پہچانی ہُوئی
رُوحِ غلامانِ جہاں!
یہ تجھ سے نادانی ہُوئی
قوّت ہے استبداد کی
جانی ہُوئی، مانی ہُوئی
دربارِ یزداں سے اسے
وہ آگ ارزانی ہُوئی
جس میں چٹان احساس کی
جب گھِر گئی، پانی ہُوئی

KUTUB KHANA.
JALALI BOOKS
JALALI

ناگاہ صدیوں کی تہیں
تھرّائیں، کانپیں، کٹ گئیں
ماضی کی سب پرچھائیاں
دُھندلے اُفق تک ہٹ گئیں

بیتے دنوں کی بدلیاں
گالے سے بن کر بٹ گئیں
زہرہ کو چھُوتی رفعتیں
بھُورے دھُوئیں سے اَٹ گئیں
یادوں کی گہری ظلمتیں
کٹ کر فضا میں چھٹ گئیں

لاوے کو شرماتا ہُوا
نعرہ اُٹھا پاتال سے
فُولاد دب سکتا نہیں
ریشم کی نازک ڈھال سے

تلوار کی جھنکار کو
نسبت نہیں خلخال سے
مرتے نہیں شیروں کے دل
برسوں کے اضمحلال سے
تاریخ پلٹا کھائے گی!
ماضی بنے گا حال سے"

۱۹۴۳ء

KUTUB KHANA.
JALALI BOOKS
JALALI

ہُوک

پھر وہی پتلی گلی ہے وہی دُھندلی شمعیں
پھر وہی تنگ دریچوں میں خیالی پیکر
پھر اُسی موڑ پہ لپٹی ہُوئی چلمن کے قریب
چند گزری ہُوئی گھڑیوں کے پریشاں منظر

پھر اُنہی ریشمی پردوں میں ہُوئی جُنبش سی
جن کی لرزش تھی ترے دردِ نہاں کی غماز
پھر اُنہی نقرئی باہوں کی شعاعیں اُٹھیں
جن کے ہالے میں دھڑکتے تھے مرے عشق کے راز

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

پھر وُہی حسُن کی آغوش، تمنّا کا خرُوش
پھر وہی دَور جو افلاک کا محکوم نہیں
پھر خیالوں کا نگاہوں سے وہ خاموش کلام
جِس کے اسرار فرشتوں کو بھی معلوُم نہیں

حُسن روتا ہے کہ فانی ہے محبّت کا گداز
زندگی چند فریبوں کا صنم خانہ ہے
عِشق اِس فکر میں غلطاں ہے کہ انسان کا دل
اپنے ہی رقص کے ادراک سے بیگانہ ہے

یہ جوانی کے تقاضوں پہ سیاست کی گرفت
یہ رواجوں کے شکنجوں میں مزاجوں کے چمن
یہ مذاہب کی جبینوں پہ غلامی کے غبار
یہ خیالات پہ عفریتِ شہی سایہ فگن

KUTUB KHANA.
JALALI BOOKS
JALALI

یہ تذبذب کا جہنّم ! یہ ارادوں کا مزار !
جس میں قوّت ہے مگر ہمّتِ پیکار نہیں
سطح پر تیرتا ہے، تہ پہ نہیں جا سکتا
آنکھ وا ہے، مگر احساس ہی بیدار نہیں

خون ارزاں ہے، مگر نانِ جویں ہے نابود
اور شکم صرف تسلّی سے نہیں بھر سکتے
اپنی فطرت ہی عفونت پہ رضا مند ہوئی
ہم مشیّت پہ یہ الزام نہیں دھر سکتے

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

پھر اسی خطۂ مدہوش میں آ نکلا ہوں
جس میں افکار کی زنجیر بکھر جاتی تھی
اِک غنودہ سی تڑپ، اِک مترنّم سا سکوت
زندگی خواب کی پرچھائیں نظر آتی تھی

لیکن اب پہلوئے محبوب میں وہ کیف کہاں
آبلے پھوٹ تو نکلے ہیں، جلن باقی ہے
سوچتا ہوں کہ زمانے کے کھنڈر میں اب تک
کس لیے بسترِ سنجاب و سمن باقی ہے!

۱۹۴۳ء

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

ارادے

اگر بس چل سکا میرا تو اپنے ہمصفیروں کو
اُڑا کر خاک سے، ہم پلّۂ خاور بناؤں گا

اُٹھا دوں گا تمدّن کے نقاب اپنی امنگوں سے
میں اپنی زندگی کو اک کُھلا منظر بناؤں گا

ارادوں کی براہیمی میں جوشِ تازہ بھرنے کو
میں اپنے ذہن میں بُت خانۂ آزر بناؤں گا

قسم ان آسمانی منعموں کے رقصِ پیہم کی
ستاروں کے لہو سے بادۂ احمر بناؤں گا

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

مجھے افلاک کی فرسودہ رفتاری سے شکوہ ہے
کواکب کے کھنڈر پر اِک نیا کشور بناؤں گا

پُرانی ہو چکی تاریخ انسانی عزائم کی
نئے لشکر نکالوں گا، نئے خیبر بناؤں گا

کہاں جائیں گے یہ غمّاز انسانی ذہانت کے
میں اپنے فرش کو جب عرش کا ہمسر بناؤں گا

مقرر دائروں پر ڈھیر ہیں قرنوں کی لاشوں کے
نظامِ دہر کی خاطر نیا محور بناؤں گا

غلامی کی چڑیلیں سانس تک لینے نہیں دیتیں
میں یہ سب کچھ بناؤں گا، مگر کیونکر بناؤں گا

۱۹۴۳ء

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

حریتِ فکر

کتنے چپ چاپ چراغوں کے دھوئیں سے میں نے
اپنے افکار کا موہوم ہیولیٰ ڈھالا
کتنے بُجھتے ہُوئے چہروں کے عرق سے میں نے
برسوں فردا کا لچکتا ہُوا پودا پالا
کتنی محجوب نگاہوں کی شعاعیں لے کر
اپنے ظلمت زدہ احساس کو دیکھا بھالا
کتنے مرتاض فقیہوں کے عقیدے رٹ کر
اپنے ایمان پہ ادراک کا پرتو ڈالا
کھول کر کتنے ہی انفاس کے ژولیدہ تار
دل کے بکھرے ہُوئے منکوں کی پروئی مالا

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS

عزم اس طرح خیالوں میں ضیا بار رہا
جیسے تاریکیٔ صحرا میں چراغِ لالہ
اِس مشقّت سے مگر آج بھی بے پروا ہے
دامنِ صُبح سے تاروں کو لُبھانے والا

راہِ اُلفت میں محبّت کو لُٹانے پر بھی
میری کمزور اُمنگوں کو سہارا نہ ملا
کِتنے مہکے ہُوئے محلوں میں ہُوا میرا گُزر
کِسی محفل میں مگر انجمن آرا نہ ملا
ڈھُونڈ لیں کرۂ خاکی کی طنابیں میں نے
آسمانوں سے مگر کوئی اشارا نہ ملا
جِس کی لہروں سے جبینوں کی سیاہی دھلتی
مجکو اُس آتشِ سیّال کا دھارا نہ ملا
کِتنی پُرہول خلیجوں سے گزُر کر بھی مجھے
اپنی ہستی کے سمندر کا کنارا نہ ملا
اپنے اسلاف کی تارِیخ کو چھانا پھٹکا
گرم تھی راکھ مگر کوئی شرارا نہ ملا

اُفق دل پہ وہ گھنگھور گھٹا گھرتی رہی
کہ مجھے رات کو بھی کوئی ستارا نہ ملا

اب یہ محسوس ہُوا ہے کہ مری مجبوری
مرے سمٹے ہوُئے ماحول کا افسانہ ہے
اِن صداؤں سے تو دریوزہ گری بہتر تھی
مری فریاد کی بنیاد کلیمانہ ہے
کیسے مانوں کہ یہ فانوس ہے یا منبعِ نور
جب مرے سامنے خاکسترِ پروانہ ہے
اُف یہ سہمی ہُوئی راتیں، یہ ترستے ہوُئے دن
میری دُنیا کا ہر انداز گدایانہ ہے
سجدہ گاہوں کی سلاسل ہیں خیالوں کے فریب
اب نگاہوں میں نہ کعبہ ہے نہ بُت خانہ ہے
اک نئے شوق سے لبریز ہے پیمانۂ دل
اب نہ وہ جام، نہ وہ جلوۂ جانانہ ہے
المدد اے مرے پرواز کے رنگیں خوابو
مجھ کو صدیوں کے دُھندلکوں سے پرے جانا ہے

رقص کے ساتھ اگر ساز کی جھنکار نہ ہو
تو اِک اُلجھی ہُوئی زنجیر ہے یہ فنِ سلیم
حُسن کے پاس اگر عشوۂ صد رنگ نہ ہو
اس سے بہتر ہے کہیں دشت کے پھُولوں کی شمیم
زیست کی راہ میں خطرے نہ اگر منڈلائیں
تو یہ انفاس کے تاروں کی ہے بوسیدہ گلیم
"اختیارات کی تقسیم" ہے مجبُور کی موت
مٹ چکا کب سے فلاطوں کا یہ اعلانِ قدیم
ایک مرکز پہ گھماؤں گا نظامِ کونین
کہ کسی کا بھی نہیں دعویٰ شاہی تسلیم
روشن اذہان کی تعمیر ہے مقصُود اپنا
نہ مجھے خطرۂ تاخیر نہ شوقِ تقدیم
یہ کہیں حُریّتِ فکر کی آواز نہ ہو
قصرِ فردا سے مجھے کون بلاتا ہے ندیم

۱۹۴۳ء

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

سہاگن بیوہ

(نارضامندی کی شادی پر)

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS

نہ بزرگ باپ سے کچھ گلہ، نہ غریب ماں سے ملال ہے
نہ کسی کے رحم کی آرزو، نہ درازِ دستِ سوال ہے
مری زندگی کے نصیب میں جو خزاں ہی تھی تو خزاں سہی
مجھے آہ و نالہ سے کام ہے جو یہاں نہیں تو وہاں سہی
جو فلک پہ بیٹھے ہوئے خدا کی یہی رضا ہے تو شکر ہے
جو عدالتِ مردِ سال کا یہی فیصلہ ہے تو شکر ہے
مگر اک عجیب کرید سی مرے دل میں رہتی ہے پرفشاں
کہ مرا مقدرِ غم نشاں، مجھے لے چلے گا کہاں کہاں

مرے لالہ زارِ شباب میں ابھی اور آندھیاں آئیں گی
مرے آسمانِ خیال پر ابھی اور بدلیاں چھائیں گی
مرے مرغزارِ حیات پر کئی بجلیوں کی نگاہ ہے
مرا احتجاج بھی کفر ہے، مرا بولنا بھی گناہ ہے
مجھے اپنے حال پہ چھوڑ دو، مری غم نصیب سہیلیو!
مری جیتی جاگتی موت پر نہ کڑھو، غریب سہیلیو
جو تمام باغ اجڑ گیا تو کلی کا رنج فضول ہے
جو تمھیں بھی کرنا ہے ایک دن وہ سفر مجھے بھی قبول ہے

۱۹۴۳ء

JALALI BOOKS

نئی صُبح

سازِ احساس کے ہر تار کو چھیڑا مَیں نے　　دلنشیں گیت چرائے برسوں
نغمہ سمجھا تھا تنفّس کا بکھیڑا مَیں نے　　دائرے لے کے بنائے برسوں

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

جو تمنّا مرے سینے سے اُٹھی، گیت بنی　　روح بربط تھی، ارادہ مضراب
شاید اس ڈھنگ سے ہر ہار مری جیت بنی　　غم و اندوہ رہے پا بہ رکاب

تیرگی پر بھی تجلّی کا گماں رہتا تھا　　مَیں نے ہر زخم کو تارا سمجھا
عینِ پت جھڑ میں بہاروں کا سماں رہتا تھا　　مَیں نے ٹھوکر کو طرارا سمجھا

زندگی چند فریبوں میں گنوا دی، لیکن　　بدلیاں چاند پہ چھاتی ہی رہیں
خوب اور زشت کی گو قید اُٹھا دی، لیکن　　آندھیاں طنطنے میں آتی ہی رہیں

وقت کے آہنی پنجے میں پھڑکتا ہی رہا — حُرّیت خواہ ارادہ میرا
مدتوں سینۂ گیتی میں دھڑکتا ہی رہا — ہرتا پھرتا ہُوا جادہ میرا

ظلم کے سائے بڑھے۔ اور بڑھے۔ اور بڑھے — میری امّید گھٹی — اور گھٹی
غم کے سیلاب چڑھے۔ اور چڑھے۔ اور چڑھے — زندگی میری لُٹی — اور لُٹی

آخر اس راہ پہ اک خطّۂ ویراں آیا — چار جانب تھیں پُرانی قبریں
چھا گیا ذہن پہ گنبد کا انوکھا سایا — قحط کی جیسے بھیانک خبریں

خشک ڈھانچوں میں زمانے کے دیے جلتے تھے — جس طرح رات کو مرگھٹ میں چِتا
کیڑے گلتے ہُوئے اجسام میں یُوں چلتے تھے — جیسے کھپریل کے چھپّر میں ہوا

کتنے محبُوب تھے افلاس کے نخچیروں میں — دل میں ناسُور، لبوں پہ آہیں
کتنے بلبیر تھے جکڑے ہُوئے زنجیروں میں — ہاتھ روندے ہُوئے، کچلی باہیں

ایک یہ طرفہ تماشا بھی نظر سے گزرا — محل قائم تھا، مکیں غائب تھا
مَیں جب اس محل سے کترا کے اُدھر سے گزرا — دُنیا بیدار تھی، دیں غائب تھا

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

میں نے ماحول سے گھبرا کے جب اِک آہ بھری　　قلبِ گیتی میں دھماکا سا ہُوا
ناچتی آئی کسی سمت سے اِک لال پری　　چوڑیاں گائیں، چھناکا سا ہُوا

آتشیں رقص کی زرتار کمانیں اُبھریں　　لپکے سنسان خلاؤں میں تیر
سازِ احساس کی سوئی ہوئی تانیں اُبھریں　　آنکھیں ملتے ہوئے اُٹھے نخچیر

گیت ہی گیت نغمے بہت فضاؤں میں رواں　　دم بخود عزم نے لی انگڑائی
سمٹا نومیدئ جاوید کا پُرہول دھواں　　اینڈتی صبح کی دیوی آئی

۱۹۴۳ء

سُلجھی اُلجھنیں

اذنِ جہاں کا طالب کیوں ہے ولولۂ اعجاز نمائی
رسم کے زنداں میں کیوں سمٹے جذبۂ وحشت کی گیرائی

یہ پُرشور عبادت خانے مقتل ہیں احساسِ جواں کے
بندوں کا محتاج نہ ہو گا حُسنِ مشیت کا شیدائی

چاہوں تو تخلیقِ جہاں کے سب اسرار نمایاں کر دوں
لیکن مجھ کو روک رہی ہے جذبۂ یزداں کی رسوائی

اِک زنجیر کی اِتنی کڑیاں! اِک مالا کی اِتنی لڑیاں!
وہ بحری، یہ کوہستانی، وہ میدانی، یہ صحرائی!

JALALI BOOKS KUTUB KHANA JALALI

غازہ و خوشبو کے جالوں سے وہ انساں کیوں دھوکا کھائے
جس کے تصوّر پر طاری ہو حُسنِ ازل کی سلوہ ادائی

رُوح کے ویرانوں میں کب تک ظلمت کے اژدر پھنکاریں
تاروں کے چمکانے والے تیری دہائی! تیری دہائی!

میری فسردہ اُمیدوں کو وہ ان جانا زور عطا کر
جس کے دم سے قائم و دائم، چرخ کا ایوانِ مینائی

سانس کی ڈوری پر کرتا ہے ناچ، اجل کا اندھا بھتنا
دل کی دھڑکن رُک جانے سے میں نے یہ اُلجھن سُلجھائی

مجبوروں کے تند ارادے، جبّاروں پر فاش نہ کر دیں
راز— جنھیں محکومیِ پیہم نے بخشا ملبوسِ خدائی

۱۹۴۳ء

ماضی و مستقبل

بیتی گھڑیوں کی مے سے یادوں کے کدو لبریز سہی
مستقبل کا خون پیوں گا، بادۂ ماضی تیز سہی

گزرے لمحوں کی لاشوں پر گدھ بن کر منڈلانا کیا
جس کو صدیاں روند چکی ہوں اُس ہیرے کا پانا کیا

بزم میں بلوریں ساغر کے ٹکڑوں کا کیوں ڈھیر رہے
دن کے اُجالے میں بھی آخر دنیا کیوں اندھیر رہے

ماضی کے سُوکھے پنجر میں اندھی رُوحیں روتی ہیں
وقت کے فولادی پنجے میں مستقبل کے موتی ہیں

ماضی کا ویرانہ اُجڑا اُجڑا، سُونا سُونا ہے
مُجھ کو تو مُستقبل کے مدہوش اُفق کو چھُونا ہے

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

انسانوں کو انسانی عظمت کا اب احساس نہیں
اس یزدانی شعلے کو صدیوں کی غلامی راس نہیں
اس کی تدبیروں پر حاوی تحریریں تقدیروں کی
اس کی تقریروں پہ مسلط زنجیریں تعزیروں کی
خوں اسی کا کھپتا ہے ایوانوں کی گلکاری میں
قلب اسی کا تپتا ہے طیاروں کی تیاری میں
ماضی کے قصوں سے میرا جی بہلاوا کیا ہوگا
ماضی کی بیڑی پہنے، فردا پر دھاوا کیا ہوگا
میں مستقبل کا شاعر ہوں، جو بھی کہوں کہہ لینے دے
ظلم جو نسلوں پر ٹوٹیں گے، وہ مجھ کو سہہ لینے دے

۱۹۴۳ء

JALALI BOOKS

شہپارہ

ہنوز چہرۂ ہستی میں رنگ باقی ہے
فرازِ کوہ کی سنجیدگی کی مجھ کو قسم
پہاڑی نالوں کی پیچیدگی کی مجھ کو قسم
ہنوز آدم و فطرت میں جنگ باقی ہے

سمندروں کی ہیں جولانیاں گواہ مری
میں دیکھتا ہوں کہ صحرائے بیکراں ہے وہی
غنودہ وسعتوں پر خواب کا سماں ہے وہی
رُخِ خرد کی ہیں حیرانیاں گواہ مری

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

ہنوز اوس کے موتی ہیں برگِ گُل پہ نثار
بچھی ہُوئی ہے بساطِ زمردیں اب تک
نگاہِ شوق ٹھہرتی نہیں کہیں اب تک
ہنوز رُوحِ منیت ہے بے نیازِ قرار

وہ نقش، کلکِ ازل نے جسے اُبھارا ہے
ہنوز میری نگاہوں میں تشنہ پارا ہے

۱۹۴۳ء

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

جُدائی کی پہلی رات

نہ جانے آج کی شب اس قدر طویل ہے کیوں؟
نحیف چاند جہاں سے چلا تھا، رُک سا گیا
کسی خیال میں یُوں کھو گیا، کہ جُھک سا گیا
ستارے جم سے گئے سُرمئی خلاؤں میں
گُھلی ہیں نیند کی انگڑائیاں ہواؤں میں
اُفق پہ شام کو جو ابر گُنگنایا تھا
فقط اُمید کو بیدار کرنے آیا تھا
ندی کے موڑ پہ لہروں میں گُونج بھی نہ رہی
بلند نیم کی شاخوں میں بیکلی نہ رہی
فضا پہ موت کی افسردگی ہے چھائی ہُوئی
غنودگی سی نظاروں میں ہے سمائی ہُوئی
جدھر نگاہ اُٹھے، انجماد طاری ہے
سکُوت، ذوقِ سماعت پہ کتنا بھاری ہے

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

لپیٹ کر مرے احساس کو دُھندلکوں میں
یہ کون بیٹھا ہے افکار کے مُحلکوں میں
یہ کس نے وقت کے پَر نوچ کر بکھیر دیے
یہ کس نے رُخ ہی لپکتے پلوں کے پھیر دیے

نہ کٹ سکی اگر اِک رات بھی جُدائی کی
تو کون چھانے گا پہنائیاں خُدائی کی
نہ چاند ڈُوبتا ہے اور نہ تارے ٹُوٹتے ہیں
نہ سمتِ شرق سے انوارِ صُبح پھُوٹتے ہیں
نہ جاگنے کی ہوس ہے، نہ نیند آتی ہے
بس اِک خلش سی خیالوں میں سرسراتی ہے
نہ جانے آج کی شب اِس قدر طویل ہے کیوں!

۱۹۴۳ء

JALALI BOOKS

یوٹوپیا[1]

میں نے جس دَور کی تصویر دکھائی ہے تجھے
وہ ابھی وقت کے پردوں میں ہے پابندِ جمود
ابھی یخ بستہ فضاؤں میں ہے وہ پارۂ عود
ابھی خاکسترِ ماضی میں نہاں ہے وہ گہر
ابھی دوزخ ہے تصوّر کا، وہ فردوسِ نظر
ابھی انگڑائی سے عاری ہے وہ حُسنِ مدہوش
ابھی اس بحر کو معلوم نہیں لطفِ خروش
ابھی اس لو سے فروزاں ہے فقط میرا دماغ
ابھی اس نور سے ملتا نہیں ساحل کا سراغ

---

[1] UTOPIA - ایک مکمل مثالی سیاسی اور تمدنی نظام

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

میں نے جس دَور کی امید دلائی ہے تجھے

وہ تری شعلہ مزاجی سے جلا پائے گا
تیرے انفاس کے جھونکوں سے نکھر جائے گا
بحرِ زخّار سے الجھے گا ترا عزمِ صمیم
کہ ابھی دُور ہے آزاد روی کی اقلیم
یہ سفر حرّیتِ قلب و نظر چاہے گا
شیر کا حوصلہ، شاہیں کا جگر چاہے گا
میرے اشعار کی محتاج نہیں اس کی نمود
تیری یلغار ہے اس عقدۂ مشکل کی کشود
میں نے ہلکی سی جھلک جس کی دکھائی ہے تجھے

۱۹۴۳ء

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

دھڑکن

پھر طوفاں کا پُرجوش سپاہی پربت پربت گھوما
ذرّوں نے گردوں چُوما
پھر ابر اُفق پر کڑکا   پھر قلبِ مشیّت دھڑکا

پھر رُوحوں کے ایوانوں میں چھاگن کی چھن چھن گونجی
چھاگل کی چھن چھن گونجی
پائل کا کلیجہ پھڑکا   پھر قلبِ مشیّت دھڑکا

امیدوں کے چُپ چاپ اُفق پر ہنستا گاتا آیا
تیروں کو سجاتا آیا
یونان کا اندھا لڑکا   پھر قلبِ مشیّت دھڑکا

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

سنگیں پیکر آئینہ گروں کے محلوں سے ٹکرائے
آئینہ گر چلّائے
اور سنگ سے شعلہ بھڑکا   پھر قلبِ مشیّت دھڑکا

ان دیکھے ان جانے ہاتھوں نے رات کا پردا نوچا
ظلمت کا گلا دبوچا
پورب کا دریچہ کھڑکا   پھر قلبِ مشیّت دھڑکا

۱۹۴۳ء

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

رازِ حیات

زندگی راز ہی سہی ہمدم
لیکن اس راز کا وجود ہے کیوں؟
آگ مفقود ہے تو دود ہے کیوں؟
یہ کلی شاخ سے ہے کیوں محروم!
چاند کی چاندنی ہے کیوں معدوم!
زندگی ہے فقط فریبِ نگاہ
چرخ پہ جس طرح نجوم کی راہ
رُوح کا اضطراب رازِ حیات
قلب کا پیچ و تاب رازِ حیات
جو تڑپ رُوح کے خمیر میں ہے
وہی انسان کے ضمیر میں ہے
نسلِ آدم عذاب کیوں سہتی
زندگی راز ہی اگر رہتی
زندگی راز ہی سہی ہمدم

۱۹۴۳ء

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

پہلی موت

عروسِ زندگی کے رنگ دُھل گئے
تری صباحتوں کے راز کُھل گئے
دریچۂ امید بند ہو چکا
خیال اپنے دائروں میں کھو چکا
ترا مقام تیرگی پسند ہے
مری طلب تمام زہر خند ہے
نہ ولولے، نہ غم، نہ بے قراریاں
نہ تیری بے رُخی کی سحر کاریاں
عجیب زندگی ہے مرگِ زندگی
ہرا ہُوا ہے جل کے برگِ زندگی

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

مگر یہ کھوئی کھوئی رات ، کیا کروں
یہ بھیگی یعنی روئی رات ، کیا کروں
خلاؤں میں یہ ظلمتوں کی تالیاں
یہ بجلیاں ، یہ بھتنیوں کی بالیاں
یہ سسکیوں کی سنسنی ہواؤں میں
یہ زلزلوں کی تھرتھری فضاؤں میں
سکونِ جاوداں خیالِ خام تھا
قرار بے قراریوں کا نام تھا
شباب اپنا کام ختم کر گیا
شعور رہ گیا ، ندیم مر گیا

۱۹۴۳ء

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

ایک یاد

(ایک عزیز دوست[1] کی خودکشی پر)

وقت کی زلف کے خم کون گنے، کون گنے
پیچ در پیچ ہے یہ سلسلۂ لیل و نہار
زلزلہ، قحط، وبا، معرکۂ جنگ و جدل
معجزہ ہائے مشیت کا ہے دشوار شمار

کون تاریخ میں بکھری ہوئی لاشیں ڈھونڈے
کہ تعفن سے ہے لبریز یہ ایوانِ قدیم
آدم اخلاق کے غاروں سے اُٹھا، پر نہ اُٹھا
سعیِ ناکام کا افسانہ ہے یہ فنِ سلیم

---

[1] پیرزادہ محمد افضل، بی اے ایل ایل بی۔ ملتان

ٹوٹے پھوٹے ہوئے اصنام کے بھونڈے انبار
آنکھیں پتھرائی ہوئی، مُردنیاں چھائی ہوئی
مردہ تہذیب کے بوسیدہ عجائب گھر میں
وقت کی آہنی زنجیر ہے بل کھائی ہوئی

تیرہ و تار ہے ماضی کا شبستانِ جمال
جس کو یادوں کی چڑیلوں نے بسا رکھا ہے
کئی اسرار کے انبار، کہ جن کا افشا
علمِ یزداں نے قیامت پہ اُٹھا رکھا ہے

وقت کے چرخ پہ صدیوں کی گھٹا چھائی ہے
لیکن اس محشرِ خاموش میں اِک پیکرِ نُور
گو گرفتار ہے اِک حلقۂ ظلمت میں مگر
میری مایوس نگاہی کا سہارا ہے ضرور

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

زہر نے جس کی محبت کو بقا بخشی تھی
جس نے تقدیر کے جبڑے سے لہو برسایا
آخری وقت مجھے جس نے کہا تھا "اے دوست!
تیرے دم سے مجھے اب تک خدا یاد آیا!"

۱۹۴۳ء

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

چورنگی

(۱)

جس نے بھی دیکھا ہے، ناچار پکار اُٹھا ہے
"کاش اِک بار۔ پھر اِک بار ادھر سے آئے"
ہو گئے چار طرف شوخ نگاہوں کے ہجوم
مَیں تو حیراں ہُوں۔ وہ آئے تو کدھر سے آئے

لاج کی ماری لگی جاتی ہے دیوار کے ساتھ
کیا کرے، حسن کا تقاضا ہے کہ شرما کے چلو
انگلیاں تک نظر آئیں نہ کسی راہی کو
کالے کھدر کے دوپٹے کو نہ لہرا کے چلو

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

(۲)

جس نے بھی دیکھا ہے، ناچار پکار اُٹھا ہے
"اُف یہ بے باک نگاہی، یہ بھبھوکا چہرہ
کس کی آنکھوں پہ یہ زلفوں کی گھٹا چھائے گی
کس کی قسمت میں ہے یہ لامتناہی سہرا"

یوں چلی جاتی ہے جیسے کوئی آوارہ غزال
جس کو صحراؤں کی پہنائیاں دہلا نہ سکیں
یوں اُٹھاتی ہے قدم جیسے کوئی شہزادی
جس کو ایوانوں کی رعنائیاں بہلا نہ سکیں

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

(۳)

جس نے بھی دیکھا ہے، ناچار پکار اُٹھا ہے
مضمحل کیوں نظر آتی ہے یہ سیماب سرشت!

پاؤں اُٹھتے ہیں کہ چکراتی ہے دنیائے جمال
بال اُڑتے ہیں کہ جلتا ہے جوانی کا بہشت!"

آج ان آنکھوں میں وہ شعلۂ جوّالہ نہیں
جس نے بے مایہ چراغوں کو اُبھرنے نہ دیا
ناخدائی کا وہ انداز نہیں، جس نے ہمیں
عین طوفاں میں بھی ساحل پہ اُترنے نہ دیا

(۴)

اب کے جو دیکھے، وہ انگشت بدنداں رہ جائے
میں مگر کب سے سمجھتا ہوں معمائے حیات
حُسن اگر رنگ نہ بدلے تو جوانی مٹ جائے
دن کو دن کون کہے، دن کو جو حاصل ہو ثبات

بھوسلے بالوں کو چادر میں چھپاتی خاتون!
کاش تجھ کو بھی ان اسرار کا عرفاں ہوتا

تو اگر جانتی۔ فطرت کے کھلونے ہیں ہم
اپنے ماضی پہ ترا قلب نہ گریاں ہوتا

نوعِ انساں کو نشیبوں سے اُبھارا نہ گیا
بس یہی نقشِ مشیت سے سنوارا نہ گیا

۱۹۴۳ء

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

رازِ گریز

دیارِ ہوش کی بے کیفیوں سے کوسوں دُور
اک ایسا دیس ہے خوابوں کے نشہ زاروں میں
جہاں حیات، سکون و سرور و مستی ہے
غمِ زوال پر افشاں نہیں ستاروں میں
ہے بے نیازِ خزاں جس کی وادیٔ گلپوش
ہجومِ نکہت و مستی ہے سبزہ زاروں میں
اُفق پہ کانپتے ہیں گہرے اور سنہرے غبار
ترانے لوٹتے ہیں دم بخود نظاروں میں
بجائے برق، چھنکتے ہیں مرمریں خلخال
گرج کی جگہ ترنّم ہیں ابر پاروں میں

فلک کی لمبی مُسافت سے تھک گئے شمس و قمر
دُھندلکے اوڑھ کے سوتے ہیں کوہساروں میں

وہی جہاں ہے مرے مرکزِ نظر کا مقام
وہیں ملی ہے مُجھے لذّتِ حیاتِ دوام

مری اُڑان کو دُنیا گریز کہتی ہے
مرے خیال کی پرواز کو شکستِ حیات
مگر خموش شبوں میں یہ راز مُجھ پہ کُھلا
کہ بے خروش ہے محکوم کی حیات و ممات
یہاں غنیم کا کھٹکا نہ حادثاتِ ستیز
نہ ذوق و شوقِ شہادت نہ حُریّت کے نکات
امیر ساقی و ساغر کے مخمصوں میں اسیر
غریب زر کو سمجھتے ہیں قاضی الحاجات

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS

جہانِ تیرہ نہ میرے جنوں کو راس آیا
کہ اس میں رات بھی ہے رات اور دن بھی رات

میں کیوں نہ شعر کی اُن رفعتوں پہ اُڑتا پھروں
جہاں سمجھتا ہوں محکوموں کو خواب کی بات

جواب بھی چاہو، تو آؤ، جہاں کو توڑ پائیں
وگرنہ جوڑ کے پر آسماں پہ اُڑ جائیں

۱۹۴۲ء

KUTUB KHANA.
JALALI BOOKS
JALALI

دُنیائے خام

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

سکونِ دل جراحت خوردۂ اوہام ہے اب تک
الٰہی! نسلِ آدم کشتۂ آلام ہے اب تک

شبوں کو زندگی اِک حبس سا معلوم ہوتی ہے
اگرچہ بزمِ انجم زحمتِ یک گام ہے اب تک

زمانہ جانتا ہے، امن ہے جوہر تمدّن کا
مگر شمشیرِ استبداد خوں آشام ہے اب تک

اگرچہ حریت کے نور سے روشن ہیں دل سب کے
زمیں پر شیوۂ انساں فروشی عام ہے اب تک

کیے وا ایں نے عقدے کس قدر اسرارِ عالم کے
حقائق پر مگر چھایا ہُوا ابہام ہے اب تک

اگر لوح و قلم کے بس میں ہے تقدیر انساں کی
تو مجبوری مری کیوں موردِ الزام ہے اب تک

جسے خارا شگافی کے طریقے تُو نے سکھلائے
وہی مردِ قلندر لرزہ براندام ہے اب تک

اُٹھے تھے جس کی خاطر کہکشاں کے نقرئی پردے
وہی بیباک تنہا مُرغِ زیرِ دام ہے اب تک

نظامِ دو جہاں کو ایک کروٹ کی ضرورت ہے
یا یہ دعوائے محکم تیری دُنیا خام ہے اب تک

۱۹۴۲ء

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

نیا منصور

ہے فرض مرا کچھ کام کروں
روشن دُنیا میں نام کروں

جذباتِ محبّت عام کروں
نفرت کے دیو کو رام کروں

جب زحمتِ یک دو گام کروں
جگ میں برپا کہرام کروں

خود صبح کروں، خود شام کروں
جب تھک جاؤں آرام کروں

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

اس دورِ غلامی میں لیکن
کچھ کام نہیں، کیا کام کروں

محکومی عذرِ لنگ نہیں
ہیں چنگ مگر آہنگ نہیں
ہیں رنگ مگر ارژنگ نہیں
ہے بادہ، مگر گلرنگ نہیں
گو ذوق کے میداں تنگ نہیں
سینوں میں شوقِ جنگ نہیں
احساس حریرو سنگ نہیں
پروائے نام و ننگ نہیں
رُکتا ہے دم، دُکھتے ہیں قدم
گو منزل دو فرسنگ نہیں

JALALI BOOKS

کہتے ہیں دُنیا فانی ہے

نادانی سی نادانی ہے

تخلیق کا راز جوانی ہے

جب پیشانی نورانی ہے

جب سامان بے سامانی ہے

جب فطرت ہی طوفانی ہے

کیا خشکی ہے، کیا پانی ہے

سلطانی ہی سُلطانی ہے

اِس دورِ غلامی میں لیکن

انجامِ سفر حیرانی ہے

سب کہتے ہیں، معذور ہوں میں

مجبور ہوں میں، مہجور ہوں میں

نومیدی سے مسحور ہوں میں

وجدان سے کوسوں دور ہوں میں

بہتاں! کہ شبِ دیجور ہُوں مَیں
پُر نُور ہُوں مَیں، پُر نُور ہُوں مَیں

دُشنام! کہ غم سے چُور ہُوں مَیں
مزدُور ہُوں مَیں، مزدُور ہُوں مَیں

ڈر، میری "انا" کی آگ سے ڈر
منصُور ہُوں مَیں، منصُور ہُوں مَیں

۱۹۴۲ء

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

کھیل

دھرتی کا جو سینہ چیرے آخر مُنہ کی کھائے
زر کی خاطر خُون بہائے لیکن خاک نہ پائے
جگ کی جھولی بھرنے والا اور دامن پھیلائے
ہرے بھرے کھیتوں کا آقا اور فاقوں مر جائے
مجھ سے تو یہ آڑا سیدھا کھیل نہ دیکھا جائے

یہ کہساروں کی دیوی، یہ بے پروا چرواہی
جس کی ایک اداس نظر سے رستہ بھولیں راہی
دل کو ہلکورے سے دے جس کی مخمور نگاہی
اور اِک دُور کا دولت والا اُس کا مول چُکائے
مجھ سے تو یہ آڑا سیدھا کھیل نہ دیکھا جائے

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

گاؤں کے البیلے، بانکے، مستانے، متوالے
بھولی بھالی دہقانی ماؤں کی گود کے پالے
جن کے ساتھی چیت بجے جھونکے اور ساون بجے جھالے
اُن کو ایک غلیظ مہاجن ہتھکڑیاں پہنائے
مجھ سے تو یہ آڑا سیدھا کھیل نہ دیکھا جائے

مٹی کے معصوم گھروندے، حُسن کی یہ درگاہیں
کھیتوں میں بل پر بل کھاتی پتلی پتلی راہیں
گھنے گھنے یہ جنگل، جن میں بھٹکیں تیز نگاہیں
اور یہاں منعم مرمر کی محلسرا بنوائے
مجھ سے تو یہ آڑا سیدھا کھیل نہ دیکھا جائے

قدم قدم پر یہ گاگر کو چھلکاتی پنہاری
آنکھوں میں تاروں کی لَو، سانسوں میں مے کی دھاری
اُٹھی ہُوئی باہوں کے خم میں اُڑنے کی تیاری
اور اِک ریشم پوش شکاری اُس پر تاک لگائے
مجھ سے تو یہ آڑا سیدھا کھیل نہ دیکھا جائے

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

زرّیں ٹیلے، مست کھجوریں، خاموشی، رعنائی
پھٹے پُرانے خیمے، یعنی یہ قریے صحرائی
جب ان پر چھا جاتے ہیں تہذیبوں کے سودائی

دھرتی ماتا چِلّاتی ہے "میں لُٹتی ہُوں، ہائے"!
مجھ سے تو یہ آڑا سیدھا کھیل نہ دیکھا جائے

آزادی پر مرنا لیکن زنجیروں سے ڈرنا!
بڑی بڑی تنخواہیں پانا اور من مانی کرنا!
خود ہی آگ لگانا اور الزام کسی پر دھرنا!
شاعر اور بھانڈوں کی طرح نوّابوں کے گن گائے!
مجھ سے تو یہ آڑا سیدھا کھیل نہ دیکھا جائے

۱۹۴۲ء

LIBRARI
IDARE ADBIYAT-E-URDU
ACC. NO 3641
Date

مرغزار و جوئبار

ہائے وہ معصوم قریے کوہساروں کے قریب
اُف وہ چرواہوں کے جھمگٹ مرغزاروں کے قریب

ہائے وہ دشتِ حسیں پر لہلہاتی دھوپ چھاؤں
اور وہ سُورج کا ٹکڑا ابر پاروں کے قریب

سُست رَو جھرنوں میں گھُل کر ڈُھوتی ہوئی چڑیوں کا شور
سرمدی نغموں کی گونجیں آبشاروں کے قریب

جنگلوں کے سرمئی پردوں میں گاتی کوئلیں،
وہ پپیہوں کی پکاریں جوئباروں کے قریب

ہر طرف بکھرے ہوئے پھولوں میں طفلِ سادہ رُد
چاند جیسے مُسکراتا ہے ستاروں کے قریب

ہائے وہ پریوں کے ایواں، ہائے وہ سیمیں کنول
جھیل سے لپٹے ہوئے لرزاں نظاروں کے قریب

چارسُو ترشی ہوئی سبزے کی پیاری کیاریاں
راہ پر گنجان نیموں کی قطاروں کے قریب

نوجوان دہقاں کا وہ پربت پہ بے مقصد سفر
اک عبک پیکرِ خراماں سبزہ زاروں کے قریب

کاش اک دن پھر مجھے میرا مقدر کھینچ لے
ان "بہشتوں" سے پرے اُن "فتنہ زاروں" کے قریب

۱۹۴۲ء

باز دید

اس کی رفتار کا پہلے تو یہ انداز نہ تھا
اب تو ہر گام پہ ناگن سی بنی جاتی ہے
مرمریں ٹخنوں پہ یہ نقرئی جھانجھن کی چھنک
جس طرح نیند میں خوابوں کی پری گاتی ہے
باہیں ہلتی ہیں کہ میخانے کے در کھلتے ہیں
یہ قدم دھرتی ہے یا جام مے چھلکاتی ہے
اسی دنیا میں ہے نظارۂ فردوس نصیب
مجھ کو واعظ کی امیدوں پہ ہنسی آتی ہے

کپکپاتے ہیں صبا کے مترنم جھونکے
جانے اس وقت یہ کیوں آئی ہے بھرنے پانی

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

ایسے موسم میں یہ ملبوس ہے وحشت کی دلیل
کالے آنچل سے جھلکتی ہے کھُلی پیشانی

ٹھنڈ سے گرچہ ہُوا لال بھبھوکا چہرہ
ہے نگاہوں میں مگر دبدبۂ سُلطانی

ایک پُر پیچ بگولا سا نظر آتی ہے
کِس نے معصُوم جوانی کو کیا طوفانی

کیوں نہ میں بڑھ کے ذرا پُوچھ لوں "دُلھا" کا مزاج
لیکن اس کو مری باتوں سے حجاب آئے گا

پھر بھڑک اُٹھیں گے ماضی کے سیہ پوش چراغ
نیم وا آنکھوں میں ہلکا سا عتاب آئے گا

یاد آئیں گے اسے پھر وہ سہانے لمحے
پھر نظر اس کو وہ اُلجھا ہُوا خواب آئے گا

چھوڑ کر راہ پلٹ جائے گی وہ پنگھٹ سے
یُوں "مُسافر" کی محبّت کا جواب آئے گا

۱۹۴۲ء

KUTUB KHANA
TALALI BOOKS

کون آ گیا

کائناتِ دل میں بہ گاتا ہُوا کون آ گیا

ہر طرف تارے سے برساتا ہُوا کون آ گیا

چار جانب پھُول بکھراتا ہُوا کون آ گیا

میرے صحراؤں کو مہکاتا ہُوا کون آ گیا

یہ مجھے نیندوں سے چونکاتا ہُوا کون آ گیا

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI JALALI

مِیٹھی مِیٹھی آگ احساسات میں جلنے لگی

رُوح پر لپٹی ہُوئی زنجیرِ غم گلنے لگی،

زندگی کی شاخِ مُردہ پھُولنے پھلنے لگی

نکہتوں سے چُور شربیلی ہوا چلنے لگی

دہر کو مستی میں نہلاتا ہُوا کون آ گیا

ذرّہ ہائے خاک تاروں کی خبر لانے لگے
آسمانوں پر دھنک کے رنگ لہرانے لگے
نخل اپنی شانِ رعنائی پہ اِترانے لگے
سر جھونکے ڈالیوں کے ساز پر گانے لگے
قلبِ عالم کو یہ تڑپاتا ہُوا کون آ گیا

زندگی کی تلخیاں اِک خواب ہو کر رہ گئیں
شوق کی گہرائیاں پایاب ہو کر رہ گئیں
کالی راتیں روکشِ مہتاب ہو کر رہ گئیں
سُست نبضیں رعشۂ سیماب ہو کر رہ گئیں
برق کی مانند لہراتا ہُوا کون آ گیا

KUTUB KHANA.
JALALI BOOKS
JALALI

چُن لیے کس نے مری پلکوں سے اشکوں کے شرار
کس نے اپنے قلب سے بھینچا ہے میرا قلبِ زار
چھٹ گئے جذبات پر چھائے ہُوئے گہرے غُبار
مڑ گئی افکار میں چُبھتی ہُوئی اِک نوکِ خار
بلبلتی گھڑیوں کو یہ لوٹاتا ہُوا کون آ گیا

جو کبھی تاروں میں جا کر جھلملایا، وہ نہ ہو
جو کبھی پھولوں میں چھپ کر مُسکرایا، وہ نہ ہو
دُور رہ کر بھی جو رگ رگ میں سمایا، وہ نہ ہو
جو مرے اب تک بلانے پر نہ آیا، وہ نہ ہو
یہ لجانا، رُکنا، بَل کھاتا ہُوا کون آ گیا

یہ تو خود میرے تصوّر کا ہے اِک عکسِ جمیل
یہ تو دل کی دھڑکنوں میں ہو رہی ہے قال و قیل
آہ لیکن یہ رُخِ پُر نور، یہ چشمِ کحیل
لڑکھڑاتی چال میں پنہاں خرامِ رودِ نیل
آئینہ سا مجھ کو دکھلاتا ہُوا کون آ گیا

۱۹۴۲ء

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

کیفِ انتظار

کیوں فراموش ہو وہ گوشۂ گلشن مجھ کو
جس کے سایوں میں تمنّاؤں نے انگڑائی لی
ایک گوشے میں وہ نرگس کی غنودہ آنکھیں
جن سے سوتے ہوئے احساس نے بینائی لی
دُور وہ شہر سے اُٹھتا ہُوا موہوم سا شور
جس سے افکارِ زبوں حال نے گہرائی لی

دل کی دھڑکن پہ تھا پیہم تری آہٹ کا گماں
پتہ گرتا تھا تو جذبات مچل جاتے تھے
ترے ملبوس کی آتی تھی ہواؤں میں خوشبو
اور غنچے تری آنکھوں میں ڈھل جاتے تھے

JALALI BOOKS

یک بیک عرش کو چھوتے ہوئے افکار مرے
نا اُمیدی کی گپھاؤں میں پھسل جاتے تھے

راستہ دیکھتے رہنے میں وہ لذّت پائی
جو ترے حُسن کے دیدارِ مسلسل میں نہیں
ان دنوں دل کو میسّر تھا وہ سوزِ پُرکیف
تیری زلفوں کے جو اُڑتے ہوئے بادل میں نہیں
اب یہ محسوس ہوا ہے کہ محبت کا خمار
ظلمتِ راہ میں ہے تابشِ مشعل میں نہیں

۱۹۴۲ء

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

ایک تلخ تجربہ

میں نے رنگ و نور کے پردے دیکھ کے دھوکا کھایا
میری پیاری، اب میں سمجھا تو نے مجھے پھسلایا

میں نے تازہ پھول سمجھ کر تیرے عارض چومے
لیکن جب گھر آیا تو ہونٹوں کو جلتا پایا

میں نے تیری مشکیں زلفیں آنکھوں پر بکھرائیں
اور ہٹائیں تو ہر جانب بادل سا گھر آیا

دور سے تیرے تاباں ماتھے کو سمجھا آئینہ
غور سے دیکھا تو اس کی تاریکی پر شرمایا

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

مَیں نے تیرے چہرے کی رنگت میں جنّت دیکھی
لیکن جونہی غازہ اُترا، سب کچھ پھیکا پایا

مَیں نے تیری آنکھوں میں میخانے رقصاں دیکھے
پیاس بجھانی چاہی تو کاجل نے راز بتایا

اب تک تیرے جسم کو سمجھا ایک اچھوتا سپنا
جس کو چھُو کر مَیں نے اُمیدوں کا محل گرایا

تجھ کو کھو کر اب خلوت میں بیٹھا سوچ رہا ہُوں
کیوں اپنے البیلے دل کو ناحق روگ لگایا

۱۹۴۲ء

KUTUB KHANA.
JALALI BOOKS
JALALI

ترکِ دریوزہ

اب نہ پھیلاؤں گا مَیں دستِ سوال
مَیں نے دیکھا ہے کہ مجبور ہے تُو
میری دنیا سے بہت دور ہے تُو
تیری قسمت میں جہانبانی ہے
میری تقدیر میں حیرانی ہے
بزمِ ہستی میں سرافراز ہے تُو
میرے انجام کا آغاز ہے تُو
تُو ہے آسودۂ فرشِ سنجاب
خلد ہے تیرے شبستاں کا جواب
مسجدِ شہر کی محراب کا خم
تیری تقدیس کی کھاتا ہے قسم

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

مَیں ہُوں اک شاعرِ آوارہ مزاج
اور ترے فرق پہ اخلاق کا تاج
مَیں نے عالم سے بغاوت کی ہے
تُو نے ہر شے سے محبّت کی ہے

مَیں نے مذہب پہ بھی الزام دھرا
تُو نے وہموں کو بھی ایماں سمجھا
گُل کہاں اور خس و خاشاک کہاں
عالمِ پاک کہاں ، خاک کہاں
اب نہ پھیلاؤں گا مَیں دستِ سوال

۱۹۴۲ء

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

دھارا

وہ اُمڈتے ہُوئے دریا کا بپھرتا ہُوا پانی
وہ ڈھلانوں پہ تھرکتی ہُوئی موجوں کی روانی
وہ پلٹتی ہوئی لہروں پہ لپکتے ہُوئے بجرے
وہ اُبھرتے ہُوئے بجرے، وہ ڈبکتے ہُوئے بجرے
وہ بکھرتے ہُوئے چھینٹوں کا کف آلود ترانا
وہ چمکتے ہُوئے ساحل پہ چٹانوں کا نہانا
وہ اُلجھتی ہُوئی موجیں، وہ مچلتی ہُوئی موجیں
وہ کناروں کی بلندی سے اُچھلتی ہُوئی موجیں
وہ لپکتے ہُوئے میداں کو کترتا ہُوا دھارا
وہ دھماکوں پہ دھماکے، وہ چٹختا ہے کنارا
یہ گرجتی ہُوئی دُنیا مری آہوں کی امیں ہے
وہ صباحت سی یہاں ہے جو زمانے میں نہیں ہے

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

وہ حیاؤں کے تقاضے، وہ محبت کی اُمنگیں
وہ حسینوں کے ہیولے، وہ جوانی کی ترنگیں
وہ کڑکتی ہوئی دھوپ اور وہ منڈیروں کے سہارے
وہ سلگتی ہوئی، جلتی ہوئی نظروں کے اشارے
وہ سمٹتی ہوئی گلیوں میں لپکتے ہوئے سائے
وہ سسکتے ہوئے نیموں میں دبکتے ہوئے سائے

نہ عزیزوں ہی کی پروا تھی، نہ بدخواہوں کا دھڑکا
کہ وہ برکھا نہیں جس میں کوئی بادل نہیں کڑکا
مری آنکھوں کو وہ بپھرا ہوا منظر نہیں بھولا
یہ گرجتی ہوئی امواج ہیں اس یاد کا جھولا
وہی وحشت، وہی شدت، وہی بے چین روانی
کہ سناتا ہے یہ سیلاب جوانی کی کہانی

۱۹۴۲ء

شہر کی رانی

تیرے ہونٹوں کے شفق رنگ تکونی گوشے
کپکپی سی مرے جذبات میں بھر دیتے تھے
ان گنت اجنبی لب ان میں جھلک کر، لیکن
ٹھیکری سی مرے احساس پہ دھر دیتے تھے

تیرے بالوں کی مہکتی ہوئی تاریکی میں
مجھ کو افکار کے فردوس نظر آتے تھے
یک بیک ان میں مچلتے ہوئے ہاتھوں کے ہجوم
بھوت بن کر مرے افکار پہ منڈلاتے تھے

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

تیرے اظہارِ محبّت پہ یقیں تھا مجھ کو
مَیں نے جانا کہ اچھوتی ہے جوانی تیری
جس کو بُہتان سمجھتی تھی مری صاف دلی
تیرے ماضی نے سُنادی وہ کہانی تیری

تیری تعلیم کی بُنیاد ہے آزادروی
حُسن کو عشق کا اک راز سمجھتا ہُوں مَیں
مجھ کو مرغوب ہیں چٹکی ہُوئی کلیاں، لیکن
نکہتوں کا انھیں غمّاز سمجھتا ہُوں مَیں

۱۹۴۲ء

KUTUB KHANA.
JALALI BOOKS
JALALI

اُداس محبوبہ سے

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS

کتنا خاموش ہے سوئے ہُوئے نیموں کا ہجوم
زندگی تک نظر آتی ہے خیالِ موہوم
موڑ پر سُست سی ندی کے، وہ ملّاح کا گھر
اِک کھلونا سا مجھے دُور سے آتا ہے نظر
اُجلی اُجلی سی گھٹاؤں میں وہ تنہا ہُوا چاند
دُھندلے دُھندلے سے کسی خواب کی مانند ہے ماند
ایسے ماحول میں کیوں کشتۂ افکار ہے تُو؟
کیوں مرے ولولۂ شوق سے بیزار ہے تُو؟
تجھ کو شکوہ ہے اُمیدوں کی زبوں حالی کا
خوف، شاہینِ تمنّا کی گراں بالی کا

تُو سمجھتی ہے کہ جب بزمِ جہاں فانی ہے
لذّتِ زیست کا احساس بھی نادانی ہے
شاعری ہے تری دانست میں افسانۂ غم
زندگی جس کے اثر سے ہے مسلسل ماتم
سولھویں سال نے کیا تجھ پہ قیامت ڈھائی
خشک منطق میں اُلجھتی ہے تری انگڑائی
نہ فسانوں کا تقاضا، نہ ترانوں کی ترنگ
نہ لچکتی ہوئی بانہوں میں لپٹنے کی اُمنگ
زندگی خواب سہی، خواب کو ویراں تو نہ کر
میرے فردا کے ہیولوں کو پریشاں تو نہ کر

دمِ بخود شب کی پُراسراریِ بے پایانی
شاید اب تک تری نظروں نے نہیں پہچانی
منتشر ابر کے ٹکڑوں میں ہے مہتاب رواں
سطحِ دریا پہ ہے یا ایک پری رقص کناں
اُونگھتی لہروں میں تاروں کی مچلتی گیندیں
سیمِ سیال میں مرمر کی اُبلتی گیندیں

یہ فضاؤں میں تعطّر کی خمار انگیزی
گھاس پر اوس کے قطروں کی جواہر ریزی
یہ لچکتی ہُوئی شاخوں کی کمانوں کا تناؤ
لوریاں دیتا ہُوا نرم ہواؤں کا بہاؤ
ایسی جنّت میں جہنّم کا تصوّر ہے محال
گُل پر کھلتے ہیں تو ادراک کا دشنہ نہ نکال
جب شگوفے کے تبسّم میں ہیں اسرارِ حیات
کیوں فقیہوں کے خرافات ہوں سامانِ نجات
جب مہ و مہر کی کرنیں ہیں صحیفوں کی سطُور
اصطلاحات سے کیوں ذہن کو کرلیں مجبُور
دیکھ یہ گھاس پہ موہوم سے کیڑے کا خرام
اس کے ادراک سے بالا ہے دو عالم کا نظام
اِک ذرا چھُو تو اسے، کانپ کے بل کھائے گا
اور اس گھاس کی پتّی سے اُتر جائے گا

زندہ رہنا ہے تو جینے کی ہوس پیدا کر
زہر ہے زیست تو اس زہر میں رس پیدا کر

اپنے اِس شاعرِ آوارہ و بدنام کو دیکھ
اس کے افکار میں ڈھالے ہوئے اصنام کو دیکھ
یہی اصنام ہیں ان تازہ خداؤں کے حریف
جن کی جبروت سے بیزار ہے احساسِ لطیف
جن کے قانون ہیں قرنوں کی غلامی کے نشاں
کاٹ لی جن کے خلیفوں نے صداقت کی زباں
خونِ دہقاں سے نکھرتا ہے پھریرا جن کا
حق کے تابوت پہ ہوتا ہے بسیرا جن کا
میرے اصنام سے ڈرتی ہے خدائی ان کی
ان چٹانوں سے چٹختی ہے کلائی ان کی
کون کہتا ہے یہ بے وقعت و بے مایہ ہیں
یہی اصنام مری زیست کا سرمایہ ہیں
وقت پر ان کی قباؤں سے جھڑیں گے وہ شرر
شب کے جنگل سے نکالیں گے جو ایوانِ سحر
قبل اس کے مگر اے شمعِ شبستانِ خیال
کیوں کریں قوم کے اُجڑے ہوئے ماضی کا ملال

ہو کے مایوس مرے عشق کو بدنام نہ کر
ایک مجبور کو یوں موردِ الزام نہ کر

موت کیا چیز ہے؟ افسردہ خیالات کا بھوت
موت کیا چیز ہے؟ تاریک نگاہی کا ثبوت
موت دراصل تصوّر کی پریشانی ہے
موت انسان کے ادراک کی حیرانی ہے
زندگی موت کا عنواں ہے تو ڈرنا کیسا!
ایک نقطے پہ تجلّی کا ٹھہرنا کیسا!
میں تو یہ پوچھتا ہوں، کیا یہی خلّاقی ہے
یعنی انسان تو فانی ہے خدا باقی ہے
جزو فانی ہے تو پھر کل کی بقا کیا معنی
یہ بھی فانی ہے تو پھر خوفِ خُدا کیا معنی
جب وہ باقی ہے تو ہم موت سے کیوں گھبرائیں
کیوں نہ پہنائیِ عالم میں چھکتے جائیں
کیوں نگاہوں میں ہو اُلفت کی زبوں انجامی
جبکہ ظلمت ہے حقیقت میں نظر کی خامی

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

نرم سبزے پہ تھرک ، نیم کی شاخوں میں جھول
اپنے بالوں میں پرو اوس میں بھیگے ہوئے پھول
سطحِ دریا پہ لپک ، نُور کی قوسوں میں نہا
مجھ کو سینے سے لگا، دہر کو قدموں پہ جھکا
قہقہہ مار، حقیقت میں یہی جینا ہے
فرصتِ عیش تو عرفان کا اِک زینہ ہے

۱۹۴۲ء

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

یا چناں کن یا چنیں

اُف یہ ادراک و مشیّت کی پرانی اُلجھن
اسی دیرینہ تنازع میں گزرتی ہے حیات
کبریا سے اسے انکار ہی لازم آیا
جب مقدّر سے خرد کو نہ ملی راہِ نجات
پھر بھی جب گتھیاں اسرار کی حل ہو نہ سکیں
دُور کی عشق نے، ادراک پہ چھائی ہوئی رات
اب کہ احساس کے خاور سے فروزاں ہے، وجود
جھلملاتے نظر آتے ہیں نئے لات و منات

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

چاہتا ہُوں کہ طبیعت ہو سکوں پر مائل
دلِ بے خواب میں یہ رعشۂ سیماب نہ ہو
جم کے رہ جائے خیالات کا طوفانِ عظیم
اس سمندر میں کہیں حلقۂ گرداب نہ ہو
رُوح کے ساز میں اوّل تو نہ پیدا ہو صدا
اور پیدا ہو تو شرمندۂ مضراب نہ ہو
میرے احکام کی زد میں ہو خدائی ساری
میری دُنیا میں کوئی چیز بھی نایاب نہ ہو

فیلسوفوں کی مچلتی ہُوئی حکمت لیکن
میرے اوہام کے شعلوں کو ہوا دیتی ہے
عقل جب تھک کے سرِ راہگزر رُک جائے
رُوحِ نادیدہ کوئی اس کو صدا دیتی ہے
بحر کے دُھندلے کناروں پہ شفق کی سُرخی
کتنے بے نام جزیروں کا پتہ دیتی ہے
یک بیک قلب کو گھیرے ہوئے بادل کی کڑک
قصرِ تخئیل کی بنیاد ہلا دیتی ہے

میں کدھر جاؤں، کہاں روح کی تسکیں ڈھونڈوں
کیا مری زیست کا مقصد ہی پریشانی ہے
روح کہتی ہے، نئے دہر کی بنیاد رکھیں
اور لبوں پر گلۂ بے سر و سامانی ہے
راز کھلتے ہی نئے راز ابھر آتے ہیں
یعنی اسرار کا عرفان بھی حیرانی ہے
راستہ روک کے غرّاتی ہے وہموں کی سپاہ
گو مرے پاس ارادوں کی فراوانی ہے

اب تمنّا ہے کہ مٹ جائے تذبذب کی خلش
جی میں جو آئے، وہی آخری منزل ہو جائے
امتیازات سے آزاد ہو احساسِ لطیف
حل کچھ اس طرح مرا عقدۂ مشکل ہو جائے
یا تو اک نشہ سا چھا جائے زمانے بھر پر
زندگی وقت کے قانون سے غافل ہو جائے
یا ستاروں میں جہنم کے دہانے کھل جائیں
آسماں دہر کی تخریب پہ مائل ہو جائے

۱۹۴۲ء

ایک فلسفی دوست سے

نبضِ ادراک کہاں ڈوب چلی ؟
جب نظر آئے مقاماتِ جمال

فکرِ ماضی میں رہوں کیوں مغموم
اب نگاہوں میں ہیں مستقبل و حال

عشق نے دل کو حرارت بخشی
عقل جینے کو سمجھتی تھی وبال

فلسفے میں ہے بہت گہرائی
مجھ کو بھاتی ہے مگر چشمِ غزال

JALALI BOOKS
KUTUB KHANA
JALALI

نظریاتِ فلاطوں سے بلند
میری محبوبۂ خورشید جمال

زندگی خواب ہوئی جاتی ہے
آفریں، شعبدہ بازیٔ خیال

امتیازاتِ من و تُو کیا ہیں؟
فقط اوہام کے پھیلے ہوئے جال

مادّہ خواب سا بن جاتا ہے
ذوق و وجدان ہوں جب شاملِ حال

پھول سے قطرۂ شبنم نہ گرے
فلسفی دوست، جوانی کو سنبھال

۱۹۴۲ء

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS

وقفے

بھٹک رہی ہیں ہوائیں، سسک رہے ہیں چراغ
کہیں شراب کے دھبّے، کہیں شکستہ ایاغ
نہ زمزمے ہیں نہ میخوار ہیں نہ ساقی ہیں
لرزتی کانپتی پرچھائیاں سی باقی ہیں
یہاں وہاں سے اُداسی سمٹتی آتی ہے
وہ خامشی ہے کہ ظلمت بھی سرسراتی ہے
ہوا کی چھیڑ سے جب پردہ پھڑپھڑاتا ہے
فضا میں بھوت سا اِک تالیاں بجاتا ہے

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

معاً چمک کی پھواریں گریں ستاروں سے
فضا چھلکنے لگی ان شہاب پاروں سے
ہوا میں رقص کا احساس کسمسانے لگا
وہ سُر چھِڑے کہ زمانے کو وجد آنے لگا
چراغ ہنسنے لگے، پھُول مُسکرانے لگے
سبو چھلکنے لگے، ساز گنگنانے لگے

سحر طلوع ہُوئی، آسمان دُھل سا گیا
جہاں پہ وقفۂ ظلمت کا راز کھُل سا گیا

۱۹۴۲ء

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

وقت کا چکّر

اُفق پر اُجالے کی اُبھری کماں

لرزتی ہُوئی، زرفشاں، بیکراں

ستارے فلک پر لجا سے گئے

کنول جھیل پر تھر تھرا سے گئے

فضا چونک کر آنکھیں ملنے لگی

ہَوا اینٹھتی مُڑتی چلنے لگی

دُھندلکوں سے پربت اُبھرنے لگے

شفق کی ردا میں سنورنے لگے

وہ نکلی گپھاؤں سے ہرنوں کی ڈار

وہ کرلاتی کونجوں کی قوسی قطار

کہیں خاک پر رنگِ افلاک ہے

کہیں تیرگی پیرہن چاک ہے

۱۰۸۲

ازل سے یہی کھیل کھیلا گیا
یونہی نوعِ انساں کو ریلا گیا
کہیں تیرگی ہے، کہیں نور ہے
انوکھا مشیت کا دستور ہے
سکوں خواب ہے، خواب ہے بے اساس
نہ مرنا ہے بس میں، نہ جینا ہے راس
نہ چھپتے ہیں تارے، نہ رُکتا ہے چاند
نہ انوارِ خورشید ہوتے ہیں ماند
مری قوتوں کا نہیں کچھ شمار
کہ بُوندوں سے میں نے نچوڑے شرار
مگر وقت پر بس نہیں چل سکا
قضا ٹل گئی، یہ نہیں ٹل سکا

۱۹۴۲ء

JALALI BOOKS

رات اور دن

ظلمتوں کی خلائے بے پایاں
خامشی کی زباں میں نغمہ کناں

زندگی پر سرور طاری ہے
خواب انگڑائیاں سی لیتے ہیں
نرم پا، ڈولتے، خنک جھونکے
نیند کی کشتیوں کو کھیتے ہیں

کھیت مدہوش، وادیاں خاموش
پربتوں پر سکوتِ پُراسرار
گاہے گاہے اُبھر کے مٹتی ہوئی
اِک ابابیل کی مہین پکار

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

جھاڑیوں میں یہ جگنوؤں کے ہجوم
راکھ کے ڈھیر میں شرارے سے
جھرنوں میں جھانکتے ہُوئے تارے
پھیلے پھیلے سے، پیارے پیارے سے

دفعتہً کانپنے لگا منظر
میرے احساس نے جھرجھری لی
زندگی کی غنودہ آنکھوں میں
ایک مشعل سی جھلملانے لگی

چار سُو گھومتی ہُوئی کیسی
ایک مبہم سی سنسناہٹ ہے
میری تنہائی سے اُلجھتا ہُوا
کون آیا ہے، کس کی آہٹ ہے!

خشک پتّوں کا شور تھا شاید
یا خیالوں نے اپنے پر جھاڑے

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

کچھ نہیں؟ کچھ تو ہوگا! کوئی تو ہے!
جس نے پنجے وجود میں گاڑے

رات کی ظلمتیں سمٹ سی گئیں
خامشی کا طِلسم ٹوٹ گیا
ختم گئے ہیں سفینے نیندوں کے
نغمۂ سازِ زندگی گونجا

اُف یہ تغیّر کا انوکھا کھیل
اُف مشیّت کا یہ اٹل قانون
ایک کی موت، دُوسرے کی حیات
ہے سحر کی شراب، رات کا خون

ظلمتوں کا وہ کارواں ہے رواں
خامشی کی زباں میں نوحہ کناں

۱۹۴۲ء

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

تذبذب

کسی کو مل نہ سکی بارگاہِ ناز تری
مگر ازل سے اُسی کی تلاش جاری ہے
مرے خیال میں، پرتو ہے تیرے جلووں کا
وہ اِک خمار سا جو آگہی پہ طاری ہے
فقیہہِ شہر کا اصرار ہے کہ یہ مستی
فقط فسردہ خیالی کی سحر کاری ہے
مری نگاہ میں لیکن وہ "کانِ عرفاں" بھی
گہر بدست سہی، روشنی سے عاری ہے

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

اگر نجوم میں تُو ہے، تو چاند زمیں ہے کون؟
ترے جمال کی تقسیم ہو نہیں سکتی
ازل ابد کا تصوّر، فقط تصوّر ہے
ترے وجود کی تقویم ہو نہیں سکتی
حرم میں تُو ہے تو آخر کنشت میں ہے کون
کہ ایک ذات تو دو نیم ہو نہیں سکتی
جو تُو نہیں ہے تری منتشر، تو سچ کہہ دوں
کہ اس جہان کی تنظیم ہو نہیں سکتی

اندھیرے غاروں میں اوہام لے گئے مجھ کو
نکل گئے مرے کافر تصوّرات کہاں
خدا وہ کیا ہے، سمجھ لے جسے حقیر ادراک
کہاں خرد کی اڑانیں، حریمِ ذات کہاں!
تو ذرّے ذرّے میں ہے اور کہیں نہیں ملتا
ترے وجود پہ قیدِ تعیّنات کہاں
کہاں وہ زندہ و پائندہ حسنِ لامحدود
مرے خیال کے دھندلے تاثرات کہاں

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

تجھے سمجھنے کی سب کوششیں ہیں بے معنی
کہ مَیں ندیمؔ کو بھی آج تک نہ جان سکا

فضول سا ہے یہاں تذکرہ حکیموں کا
کہ اپنی روح کا کہنا بھی مَیں نہ مان سکا

جنوں ہے عرصۂ کون و مکاں کی سیّاحی
کہ مَیں تو قلب کا ویرانہ تک نہ چھان سکا

مری حیات کی بُنیاد ہے تذبذب پر
ہزار چاہا مگر جی میں کچھ نہ ٹھان سکا

۱۹۴۲ء

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

تصویر کا دُوسرا رخ

نہیں، ندیم، مجھے انتظارِ یار نہیں
خزاں زدہ ہُوں مگر طالبِ بہار نہیں

یہ رنگ و نور ہیں پردے رُخِ بصیرت پر
شفق کے رنگ بصارت کو سازگار نہیں

یہ تجلیاں ہیں ثبوت اس کھُلی حقیقت کا
کہ خود مزاجِ مشیّت کو بھی قرار نہیں

یہ چیختے ہُوئے طوفاں بتا رہے ہیں مجھے
کہ خاکِ راہ کے ذرّے ذلیل و خوار نہیں

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

یہ راز فاش کیا ہے گراں دھندلکوں نے
تجلّیات پہ کونین کا مدار نہیں

کنارِ غنچہ میں یہ نوکِ خار کہتی ہے
کہ معجزاتِ مشیّت کا کچھ شمار نہیں

منا رہا ہوں خزاں میں بہار کی عیدیں
کہ ظلمتیں ہیں جمالِ سحر کی تمہیدیں

۱۹۴۲ء

KUTUB KHANA.
JALALI BOOKS
JALALI

بے قراریاں

دل میں جب بیکلی نہیں رہتی
زندگی، زندگی نہیں رہتی

زندگی شاہراہِ پرخم ہے
زندگی اضطرابِ پیہم ہے

رعشۂ برق ہے حیات کا نام
بے مقامی ہے کائنات کا نام

کتنی خاموش ہے فضائے جہاں
نیند میں کھو گئے ہیں کون و مکاں

نیم کی پتلی ڈالیاں خاموش
گاؤں کی گانے والیاں خاموش

سُونی گلیاں، اُجاڑ سی چوپال
زندگی کی جبیں پہ گردِ ملال

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

رقص کر اے دلِ خیال آلُود
یہ نزی قیل و قال ہے بے سُود
یُوں دھڑک، دو جہاں مچل جائیں
آسماں محوروں سے ٹل جائیں
کہکشاں ایک جھولا بن جائے
کائنات اِک بگولا بن جائے

۱۹۴۲ء

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

کچھ تو کر

کملائی ہوئی روح کو، یارب گُلِ تر کر
اس جامِ سفالیں کو کبھی ساغرِ زر کر

جب تیرے اشارے سے چٹک جاتے ہیں غنچے
اُمید کی مُنہ بند کلی پر بھی نظر کر

دل کو۔ جسے خاکسترِ دل کہتی ہے دُنیا
انوار کی لَو ڈال کے۔ تابندہ شرر کر

اب میرے لیے ننگ ہے یہ عالمِ بے رنگ
بوسیدہ ہے یہ قصر، اسے زیر و زبر کر

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

کب تک ترے بندوں کی غلامی پہ کروں ناز
تاروں کے نشیمن سے بھی اُونچا مرا سر کر

گر نخلِ تمنّا کو ثمرور نہیں کرتا
افسانۂ اکرام بعنوانِ دگر کر

اس پر بھی اگر تیرا کرم کچھ نہیں کرتا
گُستاخ کلامی سے مری قطع نظر کر

یہ بھی نہیں منظور تو اے مبدءِ الطاف
احساس مرا چھین، مجھے خاک بسر کر

۱۱۴۱ء

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

نیا ساز نئی تان

شدّتِ درد میں بیکار ہے مرنا تیرا
زندگی سے تجھے نفرت ہی سہی
موت پیغامِ مسرّت ہی سہی
ڈوب مرنے سے تو بہتر ہے اُبھرنا تیرا

قافلے رات کی ظلمت میں بھٹک جاتے ہیں
لیکن ایسی بھی اِک آتی ہے گھڑی
صُبح کا مست گجر بجتے ہی
پردہ ہائے شبِ تاریک سرک جاتے ہیں

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

جم چکا ہے ترے احساس پہ صدیوں کا غبار
چہرہ روشن ہے مگر رنگ نہیں
دھڑکنیں دل کی ہم آہنگ نہیں
ہے جوانی تری ناکام اُمنگوں کا مزار

تیرے ماحول پہ طاری ہے تعیّش کا جمُود
حُسن کو حُسن فروشی کا جنوں
عشق پر جلوۂ عریاں کا فسوں
شعلہ ناپید ہے باقی ہے مگر پردۂ دُود

شب تاریک میں تُو پھرتا ہے آوارہ سا
جب بہت دُور درختوں کے تلے
کوئی بھٹکا ہُوا جگنو چمکے
قلب میں تیرے دہک اُٹھتا ہے انگارہ سا

جب کبھی رقص کے گُونجے ہوئے ایوانوں میں
سرسراتے ہیں حریری ملبوس
جگمگاتے ہیں سُنہری فانوس
بھُوت سرگوشیاں کرتے ہیں ترے کانوں میں

موٹریں جب ترے پہلو سے نکل جاتی ہیں
چھوڑ کر تُند بگولوں کی قطار
پھینک کر رُخ پہ ترے گرد و غبار
بجلیاں سی ترے سینے میں مچل جاتی ہیں

جب کسی محل سے سمٹی ہُوئی باہر آئے
کوئی افلاس زدہ دوشیزہ
اپنی عصمت کا چُکا کر سودا
پھیل جاتے ہیں ترے ذہن پہ غمگیں سائے

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

مسجدیں چند دکھاوے کی نمازوں کے مقام
دیر میں مورتیاں ہیں حیراں
بنسی والے کے پجاری ہیں کہاں
قحبہ خانوں میں کھنکتے ہیں مگر جام سے جام

ایسے جینے سے تجھے موت کا جنگل ہے پسند
زندگی اب تری گمراہ سی ہے
تیری ہر سانس میں اک آہ سی ہے
ٹوٹ جانے کو ہے اب تیری امیدوں کی کمند

لیکن اب روح زمانے کی ہے طوفاں بکنار
کٹ کے گر جائیں گے بحر و بر پر
اندھے بوسیدہ عقیدوں کے سر
کون کہتا ہے کہ بھرپور نہیں وقت کا وار

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

اپنی مایوس جوانی کی کہانی نہ سُنا

یہ حزیں عہد ہے جانے والا

اِک حسیں دَور ہے آنے والا

اب نئے ساز کی آمد ہے نئی تان اُٹھا

۱۹۳۱ء

ایک چیخ

مَیں نے کل رات ایک چیخ سُنی
پے بہ پے کروٹیں بدلتی ہوئی
اِک گلی سے بگولا بن کے اُڑی
شہر کی وسعتوں پہ پھیل گئی
خامشی کا طلسم ٹوٹ گیا
اور فضاؤں کو رعشہ چھوٹ گیا

مَیں جُونہی پھینک کر قلم، لپکا
چٹکنی کھولنے ہی والا تھا
کہ مری انگلیاں اکڑ سی گئیں
اور کہیں میری آنکھیں گڑ سی گئیں

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

دفعتہً اُس گلی کے نکڑ سے
مَیں نے دو چار قہقہے سے سُنے

قہقہوں کی ردا میں لپٹی ہُوئی
چند سکّوں کی کھنکھناہٹ تھی

۱۹۸۱ء

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

نوکری پر جاتے ہوئے

اندھیری راہوں پہ بھاری چھکڑے کے پہیئے یوں چرچرا رہے ہیں
کہ جیسے آسیب گونجتی گھاٹیوں میں کچھ گاتے جا رہے ہیں
اداس تارے خموش جوہڑ میں ڈوب کر غوطے کھا رہے ہیں
شجر پہ جھینگر کرخت بولی کے تیز نشتر چلا رہے ہیں

مرا وہ ننھا سا پیارا گاؤں نگاہ سے چھپتا جا رہا ہے
مرے گھروندے میں جانے اب تک چراغ کیوں ٹمٹما رہا ہے

منڈیر کی آڑ لے کے شاید ضعیف ماں میری، روتی ہوگی
مرے تصوّر میں آنسوؤں کی اٹوٹ لڑیاں پروتی ہوگی

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

پچھاڑیں کھا کھا کے میری آپا غریب بے ہوش ہوئی ہو گی
مری صبوحی فراخ آنگن کے عین مرکز میں سوتی ہو گی

مرے گھروندے کا ذرّہ ذرّہ مجھے نہ پا کر اداس ہو گا
مگر سنا ہے کہ اب کے لاہور کا سفر مجھ کو راس ہو گا

تلاش ہے نوکری کی لیکن دماغ میں آگ جل رہی ہے
جگر میں دوزخ بھڑک رہا ہے، رگوں میں بجلی مچل رہی ہے

گلا نجابت کا کٹ رہا ہے، خودی کی تلوار گل رہی ہے
ندیم کی آہنی جوانی عجیب سانچے میں ڈھل رہی ہے

کبڈی کے دلفریب میلوں میں جس نے کڑیل جواں گرائے
وہ ایک چھکڑے میں بیگنا جا رہا ہے: بیچارہ سر جھکائے

میں جانتا ہوں کہ روندی جائے گی نوکری میں مری جوانی
فسانہ گوئی نہ ہو سکے گی، پنپ سکے گی نہ شعر خوانی

تباہ کر دے گی میری صبحیں اداس شاموں کی خوں چکانی
رہیں گے دو چار شعر میری حیاتِ بے مایہ کی نشانی

مگر مجھے بھی کبھی کبھی بھوک تنگ کرتی ہے، کیوں نہ جانے
یہ طائرِ سدرہ بھی چُننے گا زمین کی وسعتوں میں دانے

مجھے نہ بھولیں گی اپنے گاؤں کی ٹیڑھی میڑھی سی تنگ گلیاں
وہ شام پڑتے ہی تنگ گلیوں میں نوجوانوں کی رنگ رلیاں
وہ آنکھوں میں لوٹتے ستارے وہ گالوں میں کھلکھلاتی کلیاں
وہ پاؤں میں جھنجھناتے گھنگھرو گلے میں ٹنٹناتی ٹلیاں[1]
وہ ناچ۔ اور ناچ کے بہانے سے اپنے محبوب کو اشارے
دبی دبی مسکراہٹوں میں وہ لوٹ جانا خوشی کے مارے

مجھے نہ بھولے گا وہ کبڈی کے کھیل میں تن کے باہر آنا
وہ اپنے ہمراز دوستوں کو نئی نئی کسرتیں دکھانا
وہ ایک انداز سے مقابل کے نوجوانوں پہ مسکرانا
وہ برق بن کر تڑپتے جانا، بگولا بن کر لپکتے آنا
وہ شانوں کے گول گول پٹھے، وہ ابھرے اور لال لال سینے
نہ روح میلی، نہ کھوٹ من میں، نہ بات بے رس، نہ دل میں کینے

---

[1] : گھنٹیاں

مجھے نہ بھولے گی پیاری امّی، مجھے نہ بھولے گی بھولی آپا
مجھے نہ بھولے گا وہ گھروندا جہاں کا مَیں حکمراں رہا تھا
وہ کچّی دیواریں، بوڑھی بیری، وہ آنگن اور وہ کبک کا پنجرا
وہ میرے ہنستے ہوئے پڑوسی، وہ ایک دہقان دوست میرا
مری صبوحی، وہ میری پیاسی نگاہ کا اوّلیں سہارا
مرے خیالات کے اندھیرے افق کا وہ زرفشاں ستارا

مَیں جب کبھی اپنا کام کر کے سکون کی ایک آہ لُوں گا
تو اپنی تخئیل کے خزانے سے تیز سی اِک نگاہ لُوں گا
پلک جھپکنے میں اُڑ کے مَیں اس غریب گھر میں پناہ لُوں گا
اگرچہ یہ راہ پُرخطر ہے یقین ہے مَیں نباہ لُوں گا
اٹھوں گا دفتر سے جب کھُلی میز پر کئی فائلیں جما کر
تو اپنے گاؤں پہ آ کے منڈلاؤں گا تصوّر کے پَر لگا کر

دیا بجھا دے، دیا بجھا دے، نہ رو، نہ رو، میری پیاری امّی
ستارے اشکوں کے اتنی افراط سے نہ کھو میری پیاری امّی

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

میں لوٹ آؤں گا کچھ کما کر، حزیں نہ ہو میری پیاری امّی
بس اب تو چھت سے اُتر، کھٹولے پہ جا کے سو میری پیاری امّی

ترا ندیم ایک روز لوٹے گا نوکری کا خزینہ لے کر
خزینہ لیکن یہ پائے گا اپنی شاعری کا دفینہ دے کر

۱۹۸۱ء

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

میرے افسانے

(مصنف کی دیہاتی کہانیوں کا پس منظر)

تیری نظروں میں تو دیہات ہیں فردوس، مگر
میں نے فردوس میں اُجڑے ہُوئے گھر دیکھے ہیں

جن کو تُو رستم و سہراب کہا کرتا ہے
وہ جواں میں نے یہاں خاک بسر دیکھے ہیں

تیرے ماحول میں ہے جن کی پرستش بھی روا
میں نے اُس حسن کے پُرہول کھنڈر دیکھے ہیں

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

مَیں نے گھوروں پہ پڑے دیکھے ہیں رخشندہ نجوم
مَیں نے لتھڑے ہوئے کیچڑ میں قمر دیکھے ہیں

مَیں نے پھولوں کو عفونت میں گھرے دیکھا ہے
مَیں نے جلتے ہوئے مٹی میں گہر دیکھے ہیں

مَیں نے ان آنکھوں سے بکتا ہُوا دیکھا ہے شباب
زر کی تلوار سے کٹتے ہُوئے سر دیکھے ہیں

مَیں نے قدموں تلے دیکھے ہیں کچلتے ہُوئے دل
مَیں نے جھلسے ہُوئے آہوں سے جگر دیکھے ہیں

مَیں نے گلیوں میں تو دیکھے ہیں گلابی چہرے
اور طاعون پسِ پردۂ در دیکھے ہیں

مَیں مہاجن کی تجوری کے سمجھتا ہُوں راز
مَیں نے دہقان کی محنت کے ثمر دیکھے ہیں

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

سبز کھیتوں میں مجھے زہر نظر آیا ہے
زرد خوشوں کی رداؤں میں شرر دیکھے ہیں

مَیں نے جو دیکھا ہے، اے کاش وہ تُو بھی دیکھے
دل کی دھڑکن بھی سُنے، دل کا لہُو بھی دیکھے

۱۹۸۱ء

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

نظامِ نو

سرحدِ احساس پر دُھندلا سا یہ تارا ہے کیا!
محفلِ اُمید میں رقصاں یہ مہ پارا ہے کیا!
کس کے جلووں کی تجلّی سے فضائیں دُھل گئیں
چھٹ گئے بادل، دُھندلکوں کی ردائیں کُھل گئیں
گُونج اُٹھا کس کے نغموں سے شبستانِ خیال
کس کے دامن کی ہوا سے اُڑ گئی گردِ ملال
شوق کی اُجڑی ہُوئی بستی میں یہ کون آ گیا!
وسعتِ آفاق پر یہ کس کا پرتو چھا گیا!
کس نے بھر دی زندگی خاکسترِ بے رنگ میں
پھُول یہ کس نے کھلائے سرزمینِ سنگ میں

کس نے ہنگامہ مچایا محفلِ خاموش میں
جانے کیا سرگوشیاں ہوتی ہیں چشم و گوش میں
پردۂ ماضی سے یہ کس نے نکالا اپنا ہات
کس کے پنجے میں سمٹ کر آ رہی ہے کائنات
وہ نقاب اُٹھی، وہ اک مشعل سی تھرّانے لگی
یہ تو پہچانی ہوئی صورت نظر آنے لگی

۱۹۴۱ء

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

اس دَور میں

ہر شعر مرا اصل میں تاریخِ اُمم ہے
مجھ کو مری آفاق نوردی کی قسم ہے

دیوانہ وہی مردِ ہنرمند ہے یارو
اِس دَور میں جو طالبِ انصاف و کرم ہے

ہر روح کی خلوت میں جو آباد ہے اب تک
وہ خالقِ اکبر بھی تصوّر کا صنم ہے

سُلجھاتا ہے افلاس کے عقدے وہ سخنور
جو ہاتھ میں تھامے ہُوئے سونے کا قلم ہے

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

جذبات میں جدت نہ خیالات میں وسعت
تحریر میں رعنائی نہ تقریر میں دم ہے

مشرق کی نگاہوں میں ہے ہم پلہ قرآں
وہ بات جو مغرب کی کتابوں میں رقم ہے

جینے کے لیے ذہن ہے قانون کا مطلوب
اللہ ستم ہے مرے اللہ ستم ہے!

۱۹۸۱ء

KUTUB KHANA.
JALALI BOOKS
JALALI

شکاری

جبیں پہ ایک موجِ رنگ و نور سی لیے ہُوئے	شراب سی پئیے ہُوئے
درِ بہشت مست انکھڑیوں میں وا کیے ہُوئے	مرے خدا یہ کون ہے!

قدم قدم پہ ایک فتنہ سا جگا رہی ہے وہ	کچھ ایسے آ رہی ہے وہ
بلند و پست پر نشہ سا بن کے چھا رہی ہے وہ	مرے خدا یہ کون ہے!

لبوں پہ ایک کپکپی سی وقفِ پیچ و تاب ہے	نگاہ محوِ خواب ہے
یہ عکسِ ماہتاب ہے کہ رُوحِ آفتاب ہے	مرے خدا یہ کون ہے!

وہ مجھ کو دیکھتے ہی اپنے راستے سے ہٹ گئی	سمٹ کے یُوں پلٹ گئی
کہ جیسے اک پتنگ کی فضا میں ڈور کٹ گئی	مرے خدا یہ کون ہے!

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

مجھے فریب دیکھ کر کچھ اس طرح لجا گئی کچھ ایسے پیچ کھا گئی
کہ ساری کائنات پر ردائے خواب چھا گئی مرے خدا یہ کون ہے!

وہ تیز تیز جا رہی ہے بادلوں کی چھاؤں میں وہ سامنے کے گاؤں میں
مگر یہ بیڑیاں سی کیوں پڑی ہیں میرے پاؤں میں مرے خدا یہ کون ہے!

وہ اس کی میلی اوڑھنی، یہ میرا اُجلا پیرہن یہ پیرہن کا بانکپن
مگر مرے لباس پر ہیں اس کے ناز خندہ زن مرے خدا یہ کون ہے!

بس اب اسی جگہ پر اپنا جھونپڑا بناؤں گا اسی کے گیت گاؤں گا
کبھی تو اس کو اپنے جذبِ دل سے کھینچ لاؤں گا مگر بتا، وہ کون ہے!

۱۹۴۱ء

KUTUB KHANA JALALI BOOKS

ایک ہرجائی سے

مضمحل روح کے چُپ چاپ نہاں خانوں میں
چھُپ کے بیٹھا ہے کوئی نغمہ نواز
سرد احساس کے ویران چمنستانوں میں
ایک پرچھائیں ہے محوِ پرواز

جیسے اُجڑے ہُوئے ایوان کا پُر ہول سکُوت
قلبِ سیّاح پہ چھا جاتا ہے
یُونہی افسردہ خیالات پہ ماحول کا بھُوت
شبِ تاریک میں منڈلاتا ہے

ننگی لاشوں کی قطاریں نظر آتی ہیں مجھے
کھو کھلی آنکھوں میں شعلے رقصاں
کپکپاتے ہُوئے دانتوں سے ڈراتی ہیں مجھے
جوشِ وحشت میں پریشاں، لرزاں

ہر طرف رینگتے ہیں سطحِ تصوّر پہ ناگ
پھن اُٹھاتے ہیں سرک جاتے ہیں
ان کے ہونٹوں سے برستا ہے وہ زہریلا جھاگ
جس سے جذبات دہک جاتے ہیں

اور مَیں سہما ہُوا ، کھویا ہُوا ، پچھتایا ہُوا — تیرے پہلو میں سمٹ جاتا ہُوں
تیرے پہلو میں سمٹ جانے سے گھبرایا ہُوا — اسی دوزخ کو پلٹ جاتا ہُوں

چند گھڑیوں کی جو تسکین مجھے مِلتی ہے — اِس سے جم جاتی ہے شعلوں کی زباں
ایک لمحے کے لیے دل کی کلی کِھلتی ہے — زندگی ہوتی ہے خنداں، رقصاں

یک بیک پھر وہی کانٹے سے اُلجھ جاتے ہیں — پھر سے احساس کے پیراہن میں
پھر تصوّر پہ وہی بھُوت سے منڈلاتے ہیں — خاک اُڑتی ہے مرے گلشن میں

۱۹۴۱ء

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

پروازِ جنوں

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

تنگ راہوں پہ اڑے جاتے ہیں میرے پاؤں
اور سرگوشیاں کرتا ہے یہ سارا گاؤں
ایک کہتا ہے ـــ "یہ دیوانہ کدھر جائے گا"
دوسرا کہتا ہے ـــ "تا حدِّ نظر جائے گا"
"جی میں آئی تو اُفق سے بھی گزر جائے گا
گر کے بیچارہ کسی کھوہ میں مر جائے گا"
میں روانہ ہوں مگر ایک کھنڈر کی جانب
تشنہ لب جیسے بڑھے ساغرِ رز کی جانب

شام پڑتے ہی وہ بستی سے نکل آتی ہے
سامنے اُجڑے ہوئے قصر میں چھپ جاتی ہے
بیٹھی ہوگی کسی دیوار کے سائے میں۔ خموش!
اپنی نوخیز جوانی کے نشے میں مدہوش
کیف آنکھوں میں، تمناؤں کا سینے میں خروش
عیشِ امروز کی دُنیا میں نہ فردا ہے نہ دوش
اوڑھنی سر پہ سیہ رنگ کی ڈالے ہوگی
اپنے اُڑتے ہوئے بالوں کو سنبھالے ہوگی

JALALI BOOKS

چاپ سُنتے ہی مرے پاؤں کی۔ چونک اُٹھے گی
دلِ معصوم میں اک آگ سی ہونک اُٹھے گی
جب مجھے سامنے پائے گی تو شرمائے گی
سر جھکائے گی، لجائے گی، سمٹ جائے گی
مَیں بُلاؤں گا تو پلکوں کو وہ جھپکائے گی
اور جس وقت بہم ہم کو ہنسی آئے گی
وہ یہ پُوچھے گی۔ "بھلا آپ یہاں کیوں آئے؟"
مَیں کہوں گا۔ "یہ مرے بخت سے پُوچھا جائے"

—اور ہو جائے گی جب دہر پہ مستی طاری
میرے پہلو میں سرک آئے گی میری پیاری
مَیں سُناؤں گا اسے درد بھرے افسانے
کیوں چھلک جاتے ہیں، لبریز ہوں جو پیمانے
اپنے بن جاتے ہیں اِک آن میں کیوں بیگانے
کیسے دیوانوں نے آباد کیے ویرانے
اور جب کھولوں گا ماحول و وراثت کے راز
تیز سانسوں میں بدل جائے گی اس کی آواز

ماند پڑ جائیں گے جب چرخ پہ تاروں کے ہجوم
پھیل جائیں گے پُراسرار غباروں کے ہجوم
بولے گی۔ دھیرے سے رکھ کر مرے شانے پر سر

"دِل میں قوت ہو تو ماحول سے کیا خوف و خطر
مَیں کسی اور کی ہو جاؤں تو تف ہے مجھ پر
میرے اس عہد کے ضامن ہیں یہ دو دیدۂ تر
دہر کا خوف نہیں آپ اگر میرے ہیں
آپ اِک آج نہیں، زندگی بھر میرے ہیں"

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

یہ کھنڈر رہے! یہ فصیلیں ہیں! مرے دل، خاموش!
ہو نہ جائے وہ کہیں شرم کے مارے روپوش
لیکن افسوس، یہ کیا سانحہ اب یاد آیا
اُس نے ماحول کے عفریت سے دھوکا کھایا
عشق و اُلفت میں نہ غربت کا مداوا پایا
سُورج اُبھرا تو مرا چاند گہن میں آیا
بِک گئی وہ کسی زردار زمیندار کے ہاتھ
اور سونپا مجھے تقدیرِ فسوں کار کے ہاتھ

۱۹۴۱ء

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

منوّر ظلمتیں

دھندلی شاموں میں لٹکتے ہوئے آنچل کی قسم — زندگی تجھ پہ ہے اترائی ہوئی
رفعتِ کوہ پہ مچلے ہوئے بادل کی قسم — خلوتِ دل پہ ہے تو چھائی ہوئی

میں تجھے چھوڑ کے پردیس چلا آیا ہوں — بات گو قابلِ اظہار نہیں
تیرے اُمید کے محلوں کو گرا آیا ہوں — اپنے اِس جرم سے انکار نہیں

لیکن اخلاق کی دُنیا کے قوانینِ کہن — عشق پر رحم نہیں کھا سکتے
یہ گپھائیں، یہ صنوبر، یہ کھنڈر، یہ گلشن — قسمتوں سے نہیں ٹکرا سکتے

پیٹ بھرنے کے لیے حسن سے رشتہ توڑا — بیچ کر پھول، خریدے کانٹے
جوئے زرّیں میں محبت کا سفینہ چھوڑا — سیپیاں پائیں، ستارے بانٹے

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

ہاں مجھے یاد ہیں ساون کی وہ بھیگی راتیں بھوری بدلی میں وہ دبکا ہوا ماہ
گنگناتی ہوئی کھیتوں میں حسیں برساتیں شیشموں میں وہ لپکتی ہوئی راہ

ہاں مجھے یاد ہیں وادی کے وہ مبہوت درخت پر سمیٹے ہوئے پنچھی خاموش
وہ درختوں میں نئی گھاس کے ترشے ہوئے تخت یعنی فطرت کی وہ پیاری آغوش

ہاں، مجھے یاد ہے وہ صبح کا سہما ہوا نور مسجدوں سے وہ اذانوں کی صدا
وہ گجردم کی ہواؤں سے فضائیں معمور قصرِ مشرق کا وہ پٹ کھلتا ہوا

ہاں مجھے یاد ہیں باتوں میں وہ چھپتے ہوئے گال پتلے ہونٹوں کا وہ حسنِ لرزاں
وہ جھپکتی ہوئی آنکھیں، وہ بہکتی ہوئی چال وہ حیاؤں میں تقاضے سے نہاں

چار بھیگی ہوئی آنکھوں کا وہ پیمانِ وفا بات پر بات، خموشی، ہنسی
اُن دنوں روح میں ناپید تھی فکرِ فردا یعنی آزاد تھی دل کی بستی

آہ، لیکن یہ زمانہ تھا بس اک خوابِ حسیں نیند کی ایک دلآویز اڑان
تیری معصوم جوانی کا خیالِ شیریں بربطِ دل کی لرزتی ہوئی تان

مادّہ، روح پہ اِک سنگِ گراں بن کے گرا — پنکھڑی عشق کی مُرجھا سی گئی
نظر آنے لگا عالم میں غُبار اُڑتا ہُوا — روح چونک اُٹھی تھی، گھبرا سی گئی

اور اب دُھوپ سے تپتے ہُوئے بازاروں میں — عشق دم توڑ رہا ہے کب کا
اہلِ ثروت کی اُٹھائی ہُوئی دیواروں میں — تیرا آزاد ندیم آ دبکا

یہ بزرگوں کا بنایا ہُوا بے کیف نظام — ایک لعنت ہے جوانوں کے لیے
اُف یہ مُجرے، یہ خوشامد، یہ قصیدے، یہ سلام — سیسہ پگھلا ہُوا، کانوں کے لیے

پھر بھی جب رُوح پہ کھویا ہُوا رنگ آ جائے — دل کا سب میل اچانک دُھل جائے
سطحِ احساس سے چھٹ جاتے ہیں گہرے سائے — عشق کا جیسے دریچہ کُھل جائے

میرے پہلو میں تُو چُپ چاپ چلی آتی ہے — زُلف بردوش، سمٹتی، ہنستی
خشک ماحول پہ اِک آن میں چھا جاتی ہے — دامنِ کوہ کی ننھّی بستی

مری محبُوب، مرے عشق سے بیزار نہ ہو — ان اندھیروں میں اُجالا ہوگا
دیکھ، پیمانِ وفا کشتۂ افکار نہ ہو — بولِ اخلاص کا بالا ہوگا

۱۹۴۱ء

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

آخری سجدہ

KUTUB KHANA JALALI BOOKS

مری زندگی ترے ساتھ تھی، مری زندگی ترے ہات تھی
مرے قلب میں ترا نور تھا، مرے ہونٹ پر تری بات تھی

مری روح میں ترا عکس تھا، مری سانس میں تری باس تھی
ترے بس میں میرا شباب تھا، ترے پاس میری ہر آس تھی

ترے گیت گاتی تھی جب بھی میں، مجھے چھیڑتی تھیں سہیلیاں،
مگر ان پہ کھل نہ سکیں کبھی مری زندگی کی پہیلیاں،

میں ترے جمال میں محو تھی، میں ترے خیال میں مست تھی
مجھے کیا سمجھتیں وہ لڑکیاں، کہ میں اپنے حال میں مست تھی

تری شان میں مری شان تھی، ترا دبدبہ مرا ناز تھا
تری دلبری مری جان تھی، تری عاشقی مرا راز تھا

مگر اب شباب گزر گیا، تو ترا نیاز بھی مر گیا
مرے رُخ پہ جھرّیاں دیکھ کر تو پلٹ کے جانے کدھر گیا
میَں تری تلاش کروں، مگر مرا پستیوں میں مقام ہے
تو مثیلِ ماہِ تمام ہے، تو رہینِ رفعتِ بام ہے
اگر ایک پل کے لیے کبھی تُو بلندیوں سے اُتر سکے
مرے اُجڑے بچھڑے دیار سے اگر ایک بار گزر سکے
تو مرے خلوص کا واسطہ، مری آرزو، مری آس، آ
مری بات سُن، مری بات سُن، مرے پاس آ، مرے پاس آ

کوئی التجا نہ کروں گی میَں، کوئی دوش بھی نہ دھروں گی میَں
نہ طلب کروں گی کرم ترا، فقط ایک سجدہ کروں گی میَں

۱۹۸۱ء

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

عرفاں

مسافر

مہیب رات ہے تاریکیاں ہیں چھائی ہوئی
تجلّیات کو ہے آج نیند آئی ہوئی
فضائے تیرہ میں جب بجلیاں کڑکتی ہیں
قریب و دُور سے پرچھائیاں لپکتی ہیں
دل و دماغ کو پیہم مسل رہا ہے کوئی
مرے خیال کے صحرا میں چل رہا ہے کوئی
مَیں اِک غریب مُسافر ہوں کوئی راہ دکھائے
مجھے قریب کی آبادیوں میں پہنچا آئے

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

آواز

یہ امتحاں ہے ترا، ہر قدم سنبھل کے اٹھا
شروعِ عشق کی ان الجھنوں میں ڈوب نہ جا
ترے خیال کی منزل ابھی قریب نہیں
توہمات میں پنہاں ترا حبیب نہیں
دل و دماغ کی واماندگی ہے خوف و ہراس
نہیں جنوں کے نہنگوں کو احتیاجِ لباس
اگر یہ مرحلۂ سخت تیرے بس کا نہیں
تو تیرا ولولۂ شوق ایک خس کا نہیں

مسافر

الم نصیب مسافر سے اجتناب نہ کر
مجھے خدا کے لیے وقفِ احتساب نہ کر
لگا نہ ٹھیس تمنائے باریابی کو
پلا نہ زہر کے جرعات اس شرابی کو
اگر پہنچ نہ سکا میں حریمِ جاناں میں
بگولا بن کے بھٹک جاؤں گا بیاباں میں

مگر یہ تیرگیاں راستے میں حائل ہیں
یہاں شعور کے کتنے الگ مسائل ہیں

آواز

نہیں ہے پختہ ابھی خواہشِ وصال تری
جھجک رہی ہے نگاہِ بلند بال تری
ترے اُفق پہ ستارہ نہ کوئی چمکے گا
کوئی چراغ نہ ان ظلمتوں میں دمکے گا
اِسی تلاش میں کٹ جائے گی حیات تری
اِنھیں خطوط پہ گھومے گی کائنات تری
تجھے جہان میں جب کچھ نظر نہ آئے گا
ترا حبیب ترے دل میں مسکرائے گا

۱۹۴۱ء

KUTAB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

مردِ آزاد

KUTUB KHANA.
JALALI BOOKS
JALALI

پھر سازِ دل کو نغمہ سرا کر رہا ہُوں مَیں
پھر زندگی کی نشو و نما کر رہا ہُوں مَیں

احساس کی نگاہ میں جو عینِ ذات ہیں
ان کافروں کی مدح و ثنا کر رہا ہُوں مَیں

اب سیر ہو چکا ہُوں سکُونِ حیات سے
جو کچھ عطا ہُوا ہے، فنا کر رہا ہُوں مَیں

بے سوزِ دل، بلند نگاہی کی موت ہے
اپنی تباہیوں کی دُعا کر رہا ہُوں مَیں

اخلاق مضطرب ہے تو مذہب ہے بیقرار
احساس مطمئن ہے ۔ خطا کر رہا ہُوں مَیں

سر پُوچھتا ہے "جان کے کیوں مر رہا ہے تُو؟"
دل کہہ رہا ہے۔ "فرض ادا کر رہا ہُوں مَیں"

جاؤ کوئی بتاؤ فقیہانِ شہر کو
جو کچھ بھی کر رہا ہُوں بجا کر رہا ہُوں مَیں

۱۹۴۱ء

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

عزم

اُڑ گئی رُوح کے آئینے سے گردِ تقلید
ناخدا اب مری کشتی کا کوئی غیر نہیں
ذرّے ذرّے میں نظر آتا ہے معبد مجھ کو
میرے ایماں کو جنونِ حرم و دیر نہیں

رخشِ احساس کی ہے باگ مرے ہاتھوں میں
اب کوئی میرے خیالوں کو نہیں بھٹکاتا
نام دیتی ہے غلامی کا جسے یہ دُنیا
میرے جذبات پہ وہ بھوت نہیں منڈلاتا

کائنات ایک کھلونا ہے مری نظروں میں
جی میں جس طرح بھی آئے گی گھماؤں گا اسے
اس میں گوندھے ہوئے جوہر کو پرکھنے کے لیے
گاہ توڑوں گا اسے، گاہ بناؤں گا اسے

میری قسمت کو نچائے گا ارادہ میرا
میرے پنجے میں سمٹ آئیں گی سب تقدیریں
گل کے بن جائیں گی حریتِ عالم کا حصار
بازوئے دہر سے لپٹی ہوئی یہ زنجیریں

منجمد قلب سے لپکیں گے بھڑکتے شعلے
اور جل جائے گا اقدار کا فرسودہ نظام
خاک بوسوں کو اچھالوں گا فلک کی جانب
محو کر دے گا ستاروں کو بھی انساں کا مقام

۱۹۴۱ء

JALALI BOOKS
KUTUB KHANA JALALI

شعر کا دیوتا

تصوّر کی چُپ چاپ خلوت میں اکثر کوئی شوخ یوں گنگناتا ہے شب بھر
کہ جیسے تھرکتا ہے شفّاف جھرنا حسیں سنگریزوں کو ہمراہ لے کر

یہ ان دیکھا محبوب، جانے، مجھے کیسی پگڈنڈیوں پر لیے جا رہا ہے
مجھے ہر قدم پر اچھوتے خیالات کا اِک دفینہ دیے جا رہا ہے

ستارے مرے پاؤں میں لوٹتے ہیں، تو پھولوں کی بارش سی ہوتی ہے سر پہ
کبھی عرش کی وسعتوں پر قدم ہے، کبھی پھیل جاتے ہیں پردے نظر پہ

کبھی دل کی دھڑکن میں موہوم سایوں کی جھانجھن، چھناکے سے کرتی ہے پیدا
کبھی ان چھناکوں کی افسوں طرازی رگوں میں دھماکے سے کرتی ہے پیدا

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

کبھی زُلف و رُخ کی حکایت میں غلطاں، کبھی اُمتوں کے مقدّر پہ نالاں
سُرور و طرب میں بھی ہنستا ہُوں گریاں، وفورِ الم میں بھی ہوتا ہُوں خنداں

کبھی نرم کرنوں میں شبنم کے موتی پروتے ہُوئے مُسکراتی ہیں آنکھیں
اُفق پر کبھی دیکھ کر زرد تاروں کو بُجھتے ہُوئے، ڈبڈباتی ہیں آنکھیں

کبھی زندگی کو حقیقت سمجھ کر اُلجھتا ہُوں قانون کی رفعتوں سے
کبھی دیکھتا ہُوں حقیقت کا دامن لپٹتا ہُوا وقت کی گردشوں سے

کبھی ایک ذرّے میں لاکھوں زمینیں، کبھی ایک پل میں کروڑوں زمانے
میں کیا ہُوں، کہاں کا ارادہ ہے میرا، مجھے کون سمجھے، مجھے کون جانے

الٰہی! خیالوں کے خلوت کدے میں کوئی شعبدہ باز سا آبسا ہے
وہ پردے ہٹے۔ وہ کوئی مسکرایا ـــــ مجھے ہُو بہو تُو نظر آرہا ہے

۱۹۴۱ء

احساس کی پھریری

یہ خونِ تازہ نہیں، غازۂ جوانی ہے
جوانی آتش و آہن کی ہمعنانی ہے
تڑپ تڑپ کہ تڑپنا ہی زندگانی ہے
سکون خواب ہے اور خوابِ عیشِ فانی ہے

تری گرفت میں ہے کوکبِ قمر کی طناب
اسیر ہیں تری نبضوں میں آسماں کے عقاب

جلالِ برق ہے لرزاں تری نگاہوں میں
کئی نجوم فروزاں ہیں تیری آہوں میں
اُس انقلاب کے چرچے ہیں کجکلاہوں میں
جو خوں بن کے سُلگتا ہے تیری باہوں میں

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

تری جبیں میں کئی آفتاب ہیں ضو ریز
تری خرد میں کئی حکمتیں ہیں گرمِ ستیز

اُجاڑ ہیں تری بستی کے کوچہ و بازار
جماعتوں کے ہیں کابوس تیرے سر پہ سوار
تری بہار کا مدت ہوئے لُٹ چکا ہے نکھار
ترے نکھار پہ قرنوں سے جم چکا ہے غبار

وہ پو پھٹی، وہ ستارے بجھے، وہ صبح ہوئی
ردائے شب کو کترتی ہوئی کرن پہلی،

جہان والوں نے رکھا غلام تیرا نام
مچا ہوا حرم و دَیر میں ہے اِک کہرام
اُدھر شعور پہ طاری ہے شوکتِ اصنام
اِدھر نشانۂ تاویل ہے خدا کا کلام

وہ نوجوان جو احساس کے صحیفے ہیں
اب اُلجھے اُلجھے اساطیر کے لطیفے ہیں

کنواریوں پہ ہے اس زر کے بھوت کا سایہ
ہر ایک قلب کو ہے جس نے بھون کر کھایا
ہر اک زبان پہ ہے جس کے تخت کا پایہ
ریا ہے جس کی بہن اور گناہ ماں جایا

شراب اس کے پیالے میں جب مچلتی ہے
تو شمعِ گشتیِ گیتی سے لَو نکلتی ہے

یہ بے محل سے قوانین، اجنبی سا نظام
لبوں پہ مہرِ خموشی، زباں کو اذنِ کلام
یہ قید و بند، یہ تقسیمِ زر، یہ دانہ و دام
یہ جور و جبرِ مسلسل، یہ اختیار کا نام

گرفتِ ساحرِ یورپ میں ایشیا کی عناں!
غروبِ مہر کہاں اور طلوعِ مہر کہاں!

عروجِ آدمِ خاکی کا اعتراف تو کر
مگر تجھے بھی تو پرواز کو ملے ہیں پر

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS

قصور تیرا ہے، الزام یہ خدا پہ نہ دھر
کہ مدتوں سے نہ لی اُس نے تیرے گھر کی خبر
تری نگاہ میں کیوں اوجِ کوہسار نہیں
نشیب پر تری ہستی کا انحصار نہیں

ترے شعور کو شعلہ زنی کی حاجت ہے
تری خرد کو جنوں دشمنی کی حاجت ہے
تری نگاہ کو برق افگنی کی حاجت ہے
ترے یقین کو نڈر دامنی کی حاجت ہے
اُلجھ نہ دیوِ سیاست کی ہیرا پھیری میں
ترا علاج ہے احساس کی پھریری میں

۱۹۴۰ء

JALALI BOOKS

قصرِ فردا

مَیں آرزوئے چشمۂ حیواں نہ کروں گا
مر جاؤں گا پر حسرتِ درماں نہ کروں گا

سُوکھی ہُوئی ٹہنی ہے، مَیں جل جاؤں گا لیکن
قسمت سے طلب موسمِ باراں نہ کروں گا

یہ خُون کا آنسو نہیں، مفلس کا دیا ہے
اس شمع کو محلوں میں فروزاں نہ کروں گا

لکھوں گا غریبوں کی بغاوت کے قصیدے
اور بھُول کے بھی مدحتِ سُلطاں نہ کروں گا

یہ جنسِ گرانمایہ ہے شاعر کا دفینہ
غیرت کو کبھی سر بگریباں نہ کروں گا

۱۹۴۰ء

KUTUB KHANA.
JALALI BOOKS
JALALI

قندیلِ احساس

روکیں مجھے کیا عشق کی اُلجھی ہوئی راہیں
احساس کی قندیل سے روشن ہیں نگاہیں

جب ابر کے جنگل میں گرجتا ہے اندھیرا
سنگین دھندلکوں میں دھڑکتا ہے سویرا
جب جوش پہ آجاتی ہے ساون کی جوانی
کھیتوں کو چبا لیتا ہے دریاؤں کا پانی
بل کھا کے لپکتی ہیں بگولوں کی قطاریں
چلتی ہیں ہواؤں کی دہکتی ہوئی دھاریں

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

بے خوف بڑھے جاتا ہُوں رُوکے ہُوئے آہیں
احساس کی قندیل سے روشن ہیں نگاہیں

جب رُوح کی ظلمت میں کوئی نوحہ کناں ہو
عالم کے سمن زار پہ مرگھٹ کا سماں ہو
جب خلوتِ شب میں کوئی تارہ بھی نہ چمکے
پہنائیِ ادراک میں طوفان ہوں غم کے
جب دل کے دھڑکنے پہ بلکنے کا گماں ہو
جب اپنا وجود اپنی نگاہوں سے نہاں ہو
پاتا ہُوں میں گردن میں حمائل تری باہیں
احساس کی قندیل سے روشن ہیں نگاہیں

جب بھُوک سے پھٹ جاتا ہے مفلس کا کلیجا
کہتا ہے "خدا نے مجھے کیوں دہر میں بھیجا
بھولا سا یہ بچّہ — یہ بہشتوں کا کھلونا
کیوں اس کے مقدّر میں ہے دن رات کا رونا

یا بھوک مٹانے کا سُجھا کوئی طریقہ
یا چین سے مرنے کا بتا کوئی سلیقہ"

سُنتا ہُوں جب افلاس کی پُر درد کراہیں
احساس کی قندیل سے جلتی ہیں نگاہیں

۱۹۴۰ء

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

چرواہے

وہ بانکے ترچھے چرواہے
یوں پھرتے ہیں میدانوں میں

جیسے رنگیلی تیتریاں
منڈلاتی ہیں بستانوں میں

کہساروں میں لہراتے ہیں
در آتے ہیں ویرانوں میں

موسم کے ارادے تولتے ہیں
پروائی کی میزانوں میں

KUTUB KHANA.
JALALI BOOKS
JALALI

انگور کی لذّت پاتے ہیں
مکّی کے مہکتے دانوں میں

دن بھر کی تھکی ہاری چڑیاں
جب آتی ہیں کاشانوں میں

یہ اپنا جی بہلاتے ہیں
پریوں کے حسیں افسانوں میں

صدیوں سے اُجڈ کہلاتے ہیں
فیشن کے غلام انسانوں میں

لیکن یہ ان سے بڑھ کر ہیں
مضبُوط اپنے ایمانوں میں

رکھتے نہیں اپنی مُورتیاں
تہذیبوں کے بُت خانوں میں

تاریخ مرتب کرتے ہیں
کھیتوں میں اور کھلیانوں میں

جب تک یہ گڈریے جیتے ہیں
گیتی کے گریباں سیتے ہیں

۱۹۴۰ء

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

گاؤں کی شام

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

دھند کے پربتوں پر چھا رہے ہیں
اُجالے کے کنول کملا رہے ہیں

گپھاؤں میں گڈریے بانکے
جوانی کے ترانے گا رہے ہیں

اندھیری کھوہ میں بھیڑوں کے ریوڑ
ٹھٹھر کر ٹھنڈ سے ممیا رہے ہیں

ہواؤں کو پَروں سے تھپتھپاتے
پرندے گھونسلوں کو جا رہے ہیں

دُھواں سا گاؤں پر پھیلا ہُوا ہے
نظر سے کھیت چھُپتے جا رہے ہیں

ستارے، اِکّا دُکّا ہولے ہولے
اندھیرے سے اُبلتے آرہے ہیں

معطّر وادیوں کے نرم جھونکے
فرازِ کوہ کو مہکا رہے ہیں

کہیں کوئل دبا دم کُوکتی ہے
کہیں ٹڈے بہم چلّا رہے ہیں

وہ لہراتی ہُوئی پگڈنڈیوں پر
مُسافر سر جھکائے جا رہے ہیں

KUTUB KHANA.
JALALI BOOKS
JALALI

۱۱۵۰

مُسافر؟— ارے حقیقت میں نگا ہو
یہ تم پر نشے سے کیا چھا رہے ہیں

انھیں بیگار میں پکڑا گیا ہے
یہ سب تھانے کی جانب جا رہے ہیں

۱۹۳۰ء

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

مادرِ فطرت

دُور پربت پر ہیں طوفانی گھٹائیں خیمہ زن
ندّیاں ناگن سے بل کھاتی رواں ہیں جابجا
آ رہی ہے جیسے ہر جانب سے چڑیوں کی صدا
جھاڑیوں پر تازگی ہے، کونپلوں پر بانکپن

بدلیوں کی آڑ سے نکلی وہ اِک چنچل کرن
دُھل گئے ہیں اِک سُنہرے نُور سے ارض و سما
آنکھ مل کر جاگ اُٹھا ہے سکوں زارِ فنا
آبشاروں میں ہے سُورج کی شعاعِ شعلہ زن

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

ان مقدس جلوہ زاروں پر کرے نغمے نثار

دہر کے آلام سے جب تنگ آ جاتا ہوں میں
مادرِ فطرت کے پہلو میں سکوں پاتا ہوں میں
پھول بن جاتے ہیں سینے میں محبت کے شرار
جب میں محلوں کی تنہائی ڈراتی ہے مجھے
سرد چشموں کے کنارے نیند آتی ہے مجھے

۱۹۴۰ء

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

قانونِ قدرت

گلیوں کی شمعیں بجھ گئیں اور شہر سُونا ہو گیا
بجلی کا کھمبا تھام کر بانکا سپاہی سو گیا
تاریکیوں کی دیویاں کرنے لگیں سرگوشیاں
اِک دھیمی دھیمی تان میں گانے لگیں خاموشیاں
مشرق کے پربت سے پرے ابھریں گھٹائیں یک بیک
انگڑائیاں لینے لگیں بے خود ہوائیں یک بیک
تارے نگلتی بدلیاں چاروں طرف چھانے لگیں،
چھم چھم پھواروں کی جھڑی دھرتی پہ برسانے لگیں
کُتّے اچانک چونک کر بھونکے، دبک کر سو گئے
بے رس، پچوڑی ہڈّیوں کی لذّتوں میں کھو گئے

مائیں لپکتی ہیں کہیں، بچے بلکتے ہیں کہیں،
اور کھاٹ لینے کے لیے بوڑھے اُچکتے ہیں کہیں
اِک سرسراہٹ سی اُٹھی، لہرائی، ختم کر رہ گئی
ہر چیز نے آنکھیں ملیں۔ ہر چیز جم کر رہ گئی
پھر گنگناتی ظلمتوں کا سحر ہر سُو چھا گیا
بادل کہیں گم ہو گئے، تاروں پہ جوبن آ گیا

قدرت کے سب چھوٹے بڑے قانون ہیں یکساں مگر
پردے پڑے ہیں جا بجا، چھنتی نہیں جن سے نظر
انسان کا معصوم دل تاریک۔ سونا شہر ہے
جس کے تلے احساس کی چنگاریوں کی لہر ہے
جب دیکھتا ہے وہ کہیں بدمست پنگھٹ والیاں
گالوں کو جن کے چومتی ہیں پتلی پتلی بالیاں
زُلفیں گھٹاؤں کی طرح۔ آنکھیں ستاروں کی طرح
چلنا ہواؤں کی طرح، رنگت شراروں کی طرح
لہنگے کی لہروں کے تلے مکھن سے پاؤں رقص میں
پگڈنڈیوں کے اس طرف گاگر کی چھاؤں رقص میں

KUTUBKHANA. JALALI BOOKS JALALI

سینے چھلکتے میکدے اور ہونٹ پیمانوں کے لب
ٹخنوں پہ بجتی جھانجھنیں، ہنسنا ہنسانا بے سبب
یہ دیکھ کر انگڑائیاں لیتا ہے دل انسان کا
ناگاہ ہر دھڑکن پہ ہوتا ہے گماں طوفان کا
گلیوں میں چھپ جاتی ہیں جب یہ چلتی پھرتی بجلیاں
ہوتا ہے طاری روح پر سنسان راتوں کا سماں

۱۹۴۰ء

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

ذرا سی بات

وہ کونپلوں کے بوجھ سے شاخیں لچک گئیں
پھولوں کی نکہتوں سے فضائیں بہک گئیں
وہ جھاڑیوں میں بجنے لگے بُوندیوں کے ساز
وہ خاک پر برسنے لگے بادلوں کے راز
باریک ندیوں کے وہ میداں میں حاشیے
ٹھنڈی زمیں پہ جیسے مچلتے ہوں اژدہے
یُوں محوِ وجد و رقص ہیں نیموں کی ڈالیاں
انگڑائی جیسے نیند میں لیں گاؤں والیاں

یہ سامنے اندھیری چٹانوں کے آس پاس
کِس آسرے پہ بھیڑیں کھڑی ہیں اُداس اُداس
کِس کے لباس سے یہ ہوائیں ہیں گرمِ ناز
چہرے پہ کِس کے کھیلتے ہیں گیسوئے دراز

یہ کِس کی چشمِ مست جھپکتی ہے بار بار
چادر یہ کِس کے سَر سے ڈھلکتی ہے بار بار
بھیگے ہُوئے لباس سے چھنتا ہُوا جمال
ڈوبا ہُوا شباب کی مستی میں بال بال

لڑکی! تُو کِس غریب کی آنکھوں کا نُور ہے؟
بتلا، یہاں سے گاؤں ترا کتنی دُور ہے؟
بھٹکی ہُوئی ہے تُو تو مرے ساتھ ساتھ چل
چکنی ہے راہ۔ دیکھ، ذرا رُک۔ ذرا سنبھل
بھیڑوں کو رام کرنے کے آتے ہیں مجھ کو ڈھب
یہ میرے پیچھے پیچھے چلی آ رہی ہیں سب

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

۱۱۵۸

کیچڑ ہے اُس طرف تو۔ اِدھر سے پلٹ کے آ
لے میرا ہاتھ تھام کے جھرنا پھلانگ جا"

اِتنی سی بات، اور یہ ہنگامۂ خیال
اے دل سنبھل سنبھل، مرا جینا نہ کر وبال

۱۹۴۰ء

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

سپاہی مورچے میں

نہ جانے یہ کیا انقلاب آ گیا
یہ رعشہ سا کیوں دہر پر چھا گیا
بدن اس قدر کپکپاتا ہے کیوں
رگوں میں لہو سرسراتا ہے کیوں
برستی ہیں آنکھیں، ترستے ہیں لب
یہ کیفیت ہے مگر بے سبب
یہ کیوں ملتہب رُوح کجلا گئی
یہ کِس کی مجھے آج یاد آ گئی
خیالوں کی خوابیدگی کیا ہوئی
سپاہی کی سنجیدگی کیا ہوئی

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

گرجتا ہے بجتا ہے میدانِ جنگ
نرالے ہیں ہٹنے جھپٹنے کے ڈھنگ
دھوئیں ہیں مسلسل دھماکوں کی گونج
گرج کا تواتر، کڑاکوں کی گونج
اُڑیں گولیاں سنسناتی ہوئی
بڑھیں سیٹیاں سی بجاتی ہوئی
فضاؤں سے گرتے ہیں بم پے بہ پے
بگولے اُٹھے، مورچے اُڑ گئے
سُنا ہے کہ یہ چاندنی رات ہے
مگر چاند پر موت کا ہات ہے

تصوّر کا فردوس بے رنگ ہے
مگر دل کی دھڑکن ہم آہنگ ہے
یہ دھڑکن ہے یا نرم قدموں کی چاپ
اچھوتا شبستاں! انوکھا ملاپ
پریشاں پریشاں سا انداز ہے
ہراساں ہراساں سی آواز ہے

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

مرے اوّلیں عشق کی یادگار!
مری زیست کی سب سے پہلی بہار!
تری آمد اِک دلربا راز ہے
ترا لُطف ہے، میرا اعجاز ہے

اِدھر مورچے ہیں دبک جا، کہ تُو
نہیں جانتی تُند گولوں کی خُو
خدا کے لیے سر اُٹھا کر نہ دیکھ
مری سمت گردن بڑھا کر نہ دیکھ
دہانے وہ توپوں کے پھر کھُل گئے
وہ نظارے پھر خاک سے دُھل گئے
سمٹ آ مری رُوح میں میری جاں
مری رُوح ہے عالمِ بے کراں
یہاں گولیاں ہیں سبک بوندیاں
یہ ہے عشق کا معبدِ جاوداں

۱۹۴۰ء

JALALI BOOKS

برسات کی ایک رات

اُمڈے ہیں وہ پربتوں سے طوفاں
ہیں چرخ پہ بدلیاں خراماں
موہوم اُفق پگھل چکا ہے
اوجھل ہے نظر سے ماہِ تاباں
گھنگھور گھٹا گرج رہی ہے
ٹکرائے ہوں جیسے دو کہستاں
رعشے میں ہے کائنات ساری
ہیں دونوں جہاں نزار و حیراں

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

مَیلا سا چراغ جل رہا ہے
کُٹیا میں کھڑا ہُوں مَیں ہراساں
انگڑائیاں لے رہی ہیں یادیں
احساس ہے دل میں شعلہ افشاں

یاد آتے ہیں بار بار وہ دن
جب عشق تھا زندگی کا ساماں
غم ایک حقیر واہمہ تھا
سرمایۂ زیست تھا ہر ارماں

سرما کی اُداس چاندنی میں
ہوتی تھی صبُوحی میری مہماں
آنکھوں میں مسرّتوں کے آنسو
عارض میں جوانیاں فروزاں

مسکا ہُوا کُہنیوں سے چولا
بکھری ہُوئی زُلفِ ظُلمت افشاں
وہ بھیگی ہُوئی حنائی پوریں
سمٹی ہُوئی رُوحِ برق و باراں

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

ہر بات میں گیت کا ترنّم
ہر سانس میں موجِ آبِ حیواں

وہ فرطِ طرب سے میرا کہنا
"اے میری صبُوحی، اے مری جاں
تجھ سے مری زندگی عبارت
تجھ سے مری رات صُبحِ خنداں
بس تیرے وجُودِ دل نشیں سے
لبریزِ حیات یہ شبستاں
بس تیری نگاہِ پُر اثر سے
مَیں خفتہ نصیب، گُل بداماں
اے کاش شباب جاوداں ہو
بے جان ہو نبضِ چرخِ گرداں"

معصُوم صبُوحی کا لجا کر
لہرانا وہ چاک چاک داماں

چپ چاپ سمٹ کے ایک جانب
خاموش حکایتیں سُناتا
کچھ میری فسردگی سے بیکل
کچھ اپنے سکوت پر پشیماں
عارض پہ وہ کپکپی حیا کی
جس طرح گلوں پہ اوس لرزاں
گرتی ہُوئی اوڑھنی کے نیچے
اُٹھتی ہُوئی آرزو کی میزاں
کچھ کہنا اگر تو اتنا کہنا
"اُس شب پہ دونوں جہاں قرباں"

طوفان سے دل میں اُٹھ رہے ہیں
اک عمر سے گن رہا ہُوں گھڑیاں
احساس پہ ہے جمُود طاری
اُمید ہے رہنِ طاقِ نسیاں
کچھ سوچ رہے ہیں مُدتوں سے
موہوم شباب کے شبستاں

دل پر ہے خرد کا رنگ غالب
سینے میں نزاعِ کفر و ایماں
اب سُود و زیاں کی اُلجھنوں میں
کٹ جاتا ہے دورِ برق و باراں
شاعر تو کبھی کا مر چکا ہے
اب تو ہے ندیم صرف انساں

۱۹۴۰ء

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

دل کا مرثیہ

وہ دل، وہ بحرِ غم کا شناور کدھر گیا
وہ کاروانِ شوق کا رہبر کدھر گیا

وا کر کے مجھ پہ رازِ حیاتِ گشتہ پا
میرا رسُول، میرا پیمبر کدھر گیا

تاریکیاں ہیں وسعتِ عالم پہ خیمہ زن
وہ ماہ و آفتاب کا ہمسر کدھر گیا

افسردہ ہے خیال، تو جذبات مُردہ ہیں
احساس کی جبیں کا وہ جھومر کدھر گیا

بخشا تھا جس نے سوزِ براہیم رُوح کو
بُت خانۂ جنوں کا وہ آزر کدھر گیا

مَیں جس کی وسعتوں میں بھٹکتا پھرا کبھی
وہ دشت کیا ہُوا، وہ سمندر کدھر گیا

اوہام کی سپاہ نے سجدے کیے جسے
وہ صف شکن یقین کا خنجر کدھر گیا

کس آس پر اُٹھائے پھروں جامِ زندگی
اُس جام سے وہ بادۂ احمر کدھر گیا

سُونا پڑا ہُوا ہے جہانِ طلب ندیمؔ
وہ خضر کیا ہُوا، وہ سکندر کدھر گیا

١٩٤٠ء

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

ازلی مسرّتوں کی ازلی منزل

مٹیالے مٹیالے بادل گھوم رہے ہیں میدانوں کے پھیلاؤ پر
دریا کی دیوانی لہریں ہمک ہمک کر ٹکر دیتی ہیں اِک ناؤ پر

سامنے اُودے اُودے پربت کی موہوم بلندی پر ہے ایک شوالا
جس کے کلس کی تابانی سے پھیل رہا ہے ہر سُو ایک عجیب اُجالا

ٹِم ٹِم کرتی اِک مشعل سے محرابوں کے گہرے سائے رقصیدہ ہیں
ہر سُو پریاں ناچ رہی ہیں، جن کے عارض رخشاں، نظریں دزدیدہ ہیں

عنبر اور لوبان کی لہریں دوشیزہ کی زلفوں کے سے بل کھاتی ہیں
چاندی کے ناقوس کی تانیں، دھندلے دھندلے نظاروں میں گھل جاتی ہیں

ہاتھ بڑھائے، سر نیہوڑائے، سایوں کا اِک جھرمٹ پیہم جھوم رہا ہے
پوجا میں بے خود سا ہو کر مندر کے گوشے گوشے کو چوم رہا ہے

ایک بہت پتلی پگڈنڈی ساحلِ دریا سے مندر تک کانپ رہی ہے
ناؤ چلانے والی لڑکی چپّو کو ماتھے سے لگائے، ہانپ رہی ہے

دیوانی کو کون بتائے، اس مندر کی دھن میں سب تھک ہار گئے ہیں
سائے بن کر گھوم رہے ہیں، جو بے باک چلانے والے پار گئے ہیں

وہ جب ناؤ سے اُترے گی مٹیالے مٹیالے بادل گھر آئیں گے
میدانوں پر، کہساروں پر، دریا پر، ناؤ پر، سب پر چھا جائیں گے

اوّل تو پگڈنڈی کھو کر گر جائے گی کالے غاروں میں بے چاری
بچ نکلی تو ہو جائے گی اس کے نازک دل پر اِک ہیبت سی طاری

ہوش میں آئی تو رگ رگ پر ایک نشہ سا بیہوشی کا چھایا ہوگا
جسم کے بدلے اس مندر میں ایک لجیلا اِک لچکیلا سایا ہوگا

۱۹۴۰ء

گناہِ بے گناہی

ہوس سے عشق کو دست و گریباں کر دیا مَیں نے
زمانے کے خرد مندوں کو حیراں کر دیا مَیں نے

قدمبوسی ہی جن بدبخت ذرّوں کا مقدّر تھی
جِلا دے کر انھیں مہرِ درخشاں کر دیا مَیں نے

غریبوں کے گریباں کو قباؤں میں بدل ڈالا
امیروں کی قباؤں کو گریباں کر دیا مَیں نے

جلا کر شمعِ احساس و تفکر خانۂ دل میں
اندھیرے رہگزاروں پر چراغاں کر دیا مَیں نے

JALALI BOOKS
KUTUB KHANA.
JALALI

جسے تہذیبِ حاضر نے نکالا اپنی محفل سے
پھر اس جوشِ جنوں کو دینِ ایماں کر دیا میں نے

غرض احساس کی قندیل کو سینے میں بھڑکا کر
پھر اس بھٹکے ہوئے انساں کو انساں کر دیا میں نے

مگر بایں ہمہ اسلاف کی تاریخ کہتی ہے
کہ اپنی خانماں سوزی کا ساماں کر دیا میں نے

۱۹۴۰ء

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

اُمّید کی کرن

ہو گئی عیش گاہ جب سنسان،
نظر آنے لگا جہاں حیران
سیج پر گُل پڑے تھے مسلے ہُوئے
جیسے گالوں پہ خون کے قطرے
فرش پر ڈھیر تھا پتنگوں کا
دھبّا اِک بلکجے سے رنگوں کا
زرد یوں پڑ رہی تھی شمع کی لَو
حُسن پر جیسے موت کا پرتو
اُونچے محراب، سرد اور خموش
جیسے اِک زاہدِ کفن بردوش
شمع جب ہولے ہولے بجھنے لگی
میرے احساس نے پھریری لی

KITUBKHANA. JALALI BOOKS JALALI

کل اسی عیش گاہ کے اندر
نظر آئے گا پھر وہی منظر
رقص ہوں گے سرود کی دھن پر
عشق سونگھے گا پھول چُن چُن کر
لوگ بے فکر گیت گائیں گے
موت پر پھبتیاں اُڑائیں گے
باہیں باہوں میں پھنس کے جھومیں گی
نظریں نظروں کے زیر چُومیں گی
بکھرے گی بازوؤں پہ زلفِ دراز
جھوٹے پندار کے کھلیں گے راز
ریشمی پردے سرسرائیں گے
لوگ تھک تھک کے اُٹھتے جائیں گے

اختلافات ہیں جہاں کی اساس
اس کو یکرنگیاں نہیں ہیں راس
رات جس دم جماہی لیتی ہے
دن کی آہٹ سُنائی دیتی ہے

ٹوٹتا ہے جونہی کوئی ڈنٹھل
پھوٹ پڑتی ہے اِک نئی کونپل
مَیں نے تن من کسی پہ وار دیا
دل سے بارِ خودی اُتار دیا
کھو کے سب کچھ اسے بھی کھو بیٹھا
یعنی وہ دُوسروں کا ہو بیٹھا
لیکن احساس مجھ سے کہتا ہے
وقت رستہ بدلتا رہتا ہے

۱۹۴۰ء

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

احساسِ غلامی

مٹّی میں مِل گئی مری فرخندہ اختری
وہ خاک پر پڑا ہے مرا تاجِ سروری

احساس مُردہ، عشق فسردہ، زبان گنگ
کیا ڈھونڈتی ہے مجھ میں نگاہِ ہنروری

اب مائلِ زوال ہے ہر فنِ دلپذیر
الفاظ کی تراش، کمالِ سخن وری

کرتی ہے نذرِ خاک، جواہر کو خشت و سنگ
مٹّی کو زر بناتی تھی جو کیمیاگری

دریوزہ گر جہاں کا، ثنا خوانِ فرنگ کا
یہ میری شاعری ہے، وہ میری قلندری

۱۹۳۹ء

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

ساون

وہ پربت پر ہے اِک بدلی کا سایا
اندھیرا جنگلوں میں سنسنایا
پپیہا پیہو پیہو گنگنایا
ہوا نے جھاڑیوں میں گیت گایا
وہ بگلوں نے بھی اپنے پَر سنوارے
وہ مٹّی کے کھلونے پیارے پیارے

وہ وادی میں ابابیلوں کی ڈاریں
وہ بل کھاتی ہوئی پانی کی دھاریں
وہ بھولے بھولے بچوں کی قطاریں
وہ جھرنوں پر ملاروں کی پکاریں

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

وہ اِک ننھّی پھسل کر رو رہی ہے
چُنریا بے دِلی سے دھو رہی ہے

دھنک نے یک بیک چِلّہ چڑھایا
پلٹ دی آن میں عالم کی کایا
پھٹی بدلی میں سُورج مُسکرایا
چُھوا چاندی کو اور سونا بنایا
بلندی پر وہ جنگل لہلہائے
پہاڑوں کے پڑے جھیلوں میں سائے

وہ اِک چرواہی نے مُرلی بجائی
وہ نظّاروں کو انگڑائی سی آئی
یہ خُنکی اور یہ آتش نوائی!
نیا چولا بدلتی ہے خُدائی
فضا ٹھٹھری ہُوئی تھی۔ کِھل رہی ہے
گلے جھاڑی سے جھاڑی مل رہی ہے

یہ سبزہ اور یہ نالوں کی روانی
بپھر کر جھاگ بن جاتا ہے پانی
یہ بھیگے بھیگے پودوں کی جوانی
مجھے ڈستی ہیں یہ گھڑیاں سُہانی

مَیں اپنے گھر کی کھڑکی میں کھڑا ہُوں
گِھرا ہُوں اور غراپے میں پڑا ہُوں

۱۹۳۹ء

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

آغاز

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

پردہ اُٹھا کے دہر میں فتنہ اُٹھا گیا
ہر شے میں اضطراب سا بن کر سما گیا

آیا، تو اِک خمار سا آنکھوں پہ چھا گیا
محفل سے اُٹھ گیا تو مجھے ہوش آ گیا

وہ شب کو میرے خانۂ برباد کے قریب
دِھیمے سُروں میں گیت کوئی گنگنا گیا

ترچھی نظر سے رُوح میں نشتر چبھو دیے
نازک لبوں سے قلب میں جادُو جگا گیا

اک سانس سے جنوں کے الاؤ بھڑک اُٹھے
اِک پھونک سے چراغِ خرد کے بجھا گیا

انوارِ حُسن سے مرے دن جگمگا دیے
خوشبوئے زُلف سے مری راتیں بسا گیا

مایوسیوں کی راکھ سے، مجھ نا اُمید کو
اُمید کے کھلونے بنانا سِکھا گیا

اِٹھلا کے میری راہ میں تارے سجا دیے
لہرا کے میرا بگڑا مقدّر بنا گیا

المختصر ندیم سے کافر کو، آن میں
اپنی حسین جادُوگری سے لُبھا گیا

چلتی ہیں جب ہوائیں تو ہوتا ہے یہ گماں
وہ میرے دل سے میرے گھروندے میں آ گیا

۱۹۳۹ء

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

سپاہی کی واپسی

وہ نیلے نیلے آسماں پہ ننھی ننھی بدلیوں کے قافلے
وہ اُونچی اُونچی چوٹیوں پہ جنگلوں کے سلسلے، ہرے بھرے
وہ سبز سبز کھیتیاں، وہ اُونچے نیچے راستوں کی کروٹیں
وہ سوئی سوئی جھیل پر شعاعِ مہر کی عجیب لرزشیں
اُنھی پہ اِک مہین سا دھندلکا خیمہ زن ہے، جانے کس لیے
صبیح کائنات کی جبیں پہ یہ شکن ہے، جانے کس لیے

مَیں واپس آ رہا ہُوں آج پانچ سال رہ کے ہانگ کانگ میں
یہ جی میں ہے کہ طے کروں مَیں پانچ پانچ میل اِک چھلانگ میں
الٰہی! بھر دے بجلیاں سی میرے ان تھکے سے پاؤں میں
صبوحی میری منتظر ہے، بیس میل دُور — ایک گاؤں میں

۱۹۳۹ء

رخصت

اُف یہ بھیگی ہوئی پلکیں یہ لرزتے ہوئے ہونٹ
آئینۂ رنگِ جبیں پر یہ پسینے کے شرار
سانس میں لپٹی ہوئی روح کی دلدوز پکار
مست آنکھوں سے چھلکتے ہوئے غمناک خمار
زرد باہوں میں یہ کل رات کے مسلے ہوئے ہار
چیخ سی شدّتِ غم سے ہوئی انجمن سے بلند
چھا گیا آنکھ جھپکتے ہی فضاؤں پہ غبار
گونج بہنیوں کی بھی اب دور کہیں ڈوب گئی

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

قلب میں ان کا تصور ہے لہو بن کے رواں
ڈبڈبائی ہوئی آنکھیں ہیں خلا میں غلطاں
تھرتھراتے ہوئے ہاتھوں میں ہے وحشت سی نہاں
پھڑپھڑاتے ہوئے آنچل میں ہیں پنہاں طوفاں
اُف یہ لپٹا ہوا اُلجھے ہوئے بالوں میں وجود
نیلے آکاش پہ ہے عکس یہ کس کا رقصاں
اُف یہ بھیگی ہوئی پلکیں یہ لرزتے ہوئے ہونٹ

۱۹۳۹ء

JALALI BOOKS

بارگاہِ نیاز

جھکتے ہیں سرکشوں کے شب و روز سر یہاں
رہتا ہے نُورِ حُسنِ ازل جلوہ گر یہاں

ہے امتیازِ مرگ و حیات ایک دل لگی
پاتا نہیں ہُوں اپنے نفس کی خبر یہاں

ہوتی ہیں دو جہاں پہ نگاہیں مری محیط
مِلتی ہے جب کسی کی نظر سے نظر یہاں

جن کے قدم جرس کی صدا پر نہ اُٹھ سکے
کرتے ہیں پل میں کون و مکاں کا سفر یہاں

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

مذہب بھی اپنے حال پہ رہتا ہے اشکبار
منطق بھی ڈال دیتی ہے اپنی سپر یہاں

جس کی تلاش کرتے رہے لوگ عرش پر
دل سے نکل کے ہنستا ہے وہ سیم بر یہاں

ایک ایک پل ہے زندگیٔ جاوداں ندیم
پاتا ہوں عمرِ خضر کو بھی مختصر یہاں

۱۹۳۹ء

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

گاؤں کی صبح

مشرق کے چھلکتے ساغر میں سورج کی شعاعیں تیرتی ہیں
مغرب میں افق کے سینے پر بدمست گھٹائیں تیرتی ہیں
پیڑوں کے لشکر کھیتوں کی وسعت میں چمکے جاتے ہیں
مسجد کے مقدّس مینارے کرنوں سے دمکتے جاتے ہیں
گلیوں سے صدائیں آتی ہیں ننھّے بچّوں کے رونے کی
اور گونج رہی ہیں ہر جانب آوازیں دودھ بلونے کی
لاٹھی کو جما کر کاندھے پر گھر سے نکلا ہے چرواہا
گلّے کے گزرتے ہی جانے کیا سوچ رہا ہے چرواہا
پنہاریاں پنگھٹ کی جانب تیزی سے تھرکتی جاتی ہیں
اور ہولے ہولے اوڑھنیاں سینوں سے سرکتی جاتی ہیں

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS

اِک تنگ گلی میں کھُلتے ہیں دروازے چند دکانوں کے
قسمت کے نوشتے رکھے ہیں ان میں مفلس دہقانوں کے
چوپال پہ رونق ہے، شاید تھانے کے سپاہی آئے ہیں
معصوم غریب کسانوں کے وارنٹ بنا کر لائے ہیں
وہ اک بوسیدہ کُٹیا سے فریادوں کا طوفان اُٹھا
تھانے کی طرف جانے کے لیے اِک خستہ دل دہقان اُٹھا
نالوں کی اِک گھنگھور گھٹا ہر سمت فضا پر چھائی ہے
آنکھوں سے شرارے برساتی، وہ صُبح کی دیوی آئی ہے

۱۹۳۸ء

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

میرا گاؤں

رہوں گا اپنے وطن کے بہشت زاروں میں
جوان وادیوں، بلوان کوہساروں میں!
یہ کچے مٹی کے گھر، یہ غریب رشتہ دار
یہ آڑھی ترچھی سی بوسیدہ چھپروں کی قطار
یہ ننگ دھڑنگ بچّوں کے جمگھٹ یہ تنگ گلیوں میں
یہ پھول بننے کے انداز تازہ کلیوں میں
یہ منہ اندھیرے ہی بیلوں کی گھنٹیوں کی صدا
یہ صبح صبح گھروں سے دھواں سا اٹھتا ہوا
یہ چھت پہ بیٹھی ہوئی بھولی بھالی دوشیزہ
گلی سے بانکا سا اک نوجوان گزرتا ہوا

یہ اُونچے اُونچے درختوں کی چھدری چھدری چھاؤں
اُفق پہ بکھرے ہُوئے بے شمار ننھے گاؤں
یہ سرد راتوں میں چوپال پر سلونے گیت
یہ حادثات کا اظہار، صبر و شکر کی ریت
یہ پتھروں پہ تھِرکتا ہُوا حسیں نالا
کنارے بیٹھا ہُوا کھیتیوں کا رکھوالا
مقابلے یہ کبڈّی کے نوجوانوں میں
شکست و فتح کا اظہار چند گانوں میں
یہ سیدھے سادے عقیدے، یہ بھولے بھالے خیال
یہ بے مثال جوانی، یہ بے نظیر جمال
ندیم شہر سے اُکتا چکی تھی طبعِ حزیں
یہیں کہیں ہے مرے شوق کی بہشتِ بریں

۱۹۳۸ء

ان دیکھا محبوب

KUTUB KHANA
HALALI BOOKS

گھنی شاخوں میں چھپ کر جب کوئی چڑیا چہکتی ہے
تو میرے دل میں کیوں حسرت کی چنگاری بھڑکتی ہے
سحر کے وقت جب پنہاریاں پنگھٹ پہ آتی ہیں
گلابی گاگروں کے تال پر تالی بجاتی ہیں
تو میں اجڑے ہوئے محلوں میں کس کی دھن میں جاتا ہوں
شکستہ بام و در کو کس کی خاطر چوم آتا ہوں
معاً جب ٹوٹتی راتوں میں کوئل کوک اٹھتی ہے
تو میرے دل میں کیوں موہوم سی اک ہوک اٹھتی ہے
خنک راتوں میں جب تارے فلک پر ٹمٹماتے ہیں
مجھے کس پیکرِ زہرہ جبیں کے خواب آتے ہیں

یہ آنکھیں کون جھپکاتا ہے رہ رہ کر ستاروں میں
یہ کس کا عکس پڑتا ہے شفق کے لالہ زاروں میں
صدف کی خلوتوں میں وہ گہر بن کر چمکتا ہے
گلستاں میں گلاب و نسترن بن کر مہکتا ہے
کبھی فانوسِ کافوری میں چھُپ کر جگمگاتا ہے
کبھی ویران کھیتوں پر گھٹائیں بن کے چھاتا ہے
کبھی پُرخوف جنگلوں میں، کبھی پُرامن شہروں میں
کبھی اُڑتے ہوئے آنچل کی بے ترتیب لہروں میں
کبھی محتاج دوشیزاؤں کی بوسیدہ جھولی میں
کبھی بچوں کی ٹوٹی، توتلی، معصوم بولی میں
کبھی مغموم آنکھوں میں، کبھی روشن چراغوں میں
کبھی جامِ سفالیں میں، کبھی لبریز ایاغوں میں
نشہ بن کر مرے خوابوں پہ کوئی چھائے جاتا ہے
جدھر دیکھوں اُدھر مبہم اشاروں سے بلاتا ہے

۱۹۳۸ء

KITAB KHANA JALALI BOOKS JALALI

ایک گیت کی تصویر

محبوب! مجھے اِک گیت سُنا
ہلکا پھلکا، میٹھا میٹھا
پہلے اُبھرے اٹھلاتا ہُوا
اِک دائرے میں چکراتا ہُوا
پھر ہولے ہولے اُڑنے لگے
کرنوں کے سہارے مُڑنے لگے
تاروں سے کتراکر نِکلے
افلاک سے لہراکر نِکلے
لہراتا رہے، لہراتا رہے
خوابوں کے نشے برساتا رہے

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

پلٹے، مہتاب سے ٹکرائے
تیورا کر زمیں پر لوٹ آئے
یکلخت مچل کر چڑھ جائے
سدرہ سے بھی آگے بڑھ جائے
اِک لہر سی بن کر بہ جائے
اِک گونج سی باقی رہ جائے

۱۹۳۸ء

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

مردِ خودشناس

مٹا مٹا کے بنایا جسے زمانے نے
کتابِ عشق کا وہ حرفِ دلپذیر ہوں میں

نہیں کسی کی بھی محتاج میری طبعِ غیور
نشانہ جس کے تجسّس میں ہو وہ تیر ہوں میں

مرے خیال کی جولانیاں ہیں لامحدود
اگرچہ کشمکشِ دہر میں اسیر ہوں میں

کلی چٹک کے سناتی ہے مجھ کو سازِ حیات
گدازِ روح کی خود آپ ہی نظیر ہوں میں

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

۱۹۶۶

بُرے بھلے کی مجھے خود خبر ہے میرے بزرگ
کہ اپنے کاتبِ اعمال کا مشیر ہوں میں

تباہیوں سے خود آگاہیاں نچوڑی ہیں
کلائیاں غمِ ایام کی مروڑی ہیں

۱۹۳۸ء

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

سَتی

یہ بھڑکتا ہُوا دوزخ، یہ لپکتے ہُوئے شعلے، یہ دھڑکتے ہُوئے سینے
یہ لرزتی ہُوئی روحیں، یہ تڑپتی ہُوئی نبضیں ـــــ یہ محبت کے دفینے

یہ چمکتی ہُوئی آنکھوں میں چھلکتے ہُوئے آنسو، یہ دمکتے ہُوئے آنسو
یہ ڈھلکتے ہُوئے آنسو ہیں کہ نیلم کی کٹوری میں ہیں مرمر کے نگینے

یہ لہکتے ہُوئے آنچل، یہ کھسکتے ہُوئے دامن، یہ سرکتے ہُوئے فرغل
کہ سمندر کے کنارے پہ ہواؤں سے مچلتے ہیں زمرّد کے سفینے

یہ پریشاں سی نگاہیں، یہ پشیماں سی نگاہیں، یہ ہراساں سی نگاہیں
یہ شکایت سی لبوں پر، یہ تعجب سا نظر میں، یہ جبینوں پہ پسینے

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

وہ پھڑکتے ہوئے ذہنوں میں دھماکا سا ہوا۔ ایک چمک سی ہوئی پیدا
وہ دہکتے ہوئے فردوس میں اِک جست لگائی ہے خموشی سے کسی نے

وہ فرشتوں کی قطاریں سی شعاعوں کے سہارے سے زمیں پر اُتر آئیں
وہ تھرکتے ہیں ستاروں سے بھرے نور بھرے بحر میں رُوحوں کے سفینے

۱۹۳۷ء

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

عزمِ نو

عالم کو سوزِ عشق دکھانے لگا ہُوں مَیں
اِک بھُولی بِسری بات بتانے لگا ہُوں مَیں

اب مجھ کو راہبر کی ضرورت نہیں رہی
اب اپنے آپ کو نظر آنے لگا ہُوں مَیں

کیوں میرے قہقہوں کی حقیقت چھُپی رہے
دُنیا کو دل کے داغ دکھانے لگا ہُوں مَیں

اپنے لہُو سے چند شرارے نچوڑ کر
بُجھتے ہُوئے چراغ جلانے لگا ہُوں مَیں

بوسیدہ ترکشوں میں سجا کر جدید تیر
چڑیوں کو کرگسوں سے لڑانے لگا ہُوں مَیں

پَر کٹ چکے تو کیا کہ طلب کے خلوص سے
انساں کو آسماں پہ بٹھانے لگا ہُوں مَیں

۱۹۳۷ء

سحر نغمہ

مغربی اُفق کے پار، پیلے پیلے تاروں میں، چاند مُسکراتا ہے
جھیل کے کنارے پر، اِک چراغ کُٹیا کے پاس ٹمٹماتا ہے

سوئی سوئی لہروں پر چاندنی کی بارش سے، نُقرئی سی طاری ہے
یا کسی حسینہ کا — قہقہوں کی کرنوں میں — ہار جگمگاتا ہے

ٹُوٹی پھُوٹی کٹیا میں، اک اداس سا دوہا۔ گا رہا ہے جانے کون
عشق آسمانوں پر، پردۂ ازل تھامے، حُسن کو بُلاتا ہے

ٹھنڈے ٹھنڈے جھونکے ہیں، بھینی بھینی خوشبو ہے، نرم نرم لہریں ہیں
جانے کیسی یاد آئی، کچھ تو یاد پڑتا ہے، کچھ تو یاد آتا ہے

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

وہ کسی کی آنکھوں کا اذنِ دید دیتے ہی، یک بیک جھپک جانا
جیسے چاند بدلی کی آڑ سے نکلتا ہے، اور ڈوب جاتا ہے

ہانپتے نظاروں میں میرا جانا پہچانا ایک ہاتھ لہرایا
کانپتے ستاروں میں ایک مرمریں پیکر اوڑھنی اُڑاتا ہے

اونگھتی جراگاہیں دردناک تانوں سے کروٹیں بدلتی ہیں
اُجلی صبح کا دامن مشرقی پہاڑوں کے پاس پھڑپھڑاتا ہے

عنقریب مغرب کے کالے کالے غاروں میں چاند ڈوب جائے گا
تیرا گیت، اے جوگی۔ مجھ کو یاد آتا ہے۔ مجھ کو یاد آئے گا

۱۹۳۷ء

ایک تصوّر

اِک دل نشیں تصوّر آنکھوں پہ چھا رہا ہے
اِک رنگ آ رہا ہے، اِک رنگ جا رہا ہے

دُھندلے اُفق کے اُوپر وہ صُبح کا ستارا
اب جِھلملا رہا ہے، اب ٹمٹما رہا ہے

کھیتوں کی وسعتوں پر سویا ہُوا دُھندلکا
اب دم بخود پڑا ہے، اب سرسرا رہا ہے

وادی کے اِک اندھیرے گوشے میں کوئی پنچھی
خوابیدہ ظلمتوں کا شانہ ہلا رہا ہے

جھرنے تھرک رہے ہیں، طاؤس ناچ رہے ہیں
موسیقیوں کا ساحر کچھ گنگنا رہا ہے

پگڈنڈی کے کنارے جھاڑی میں ایک جھینگر
دریائے خامشی میں چھینٹے اُڑا رہا ہے

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

ابھرا وہ ہولے ہولے اِک مرمریں ہیولے
اب دُور جا رہا ہے، اب پاس آ رہا ہے
رنگین عارضوں پر کلیاں چٹک رہی ہیں
زُلفوں کی ظلمتوں سے بادل بنا رہا ہے
رُخ سے اُلٹ کے پردہ، جھپکا رہا ہے آنکھیں
شمعیں جلا رہا ہے، شمعیں بجھا رہا ہے
یُوں رقص کر رہا ہے، بدمست ناگ جیسے
لہراتا، سرسراتا، بل کھاتا جا رہا ہے
یُوں مسکرا رہا ہے، جیسے مہِ منوّر
بادل کے طاقچے میں مشعل جلا رہا ہے
یُوں سانس لے رہا ہے جیسے قریب تھم کر
جیسے سمندروں میں طوفان آ رہا ہے
یُوں کھیلتا ہے میری پژمردہ اُنگلیوں سے
جیسے کوئی شکستہ بربط بجا رہا ہے
بے چین پتلیوں کی گہرائیوں میں مجھ کو
بیتے ہُوئے دِنوں کا ناٹک دکھا رہا ہے

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

دامانِ شب حریمِ مشرق میں پھڑپھڑایا
اور تار تار ہو کر وہ اُڑتا جا رہا ہے
وہ پو پھٹی۔ وہ سُورج پورب کے پربتوں پر
اک آگ اور لہو کا دریا بہا رہا ہے
ناگاہ پتلی پتلی کرنوں کے تیر چھوٹے
آنکھیں چھلک رہی ہیں دل تلملا رہا ہے

۱۹۳۷ء

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

دعوت

آؤ، ہم تم لہلہاتے سبزہ زاروں میں رہیں
ان اُفق تک کانپنے والی بہاروں میں رہیں

زندگی کی پستیوں سے بے خبر ہو جائیں ہم
نیلے نیلے، اُونچے اُونچے کوہساروں میں رہیں

چھوڑ کر یہ شہر، یہ ہنگامہ زارِ سنگ و خشت
دُور تک پھیلے ہُوئے سادہ نظاروں میں رہیں

جب گھٹائیں جھوم کر چُومیں جبینِ کوہسار
نرم رو جھونکوں میں جھُولیں، ابر پاروں میں رہیں

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

جب سحر سرکائے پیشانی سے مٹیالا نقاب
گھومتے پھرتے شفق کے نشہ زاروں میں رہیں

رات کی چپ چاپ وادی سے چنیں نیندوں کے پھول
حشر تک خوابوں کے ان فردوس زاروں میں رہیں

ہائے یہ ساون۔ یہ گاتی ندیوں کے پیچ و خم
بجرے پھولوں کے بنائیں، جوئباروں میں رہیں

ان میں بھی جب روح اکتائے تو اے جانِ ندیم!
اڑ چلیں اور آسمانوں کے ستاروں میں رہیں

۱۹۳۷ء

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

اُمید

خوابوں پہ مرے منڈلاتا ہُوا اور کون و مکاں پر چھاتا ہُوا
یہ کون لپکتا آتا ہے کرنوں کے عَلَم لہراتا ہُوا

آنکھوں میں نیند سی چھائی ہُوئی ہونٹوں پہ ہنسی سی آئی ہُوئی
بالوں کی بجلتی ظُلمت سے عالم پہ نشے برساتا ہُوا

وہ قوسِ قزح میں لپٹا ہُوا اور ڈُوبا ہُوا خوشبوؤں میں
گاتا ہُوا دھیما سا نغمہ اور گاتے ہُوئے شرماتا ہُوا

مہتاب کو بوسہ دیتا ہُوا تاروں کو جلو میں لیتا ہُوا
تقدیر کے بجُھتے دیپک پر اُمید کی لَو بھڑکاتا ہُوا

موہوم اُفق پر ایک کھلی شہراہ بنا کر تیر گیا
ناکامِ محبّت کے دل میں ہمّت کا لہُو دوڑاتا ہُوا

۱۹۳۷ء

استعجاب

(شاعر)

دیکھ کر مجھ کو لرز جاتے ہیں سکّانِ جہاں
جانے کس جرم سے آلودہ ہے میرا داماں
مَیں وہ قطرہ ہُوں، جو دریاؤں کا آئینہ ہے
مَیں وہ ذرّہ ہُوں جو ہے ہمسرِ مہرِ رخشاں
آسماں میری تجلّی کی ہے دُھندلی سی نقاب
یا مرے دل میں بھڑکتے ہُوئے شعلوں کا دُھواں
مہر و مہ میرے تخیّل کے ہیں اشعارِ لطیف
اور بکھرے ہُوئے تارے مرے قدموں کے نشاں

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

آبشاروں میں مرا ذوقِ طلب نغمہ طراز
مَیں سمندر کی مچلتی ہُوئی موجوں میں رواں
ڈُوبتے چاند میں غلطاں ہے مری مدہوشی
مَیں اُبھرتے ہُوئے سُورج کی کرن میں رقصاں
بُوند بن کر کبھی بادل سے ٹپک پڑتا ہُوں
برق بن کر مَیں کبھی ابر میں ہُوں شعلہ فشاں
ذرّے ذرّے میں مری تڑپ، مہر میں پرتو میرا
مَیں قمر میں متبسّم، مَیں سحر میں لرزاں
طے کیا کرتا ہُوں اِک پل میں کروڑوں فرسنگ
میری رفتار سے مبہُوت ہے چرخِ گرداں
میرے افکار سے شاداب ہے کشتِ احساس
میری پرواز سے لبریز ہے گلزارِ جہاں
مَیں زمانے پہ کئی رنگ میں عکس افگن ہُوں
مَیں ہُوں عالم کے ہر افسانے کا رنگیں عنواں
چُومتے ہیں مرے قدموں کو سلاطینِ زمن
اور حاجب ہیں مرے قصر کے شاہانِ جہاں

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

پھر بھی خلوت میں جب اُٹھتے ہیں من و تُو کے حجاب
چلنے لگتی ہیں مرے قلب و نظر پہ چھُریاں

(آواز)

مردِ آزاد کے اوصاف ہیں یہ، اے شاعر
اور آلودہ غلامی سے ہے تیرا داماں
تُو خیالات میں گُم، غیر فتوحات میں گُم
تُو خرافات میں گُم، غیر کرامات میں گُم

۱۹۳۹ء

JALALI BOOKS
JALALI

یادِ رفتہ

پھر وُہی محشر صفت گھڑیاں مجھے یاد آگئیں
ساوَن آیا ہے کہ دل پر بدلیاں سی چھا گئیں
بُوندیاں چنگاریاں سی رُوح میں دوڑا گئیں

JALALI BOOKS

وہ جوانی ، وہ جنوں کی رُت ، وہ ارمانوں کا دَور
مشتعل جذبات کے محجُوب طوفانوں کا دَور
میری تعمیلوں کا موسم ، تیرے فرمانوں کا دَور

جب کھجوروں کے تلے ویران نخلستاں کے پاس
راہ تکتے تکتے ہو جاتی تھیں اُمیدیں اُداس
یک بیک جب سرسراتا تھا ترا سادہ لباس

جب فلک پر تیرتے تھے ابر پاروں کے ہجوم
ابر پارے تھے کہ اُمڈے تھے بہاروں کے ہجوم
تیری آنکھوں میں چمکتے تھے ستاروں کے ہجوم

دل میں جب جوشِ جوانی ولولہ انگیز تھا
جب اُمنگوں کا جنوں نس نس میں طوفاں خیز تھا
جب رگوں میں خون تھا، اک سیلِ آتش ریز تھا

وہ تری آنکھوں میں نیندوں کا گلابی سلسلہ
وہ ترے بالوں میں اِک اُودا سا پھول اُلجھا ہُوا
وہ ترے ہونٹوں کے گوشوں میں تقاضا لمس کا

دلربا خوابوں کی دُنیا میں چلے جاتے تھے ہم
خامشی میں بھی ترنّم کا مزا پاتے تھے ہم
پَو پھٹے چُپکے سے گاؤں کو پلٹ آتے تھے ہم

۱۹۳۶ء

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

یم جھم

نذر

حمید اللہ خاں نیازی

تُو نے باتوں میں بکھیرے تھے جو نورس غنچے
مَیں انھیں شعر کی صُورت میں سجا لایا ہُوں
شاعری، زِیست مری۔ زیست، عبارت تجھ سے
تیری دولت تھی۔ ترے پاس اُٹھا لایا ہُوں

⁘

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

قارئین سے

میرا موضوعِ سخن ہے زندگی
بے کراں، رقصاں، جواں، نکہت فشاں
مضمحل، افسردہ، بے بس، نا اُمید
مضطرب، بے چین، بے کل، سرگراں

⁂

یہ زمرّد ان گنت پہلو لیے
عکس افگن ہے مرے افکار پر
جیسے اِک روزن سے چلتے پھرتے سائے
تیرتے ہیں مرمریں دیوار پر

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

ہر نئے پہلو میں کتنے رنگ ہیں
اور ان رنگوں میں کتنے پیچ و خم
ہر نئے خم میں کئی باریکیاں
اور ان باریکیوں کے زیر و بم

٭

زندگی اک حشرِ موضوعات ہے
اور ہر موضوع کے عنواں ہزار
کس کو اپناؤں، نہ اپناؤں کسے
زندگی پر ہے مرے فن کا مدار

٭

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

رِم جھم

مَیں دُور سہی، لیکن تیرے اشکوں کی رِم جھم سُنتا ہُوں
بیٹھا ہُوا دیس پرائے میں روتا ہوں اور سَر دُھنتا ہُوں
جب برکھا دُھوم مچاتی ہے اور کوئل بَن میں گاتی ہے
احساس کے موتی چُنتا ہوں، تخییل کے نغمے بُنتا ہُوں

⁂

KUTUB KHANA.
JALALI BOOKS
JALALI

دھڑکنیں

خموش راتوں میں جو دھڑکنیں بکھیری تھیں
مَیں اُن کو ایک لڑی میں پرو کے لایا ہُوں
تو ان کو صرف اُچٹتی ہُوئی نظر سے نہ دیکھ
کہ مَیں ستاروں سے اُڑ کر زمیں پہ آیا ہُوں

٭٭

شبنم کے چراغ

گُل و نسریں کے محلّات میں شبنم کے چراغ
یہ فقط ایک تصوّر ہی نہیں اے ہمدم
یہ اگر صرف تصوّر ہے مرا، تو اے کاش
ہوتی اس طرح حقیقت بھی حسیں اے ہمدم

٭٭

مصلحت

کون کہتا ہے، اپنے شعروں میں
زندگی سے گریز کرتا ہُوں
موت کو کب پکارتا ہُوں مَیں
زیست کی آگ تیز کرتا ہُوں

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

فقیہہ سے!

فقیہہِ شہر! غوّاصِ معانی
تجھے اسرارِ عالم کی خبر کیا!
تجھے بھی نصف شب کی ظلمتوں میں
نظر آتے ہیں انوارِ سحر کیا؟

KUTUB KHANA.
JALALI BOOKS
JALALI

شاعرِ شباب

نہ "بیش و کم" کا جہنّم، نہ زشت و خوب کا زہر
نہ اِتّباع، مرے منفرد خیالوں میں
وہ شاعری جو محبّت سے بہرہ یاب رہی
کبھی اُلجھ نہ سکی منطقی سوالوں میں

٭

پہچان

ایک مدّت کے بعد آج مجھے
ہم زباں ماننے لگے ہیں لوگ
پہلے روتے تھے، چونکتے ہیں اب
مجھ کو پہچاننے لگے ہیں لوگ

میرے شعر

تم بھی اے دوستو! ہجوم کے ساتھ
اصطلاحوں کی رَو میں بہتے ہو
یہ جوانی کے چند سپنے ہیں
تم جنھیں میرے شعر کہتے ہو

٭

ماضی و حال

جسے ہر شعر پر دیتے تھے تم داد
وہی رنگیں نوا خونیں نوا ہے
اب اُن رنگوں کے نیچے ڈھیر ڈھیرے
لہو کا ایک دریا بہ رہا ہے

٭

نقّاد سے!

اُڑانوں کو نہ کر محدود، نقّاد
مجھے بیگانۂ پرہیز کر دے
خس و خاشاک ہر سُو اُڑ رہے ہیں
مرے شعروں کے شعلے تیز کر دے

فرقِ مراتب

مجھے بھی چاہیے توفیقِ پرواز
مَیں تیرا ہم خیال و ہم زباں ہُوں
مگر حُجروں میں گُم ہے تیری فریاد
مَیں صحرائے تپاں میں نغمہ خواں ہُوں

شاعر

مرے جذبات میرے پاسباں ہیں
مرے افکار میرے رازداں ہیں
مرے بس میں ہے تقدیرِ دو عالم
مری زد میں زمین و آسماں ہیں

٭

گہرائیاں

بہت اُٹھے محبّت کے مفسّر
کوئی اس راز میں کامل نہ پایا
تہوں سے سیپیاں چنتے رہے سب
مگر اس بحر کا ساحل نہ پایا

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

راز

میرا سرمایۂ حیات ہو تم
میرا فن، میری کائنات ہو تم
باوجودِ التفاتِ پیہم کے
اَن کہی، اَن سُنی سی بات ہو تم

فرطِ گریہ

آنسوؤں میں بھگو کے آنکھوں کو
دیکھنے ہو تو خاک دیکھو گے
آئنے کو ذرا سا نم کر دو
پیرہن چاک چاک دیکھو گے

پرتو

تیرے ہاتھوں کی حِنا، تیرے لبوں کی سُرخی
تیرے عارض کے چمن، تیرے تبسّم کے کنول
یُوں مرے ذہن کو انوار سے بھر دیتے ہیں
جیسے سُورج کی جھلک سے چمک اُٹھے بادل

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

طلسمِ تبسّم

چاندنی رات کا جادو بھی کوئی جادو ہے
مَیں نے دیکھا ہے ترے نرم تبسّم کا طلسم
یہ تبسّم ہے کہ پھُولوں سے کرن پھُوٹی ہے
یہ تبسّم ہے کہ پایا ہے مرے خواب نے جسم

٭

جانی پہچانی

ٹھمک ٹھمک کے چلی جا رہی ہے پنہاری
چھلک چھلک کے گریباں تک آگیا پانی
پھر ایک بھیگی ہُوئی رات کا خیال آیا
پھر اک شبیہ نظر آئی جانی پہچانی

٭

عابدِ شب زندہ دار

وہ میرے گاؤں کی مسجد میں جل رہا ہے چراغ
یہ کون عابدِ شب زندہ دار ہے اس وقت
وہی تو ہے جو بہت سرد آہ بھرتا ہے
صبُوحی اُسکی گلی سے گزُرتی ہے جس وقت

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

گفتار و کردار

یہ چھت پہ بیٹھ کے دامن ہوا میں لہرانا
یہ گول مول اشارے مجھے پسند نہیں
کبھی زباں سے مجھے اذنِ باریابی دے
مرے جنوں کے لیے عرش بھی بلند نہیں

آمد آمد!

حسیں لبوں پہ جڑی بوٹیوں کا رس مل کر
صبوحی کھیت سے چڑیاں اُڑانے آئی ہے
بچھا کے سُرخ دوپٹے کو سنگریزوں پر
نہ جانے کس کے تصوّر میں مسکرائی ہے

سفر — مدام سفر

مانتا ہوں کہ کڑے کوس ہیں باقی لیکن
راستے میں ترے قدموں کے نشاں پاتا ہوں
"اور کچھ دور چلو گے تو پہنچ جاؤ گے"
بس اسی آواز سے مسحور چلا جاتا ہوں

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

اِمروز

زندگی کتنی امنگوں کا لیے پشتارا
اب بھی ماضی کی طرح منتظرِ فردا ہے
جسم کو روح بلاتی ہے تو ان کے مابین
ذہن آئینۂ امروز لگا دیتا ہے

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

میرا فن

میرے شعروں میں وہی رس ہے وہی نرمی ہے
وہی نغمات اُمڈتے ہیں مرے سازوں سے
جن کو سُن کر مرے افکار کو ملتی ہے اُڑان
راستے گونج رہے ہیں اُنھی آوازوں سے

بغاوت

اے خزاں رنگ سیاست کے عَلم بردارو
موسمِ گُل پہ بھی الزامِ بغاوت دھر دو
ان کی مہکار سے مفلس ہوں بھلا کیوں مانوس
ایک اِک پھول کو پابندِ سلاسل کر دو

پنگھٹ کی رانی

وہ پانی بھرنے چلی اِک جوان پنہاری
وہ گورے ٹخنوں پہ پازیب چھنچھناتی ہے
غضب غضب! کہ مرے دل کی سمت راکھ سے پھر
کِسی کی تپتی جوانی کی آنچ آتی ہے

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

برکھا کے دو رنگ

وہ چھا رہے ہیں فضاؤں میں سرمئی بادل
وہ تند و تیز ہواؤں کا ساز بجنے لگا
وہ دل کی بجھتی ہوئی آگ سے دھواں اُٹھ کر
تصوّرات کے آکاش پر گرجنے لگا

٭

بے درد

بات کہنے کا جو ڈھب ہے تو ہزاروں باتیں
ایک ہی بات میں کہہ جاتے ہیں کہنے والے
لیکن ان کے لیے ہر لفظ کا مفہوم ہے ایک
کِتنے بے درد ہیں اس شہر کے رہنے والے

رقص کی رات

وہ تیرے گھومتے پاؤں میں گھنگھروؤں کے گیت
لچکتے ہاتھوں میں چاندی کے برق پاش کڑے
میں کیسے بھول سکوں رقصِ آہوانہ ترا
نگاہ تھک گئی چن چن کے اتنے پھول جھڑے

٭

پکار

میں تیری آہ کی آواز باز گشت نہیں
میں گونج بن کے ترے ذہن پر نہ چھاؤں گا
تو جب بھی ظلمتِ شب میں مجھے پکارے گی
تری پکار کا بن کر جواب آؤں گا

٭

یاد کی شیرینی

خزاں کے ساتھ ہی میرے اداس ذہن میں کیوں
جمالِ یار برنگِ بہار آتا ہے
یہاں سے اب میں کہاں جاؤں اے مرے خوابو
یہی وہ موڑ ہے جو بار بار آتا ہے

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

حسنِ گریاں

یہ کس کی آہوں سے دہکی ہوئی ہے بزمِ خیال
ندیم کون مرے پاس اشکبار آیا،
غضب غضب! مری خاطر یہ حالِ زار ترا!
مجھے تو آج محبت کا اعتبار آیا

تان کے بان

یہ بھیڑیں چرتی رہیں گی اندھیری گھاٹی میں
اِدھر بھی آؤ، مرا ایک گیت تو سُن لو
اُس ایک تان پہ یہ سسکیوں کا ہنگامہ!
میں گیت بعد میں گاؤں گا، پہلے سر دُھن لو

موسم کی شرارت

گھٹا اُفق سے اُٹھی گونجتی گرجتی ہوئی
درخت جوشِ مسرت سے رقص کرتے ہیں
اُلٹ گئی ہے اچانک مگر بساطِ خیال
پُرانے داغ نئی شان سے اُبھرتے ہیں

دردِ بے سبب

گلی کے موڑ پہ، بچّوں کے ایک جمگھٹ میں
کِسی نے درد بھری لَے میں 'ماہیا' گایا
مجھے کسی سے محبّت نہیں، مگر اے دل!
یہ کیا ہُوا کہ تُو بے اختیار بھر آیا

☆

جادو بھری رات

وہ دُور جھیل کے پانی میں تیرتا ہے چاند
پہاڑیوں کے اندھیروں پہ نور چھانے لگا
وہ ایک کھوہ میں اِک بدنصیب چرواہا
بھگو کے آنسوؤں میں ایک گیت گانے لگا

☆

نورپاشی

اُداس چاند نے بدلی کی آڑ میں ہو کر
کنارے ملگجے بادل کے کر دیے روشن
شبِ فراق میں جیسے تصوّرِ رُخِ دوست
دلِ حزیں کے اندھیرے میں رُوشنی کی کرن

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

ساون کا سحر

برس کے چھٹ گئے بادل، ہوائیں گاتی ہیں
گرجتے نالوں میں چرواہیاں نہاتی ہیں
وہ نیلی، دھوئی ہوئی گھاٹیوں سے دو کونجیں
کسی کو دُکھ بھری آواز میں بلاتی ہیں

٭

گم سُم

وہ رات آئی، وہ عالم پہ خامشی چھائی
وہ اک چٹان پہ اک بھیڑ چڑھ کے ممیائی
تو کس خیال میں کھویا گیا تھا چرواہے
کہ ایک ننھی سی جاں کی تجھے نہ یاد آئی

٭

نوجوان راہی

وہ سبز کھیت کے اُس پار، اِک چٹان کے پاس
کڑکتی دھوپ میں بیٹھی ہے ایک چرواہی
پرے چٹان سے، پگڈنڈیوں کے جالوں میں
بھٹکتا پھرتا ہے وہ ایک نوجوان راہی

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

دعا

ابد تک ایسے ہی ایوانِ شب سجاتا رہے
جبینِ چرخ پہ تا حشر جگمگاتا رہے
مِری صبُوحی کے بالوں میں کرنیں بُنتا رہے
الٰہی! چاند جہاں جائے مُسکراتا رہے

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

معراج

زمیں پہ گھُوم چکا، آسماں سے ہو آیا
مکاں کا ذکر ہی کیا، لامکاں سے ہو آیا
مگر عروج کا احساس ہے جبھی ممکن
اگر ندیمؔ ترے آستاں سے ہو آیا

⁂

سیلابِ نُور

ترے جمال کی بس اِک جھلک ہی کافی تھی
یہ تجھ سے کس نے کہا، حُسنِ بے پناہ دکھا
تجلّیات کے نرغے میں گھر گیا ہُوں میں
مرے خیال کے دُھندلے چراغ! راہ دکھا!

پانی میں آگ

ابھی تو جھیل کی لہروں پہ ہے سکوں طاری
ابھی تو دُور ہے طوفانِ بادو باراں کا
سفینہ راں نہ پلٹ، دیکھ کر بھنور کے نشاں
یہ ایک رقص ہے موجوں کے قلبِ سوزاں کا

٭

تحائف

یہ اوڑھنی ہے، وہ جھمکے ہیں، اور یہ مالا ہے
وہ یاسمن ہے، یہ گیندا ہے، اور وہ لالہ ہے
اور ان کے سامنے شفق رنگ اشک ہیں دو چار
جنھیں فراق نے پالا ہے، غم نے ڈھالا ہے

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

٭

ذوق کی خامی

ہدف کہیں بھی نہیں مضطرب نگاہوں کا
کوئی سہارا نہیں بے قرار باہوں کا!
یہ تیرے ذوق کی نامحرمی ہے ورنہ ابھی
ترے شباب کو احساس ہے گناہوں کا!

بے چارہ رقیب

یہ لینے آیا تجھے کون کالے کوسوں سے
مجھے تو اُس کی جوانی پہ رحم آتا ہے
کہ عنقریب کھُلے گا یہ تلخ راز اس پر
ترا جمال محبّت کو بیچ کھاتا ہے

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

بعد از وقت

کئی برس سے ہے ویران مرغزارِ شباب
اب التفات کے بادل برس رہے ہیں کیوں
یہ بوندیاں، یہ پھواریں، یہ رس بھرے جھونکے
توقّعات کی نعشوں کو ڈس رہے ہیں کیوں

تقابُل

فرازِ چرخ سے وہ ابرِ نوبہار اُترا
زمیں کی تشنہ لبی آج رنگ لا کے رہی
مگر فسردہ اُفق کے سپاٹ سینے پر
کسی غریب کی وحشت غبار اُڑا کے رہی

شور و شغب

یہاں وہاں سے چلی آ رہی ہیں آوازیں
کئی صداؤں سے لبریز ہے خلائے حیات
مَیں ایسے شور و شغب میں وہ چیخ کیسے سنوں
ہے جس سے آج بھی وابستہ مدعائے حیات

پرچھائیاں

جھری میں کانپتی ہے بے قرار پرچھائیں
دیے کی لَو میں لرزتا ہے ایک پیکرِ سیم
سرائے میں بھی خیالات کے فرشتوں نے
دیا ہے میری جہاں گردیوں کا ساتھ ندیمؔ

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

سانس کی پھانس

اندھیری شب کی پُراسرار سنساہٹ میں
کھُلی ہُوئی ہے کسی محوِ انتظار کی سانس
بایں فروغ، ارادوں میں ابنِ آدم کے
کھٹک رہی ہے ابھی جبر و اختیار کی پھانس

پردوں کی لرزش

کبھی نہ پلٹے گی بیتی ہوئی گھڑی لیکن
تصوّرات سے دل خوش ہیں نوعِ انساں کے
وہ کس کے ہاتھ کے ہیں منتظر، خدا جانے
لرزتے رہتے ہیں پردے حریمِ جاناں کے

KUTUB KHANA.
JALALI BOOKS
JALALI

❁

گریز

خموش جھیل پہ کیوں ڈولنے لگا بجرہ
ہوائیں تند نہیں ہیں، کنارہ دُور نہیں
بھنور کا ذکر نہ کر، زندگی کا لُطف نہ چھین
مجھے ابھی کسی انجام کا شعور نہیں

❁

ابتدا

ابھی تو چند بگولے اُٹھے تھے صحرا میں
غبارِ راہ میں کیوں کارواں بھٹکنے لگا
ابھی تو آئیں گے پُرہَول آندھیوں کے پَرے
ابھی سے خار سا کیوں قلب میں کھٹکنے لگا

خرامِ ناز

یہ بھی کیا چال ہے، ہر گام پہ محشر کا گماں
پائلیں بجتی ہیں، لہنگے کی کماں تنتی ہے
یُوں چلو جیسے اُترتی ہے کہستاں سے ہوا
جیسے رنگوں کے تموّج سے کرن بنتی ہے

سانولا سلونا

ڈھول بجتے ہیں، دھما دھم کی صدا آتی ہے
فصل کٹتی ہے، لچکتی ہے، اُلجھی جاتی ہے
نوجواں گاتے ہیں جب سانولے محبوب کا گیت
ایک دوشیزہ ٹھٹک جاتی ہے، شرماتی ہے

ذہنی آسودگی

بالیاں ناچتی ہیں، ہنستی ہو جب سکھیوں میں
چوڑیاں گاتی ہیں گاگر کو جو چھلکاتی ہو
اُف یہ پازیب کی جھنکار، یہ جھومر کی چھبن
مجھ سے بچتی ہو، مرے ذہن کو بہلاتی ہو

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

یاد کے فانوس

چوڑیاں توڑ دے اغیار نہ سُن لیں آواز
کرچیاں اپنے گریباں میں چھپا کر لے جا
ہاں مگر خلوتِ احساس کی رونق کے لیے
سُرخ بلّور کی دو شمعیں مجھے بھی دے جا

⁂

ہوشیار

دیکھ سوئے ہُوئے پنچھی نہ کہیں جاگ اُٹھیں
ہائے تالاب میں کا گر نہ گھماؤ اس وقت!
دیکھو ڈھیری پہ وہ بیٹھا ہے کوئی چرواہا
ہائے بھیگا ہُوا آنچل نہ اُڑاؤ اس وقت

⁂

اِفشائے راز

تجھ کو معلوم ہے آشفتہ خیالی میری
تیرے چہرے کے یہ انداز کہے دیتے ہیں
اُف یہ آنکھوں کی جھپک ہائے یہ پلکوں کی نمی
تیرے آنسو تو مرے راز کہے دیتے ہیں

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

عکسِ لرزاں

یوں مرے ذہن میں لرزاں ہے ترا عکسِ جمیل
دلِ مایوس میں یوں گاہے ابھرتی ہے آس
ٹمٹماتا ہے وہ نوخیز ستارا جیسے
دور مسجد کے اس ابھرے ہوئے مینار کے پاس

٭

سراپا

تیری زلفیں ہیں کہ ساون کی گھٹا چھائی ہے
تیرے عارض ہیں کہ پھولوں کو ہنسی آئی ہے
یہ ترا جسم ہے یا صبح کی شہزادی کی
ظلمتِ شب سے الجھتی ہوئی انگڑائی ہے

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

٭

خواب

کس کی سانسیں مری سانسوں میں گھلی جاتی ہیں
کس کا دامن مرے دامن سے الجھ جاتا ہے
کس کی باہیں مری گردن میں حمائل ہیں ندیم
شام ہوتے ہی یہ کیا خواب نظر آتا ہے

حیا

آج پنگھٹ پہ یہ گاتا ہُوا کون آ نِکلا
لڑکیاں گاگریں بھرتی ہُوئی گھبرا سی گئیں
اوڑھنی سر پہ جما کر وہ صبوحی اُٹھی
انکھڑیاں چُور ہوئیں، جھک گئیں، شرما سی گئیں

حُسنِ مترنّم

تھاپ ڈھولک پہ وہ اِک دستِ حنائی کی پڑی
لال ہونٹوں سے وہ گیتوں کے شرارے چھوٹے
پھُول سے کانوں میں تھرّائے سنہری بُندے
ٹمٹماتے ہُوئے تارے وہ افق پر ٹوٹے

سیلابِ جمال

سر پہ گاگر ہے لچکتی ہے کمر رہ رہ کر
تر کیے دیتا ہے زُلفوں کو چھلکتا پانی
ننھّی سی دھار وہ گردن سے ٹھٹک کر لپکی
ساری دُنیا کو ڈبو دینے کی تُو نے ٹھانی

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

بے پردا جوانی

یاد ہے یاد ہے اب بھی ترا بے باک شباب
سُرخ گاگر کو انگوٹھی سے بجا کر گانا
سر اُٹھاتے ہُوئے آنچل کا کھسک کر گرنا
چھاج پٹخاتے ہُوئے زُلف کا لہرا جانا

٭

افسانۂ نقشِ پا

وقت پر، کاش پہنچتا مرا رہوار یہاں
لیکن اس دشت میں اب بھی تو ہے رنگینی سی
یہ نقوشِ قدم اتنا تو بتاتے ہیں مجھے
کہ پلٹ کر وہ اِدھر دیکھ کے چل دیتی تھی

٭

قبل از وقت

سیلِ انوار دُھندلکوں سے اُلجھتا ہے ہنوز
کپکپاتا ہے ابھی رات کا پیراہنِ چاک
کیوں ابھی سے تجھے رخصت کا سماں یاد آیا
ہو رہے ہیں تری آنکھوں کے کنارے نمناک

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

گریۂ مجبوری

چپکے چپکے مرے آلام پہ رونے والی
گردشِ وقت کے اعجاز سے مایوس نہ ہو
تو ہے مجبور، تو یوں رو، کہ یہاں اتنی دُور
تیرے اشکوں کی روانی مجھے محسوس نہ ہو

⁂

تقاضائے شباب

خشک ہونٹوں پہ زباں پھیر تو لو گی، لیکن
بھیگی آنکھوں کی خلاؤں کو چھپاؤ گی کہاں؟
مَیں نے مانا کہ محبت نہ کرو گی مجھ سے
اپنی طرّارِ جوانی کو لبھاؤ گی کہاں؟

⁂

تشنگی

پَو پھٹے رینگتے جھرنے پہ یہ کون آیا ہے!
بال بکھرے ہوئے، لپٹے ہوئے خواب آنکھوں سے
لُوٹ لیں تشنگیِ زیست نے نیندیں، ورنہ
یوں پیاپے نہ برستی مئے ناب آنکھوں سے

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

جب اور اب

جب تری آنکھ میں تارے تھے، شرارے اب ہیں
دو برس میں یہ تغیّر! کوئی مانے کیسے؟
جب مرے دل میں گلستاں تھے، بیاباں اب ہیں
دُور سے دیکھنے والا کوئی جانے کیسے؟

تجاہُل

تم تعارف کی طلبگار ہو؟ قرباں جاؤں
مَیں تو بس ایک مُسافر ہُوں، کہیں جانا ہے
میری پہچان تو بیکار ہے، لیکن تم نے
کیا چراگاہ کے شہتوت کو پہچانا ہے؟

KUTUB KHANA.
JALALI BOOKS
JALALI

چند برس بعد

مَیں نے جس چاند کو چاہا تھا، وہ عُریاں تو نہ تھا
پیکرِ نور سہی، اتنا نمایاں تو نہ تھا
تیری ہر جنبشِ موہوم ہے اِک دعوتِ عام
میرا معیارِ نظر اس قدر ارزاں تو نہ تھا

راضی برضا

میری فریاد سے ماتھے پہ شکن ہے کیسی
یہ بھی اِک ناز ہے تیرا تو مَیں صدقے اس کے
پردے سرکا کے بھی پردے میں چھُپے رہنا کیا
یہ بھی انداز ہے تیرا تو مَیں صدقے اس کے

آنکھ اوجھل۔ پہاڑ اوجھل

میرا پردیس میں جانے کا یہ مطلب تو نہ تھا
کہ کسی اور کے پہلو کو تم آباد کرو
دل میں احساس کا اِک ذرّہ بھی باقی ہے اگر
چیت کی چاندنی راتوں کو ذرا یاد کرو

کھنڈروں میں

مَیں نے اس دشت کی وسعت میں شبستاں پائے
اس کے ٹیلوں پہ مجھے قصر نظر آئے ہیں
ان ببولوں میں کسی ساز کے پردے لرزے
اُن کھجوروں پہ مرے راز اُبھر آئے ہیں

بے چارگی

کِس کی دستک ہے؟ ٹھہرنا تو۔ ابھی آتی ہُوں
۔آپ؟۔ واللہ مسرّت سے مری جاتی ہُوں
۔لیکن اس وقت وہ چوپال سے آجاتے ہیں
جائیے، آپ ہی کے سَر کی قسم کھاتی ہُوں

٭

یادوں کے چراغ

رات کے آتے ہی یادوں کے دِیے جلتے ہیں
منعکس تارے ہوں جس طرح رواں پانی میں
آمدِ صبح پہ یوں ذہن میں کھو جاتے ہیں
جیسے انفاس کی لَو نعش کی پیشانی میں

٭

بے سُود

سنگ سے پھُول اُگاتا ہُوں، مگر سب بے سُود
پھُول سے آگ جلاتا ہُوں، مگر سب بے سُود
اِک کرن بھی تو نہ پھُوٹی مرے بے حس دل سے
ذرّے کو مہر بناتا ہُوں، مگر سب بے سُود

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

رخصت

بُوڑھے ماں باپ بلکتے ہُوئے گھر کو پلٹے
چونک اُٹھتے ہیں وہ شہنائی بجانے والے
اُف بچھڑتی ہُوئی دوشیزہ کے نالوں کا اثر
ڈولتے جاتے ہیں ڈولی کو اُٹھانے والے

٭

دائرہ

ڈولی اُٹھتی ہے تو شہنائی بجا کرتی ہے
آنکھیں روتی ہیں تو بڑھ جاتی ہے دل کی دھڑکن
یہ سبب اور نتیجے کی پُرانی تکرار
یہ کڑکتا ہُوا بادل، یہ بھڑکتا خرمن

٭

بے سُود دُعائیں

کیوں مرے جینے کی دن رات دُعا کرتی ہو
جنگ میں جناک بنے کوئی مرا رکھوالا
آج کل ہی کوئی خط آئے گا اور سُن لوگی
توپ نے ایک سپاہی کو بھسم کر ڈالا

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

لذتِ گریہ

رات تاریک، ہوا تند، گھٹائیں بدمست
کوئی بجلی کی طرح قلب میں بل کھاتا ہے
اُف! یہ گنجان درختوں کا اکیلا جھرمٹ
مجھے تنہائی کے رونے میں سرور آتا ہے

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

عید کا روگ

عید کا روز تھا سب پیر و جواں ہنستے رہے
لڑکیاں گاتی رہیں نیم کے چھتناروں میں
ٹکٹکی باندھے ہوئے محو ہے میرے خیال
دُور اُفق پار کے اُجڑے ہوئے نظاروں میں

مرگِ تجلّی

یُوں تو جوہر نے الاؤ سے لگا رکھے ہیں
رُوح سے نُور کا احساس چھنا جاتا ہے
صُبح ہوتی ہے مگر رات نہیں کٹ پاتی
اب تو سورج بھی ستاروں میں گنا جاتا ہے

بیوی کا خط

میری چٹھی کا بہت طول نہ دینا بھیّا!
اس طرح راہ میں کھو جاتی ہے، سب کہتے ہیں
کونسی فوج میں شامل ہیں؟ — مجھے یاد نہیں
بس یہ معلوم ہے، ایران میں وہ رہتے ہیں

❖

شہر کی شورشیں

گاؤں سے آیا تھا شہروں میں سکوں پانے کو
جاہ و منصب کے ہیولوں میں سما جانے کو
اِن دیاروں میں تو اتنی سی بھی فرصت نہ ملی
کہ بھلا سکتا ترے عشق کے افسانے کو

❖

تلاشِ دوام

مَیں ستاروں کے اُجالے میں تجھے ڈھونڈوں گا
ڈُوبتے چاند کے ہالے میں تجھے ڈھونڈوں گا
جستجو جب اُفقِ زیست پہ منڈلائے گی
سُست نبضوں کے سنبھالے میں تجھے ڈھونڈوں گا

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

سادگی

کھدر کا نیا لباس پہنے
کس شان سے تو گلی میں آئی
صد شکر، کہ جانتی نہیں تُو
کمخاب پرست ہے خدائی

دیارِ حبیب کو

اس وقت کہاں کا عزم کر کے
یُوں جسم نکھار کر چلی تُو
مہتاب پہ تیوریاں چڑھائے
پازیب اُتار کر چلی تُو

ستارے کا اشارہ

تم رُوٹھ گئے تو کچھ نہ بھائے
ہر شے مجھے کاٹنے کو آئے
وہ کانپ کے اِک ستارہ ٹُوٹا!
ہائے! مرا دل نہ ڈوب جائے

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

شبِ جُدائی

بھُولے گی نہ وہ شبِ جُدائی
وہ کانپ کے اُن کا سر جھکانا
گالوں پہ چمکنا آنسوؤں کا
تاروں کا اُفق پہ جھلملانا

ایک تصویر

صحرا کی سپاٹ وسعتوں میں
یوں ایک کھجور ہے خمیدہ
جیسے مرے ذہن کے اُفق پر
اُبھری ہو صُبحِ آب دیدہ

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

عشق یا ہوس؟

بجتے ہی گجر، اُڑے پتنگے
لالچ تھا یہ، بندگی نہیں تھی
مٹی کے دِیے کا ذکر کیسا
دراصل دِیے کی لَو حسیں تھی

چند عزیز دوستوں سے

تم بہرِ عیادت آئے مجھ تک
پوری ہوئیں دوستی کی رسمیں
جاؤ مری زیست کے سہارو!
اب موت نہیں ہے میرے بس میں

LIBRARI
IDARE-ADBIYAT-E-URDU
ACC. No. ......
Date ......

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

دُہائی!

وہ چاند کا ٹکڑا! وہ ترا دستِ حنائی!
وہ تیری ہنسی، یعنی وہ گلہائے طلائی
وہ ہونٹ، وہ آنکھیں، وہ جبیں اور وہ گیسو
دوں کس کی دُہائی! مرے اللہ دُہائی!!

⁂

فریبِ نظر

رخسار ہیں، یا عکس ہے برگِ گُلِ تر کا
چاندی کا یہ جھومر ہے کہ تارا ہے سحر کا
یہ آپ ہیں، یا شعبدۂ خوابِ جوانی
یہ رات حقیقت ہے کہ دھوکا ہے نظر کا

صُبح کا تارا

وہ صبح کا تارا ہے دھندلکے میں خراماں
یا چاند کا، بدلی سے ٹپکتا ہے اُجالا
یا میری صبُوحی ہے کہ پنگھٹ کے کنارے
لہراتی ہے اوڑھے ہُوئے نیندوں کا دوشالا

٭

نگاہِ آتشیں

پنگھٹ پہ پہنچتے ہی نظر کس نے اُٹھائی
بجلی سی خلاؤں میں لپکتی ہُوئی آئی
اُمید کا سینے میں نشاں تک نہیں مِلتا
دی کس نے مری رُوح کی خلوت میں دُہائی

٭

جھجک

گاگر کو اُٹھائے کہ دوپٹے کو سنبھالے
جی چاہتا ہے، بڑھ کے ذرا ہاتھ بٹا دُوں
لیکن وہ دہکتی ہُوئی انگارہ سی آنکھیں
کس طرح مَیں سوئے ہُوئے شعلوں کو ہَوا دُوں

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

عرضِ نیازِ آخری

اے میری صُبحِ حسیں! تجھے اغیار کو سونپا
مَیں اب ترے اصرار پہ گھر لوٹ تو جاؤں
لیکن تجھے کاٹیں گے یہ ابریشمی پردے
ڈولی سے نکل آ، تجھے آنکھوں میں بٹھاؤں

❖

طوفانی موسم

ساون کی یہ رُت اور یہ جھُولوں کی قطاریں
اُڑتی ہُوئی زلفوں پہ مچلتی ہیں پھواریں
مَیں صبح سے ندی کے کنارے پہ کھڑا ہُوں
ملّاح کہاں ہیں جو مجھے پار اُتاریں

❖

اُمید کی کونپل

کرنوں کی تمازت میں دہکتے ہُوئے بُندے
جھونکوں کے تھپیڑوں میں لپکتا ہُوا آنچل
ہر گام پہ چھاگل کا چھلکتا سا چھنا کا
کیوں پھر سے ہری کرتی ہو، اُمید کی کونپل!

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

خوفِ رُسوائی

جاگے ہُوئے تاروں سے مرا راز نہ کہہ دے
یہ پَو کی اُبھرتی ہُوئی، دھندلائی ہُوئی دھار
پُورب سے یہ کس شوخ نے کھولا ہے دریچہ
بدنام نہ ہو جائے مرا شوقِ پُراسرار

سرزنش

تُو عمرِ صبُوحی کسی میلے میں نہ جائے
تیوہار منانے ہوں تو گھر ہی پہ منائے"
وہ شوقِ مُلاقات کو پابند نہ کرتی
آنگن کے حصاروں کو مگر کون گرائے!

اُمید کی نیّا

شب بیت گئی اور وہ اب تک نہیں آئے
کشتی مِری اُمید کی یُوں ڈول رہی ہے
گویا کوئی آوارہ بھٹکتی ہُوئی چڑیا
ڈالی پہ کسی نیم کی، پَر تول رہی ہے

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

او سانڈنی سوار

ٹیلوں پہ لپکتے ہوئے او سانڈنی والے
جب دُور اُفق پر مری منزل سے گزرنا
کہنا: ”تری دُوری اُسے جینے نہیں دیتی
اور ساتھ ہی پردیس میں بیکار ہے مرنا!“

ابابیل

وہ تار کے اِک کھمبے پہ بیٹھی ہے ابابیل
اُڑنے کے لیے دیر سے پر تول رہی ہے
جس طرح مرے عشق کی ٹوٹی ہوئی کشتی
اُمید کے ساحل پہ کھڑی ڈول رہی ہے

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

جب سائے ڈھلتے ہیں

گھبرائی ہوئی چال، کھُلے بال، کھُلے گال
یہ طور کسی اور حقیقت کے ہیں غمّاز
دیوار سے لگ کر نہ گزر میری صبوحی
کھُل جائے نہ سب پر ترے انجام کا آغاز

پانی میں آگ

گرتی ہوئی بوندوں میں یہ جھنکار ہے کیسی
بہتے ہوئے پانی کی یہ رفتار ہے کیسی
اے حسن کی درگاہ کے راندے ہوئے خوابو!
یخ بستہ ہواؤں میں یہ تلوار ہے کیسی

☙

محبت دشمن

میں رند سہی، رندِ سیہ کار نہیں تھا
جذبات کے جنگل میں گرفتار نہیں تھا
اے میری محبت کا گلا گھونٹنے والے
میں تیری خدائی کا خریدار نہیں تھا

☙

بھولے ہوئے افسانے

گزری ہوئی راتیں نہ مجھے یاد دلاؤ
خوابیدہ ہیں شعلے، انھیں ترنکے نہ دکھاؤ
مانا کہ زمانے میں وفا مل نہیں سکتی
لیکن یہ سنائی ہوئی باتیں نہ سناؤ

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

پرانی راہ

اُس راہ پہ یہ تیز روی ننگِ سفر ہے
اس راہ کو چبھتا ہے یہ انداز ہمارا
اس راہ پہ اے دوست ہم آہستہ چلیں گے
اس راہ کا ہر ذرّہ ہے ہمراز ہمارا

برسات کے راز

گرتی ہوئی بُوندیں ہیں کہ پارے کی لکیریں
بادل ہے کہ بستی پہ گجر دم کا دھواں ہے
مغموم پپیہا ہے کہ بھٹکا ہوا شاعر
جو پُوچھتا پھرتا ہے: کہاں ہے، تُو کہاں ہے؟

ایک کھیل

کل گاؤں سے کچھ دُور اِک افسردہ گڈریا
اِک پیڑ کی شاخوں کو کھڑا چُوم رہا تھا
مَیں بولا: 'یہ کیا کھیل ہے؟' کہنے لگا ہنس کر
'کچھ بوجھ سا تھا جی پہ، یونہی گھوم رہا تھا'

اُمید کی قبریں

وہ چاند دھندلکے کی نقاب اوڑھ رہا ہے
وہ پھیل گیا گاؤں کی گلیوں میں اندھیرا
چنگاریاں سوتے ہُوئے دل میں بھڑک اُٹھیں
اُمید کی قبروں کو تری یاد نے گھیرا

اُلجھاؤ میں سُلجھاؤ

اوڑھنی کے ساتھ اِک جُھمکا اٹک کر رہ گیا
اور جُھمکے میں ہیں بالوں کی لٹیں اُلجھی ہُوئی
لب کُھلے، چہرہ شفق آلود، آنکھوں میں ہنسی
حُسن کی ژولیدگی ہے کس قدر سلجھی ہُوئی

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

افشائے راز

میری باتیں نرم تھیں، میری ہنسی بے لوث تھی
میرا اندازِ جوانی بھی بہت معصوم تھا
یہ تری آمد پہ میری بے محل سنجیدگی
راز یُوں افشا ہُوا کرتے ہیں، کیا معلوم تھا

اِعتذار

میرے جاتے ہی یہ بھیڑیں راہ سے ہٹ جائیں گی
اور یکسر روندے جائیں گے مرے نوخیز کھیت
لیکن اب میرا یہاں رُکنا بہت دشوار ہے
اُف وہ چرواہی، وہ ندی کا کنارا، اور وہ ریت

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

تصوّرِ دوست

سرمگیں پردوں میں چھُپ کر چاند کیا سوچا کیا؟
تارے کس کی فکر میں آنکھوں کو جھپکاتے رہے
اِک مرے دل ہی میں تھا تیرا تصوّر میرے دوست!
یا زمانے بھر کو تیرے ہی خیال آتے رہے؟

ایک تصوّر

یہ فضا، یہ گھاٹیاں، یہ بدلیاں، یہ بُوندیاں
کاش اِس بِھیگے ہُوئے پربت سے لہراتی ہُوئی
دھیرے دھیرے ناچتی آئے صبُوحی، اور پھر
گھُل کے کھو جائے کہیں میری غزل گاتی ہُوئی

ایک آرزو

پھیکی پھیکی چاندنی ہو، ہلکا ہلکا ابر ہو
ایک گھاٹی میں ہوں بَل کھاتے ہُوئے جھرنے رواں
چار سُو پھولوں کی خوشبو سے غنودہ ہو فضا
اور اِکتارے پہ لہراتی ہوں تیری انگلیاں

✣

لچک

باجرے کے فصل سے چڑیاں اُڑانے کے لیے
ایک دوشیزہ کھڑی ہے کنکروں کے ڈھیر پر
وہ جھکی، وہ ایک پتھر سنسنایا، وہ گرا
کٹ گئے ہیں اُس کے جھٹکے سے مرے قلب و جگر

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

✣

طوفان زدہ مشعل

کل یہاں پنگھٹ پہ اِک لڑکی کا ٹخنہ ٹل گیا
سر پہ اِک مٹی کی گاگر تھی، شکستہ ہو گئی
اُس کی آنکھوں میں چمک سی آ گئی، پھر اک دھند سی
جیسے اِک مشعل بھڑک کر آندھیوں میں کھو گئی

خوش گوار حادثہ

گرمیوں کی رات، نیلا آسماں، پیلے نجوم
اِک کھنڈر سے ایک لڑکی جھانکتی ہے بار بار
وہ کوئی سایہ سا گلیوں میں لپکتا آگیا
وہ بکھر کر رہ گئی باہوں پہ زلفِ مشکبار

کربِ انتظار

اُجڑا اُجڑا جھونپڑا، اور کھوئی کھوئی نازنیں
اُلجھے اُلجھے گیسوؤں میں بھیگی بھیگی انکھڑیاں
جب کوئی چڑیا بھی اُڑتی ہے تو چونک اُٹھتی ہے وہ
اور چھا جاتی ہیں عارض پر شفق کی سُرخیاں

٭

مبہم سا خواب

بادلوں کو چیر کر نکلی ہے سُورج کی کرن
لَوٹتی ہے ایک مہ طلعت کے سیمیں پاؤں میں
بند آنکھیں، کانپتے لب، اور اِک مبہم سا خواب
مضطرب ہے لانبے لانبے گیسوؤں کی چھاؤں میں

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

چشمِ سُرمگیں

نیم کی شاخوں میں جھولوں پر ملہاریں اب کہاں
اے صبوحی! اب تو ساون کا مہینہ جا چکا
تو نہ آسکتی تھی — مانا، تو بہت مجبور تھی
سر اُٹھا، آنکھیں ملا، میں تیرا مقصد پا چکا

❖

پاداش

رات بھر سینے میں اِک بے نام سی اُلجھن رہی
رات بھر کرتی رہیں آنکھیں ستاروں کو شمار
کیا کسی زہرہ جبیں کو دیکھ لینا جُرم ہے
اُف وہ ویرانہ، وہ چرواہی، وہ چشمِ میگسار

❖

فریبِ نگاہ

کس لیے صیّاد چُن دیتے ہیں کلیاں دام پر
کیوں جہنّم پر ہیں جنّت کی بہاروں کے حجاب
لطف کے پردے میں کیوں ترچھی نگاہیں ڈال کر
میری نیندیں لُوٹ لیتی ہے وہ چشمِ نیم خواب

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

بے چین ساربان

کیا ہُوئیں اے دوستو میلے کو چلنے والیاں
مَیں کجاوے کَس کے بیٹھا ہُوں اندھیری رات میں
کوئی کہہ دیتا صبوحی سے کہ مَیں بے بس ہُوں آج
ہائے یہ دس کوس کا لمبا سفر برسات میں

⁂

مُنتظر جھُولا

عید کا دن ہے فضا میں گونجتے ہیں قہقہے
جھُولتی ہیں لڑکیاں جھُولوں پہ گاتی ہیں ملہار
میرا جھُولا جس سے ہیں لپٹے ہُوئے سرسوں کے پھُول
دیکھتا ہے ایک نُکڑ کو لپک کر، بار بار

⁂

لطفِ ناتمام

چھت سے یُوں آنچل ہلا دینا بھی کوئی بات ہے
آ کہ پھر تازہ کریں عیش و طرب کی محفلیں
سارا عالم دم بخود ہے، رات ہے برسات ہے
آ، اکٹھے طے کریں کون و مکاں کی منزلیں

چاند کے سجدے

آ رہی ہے نیم کی شاخوں سے چھَن کر چاندنی
چُومتی ہے تیرے پائے یاسمیں کو بار بار
میری مجبُوری کا کیا رونا، کہ مَیں انسان ہُوں
چاند بھی سجدوں کی خاطر ہو رہا ہے بے قرار

⁂

گھاٹ میں

گورے ہاتھوں میں بسنتی چوڑیوں کی آن بان
کالی زُلفوں پر گلابی اوڑھنی کی آب و تاب
ہر قدم پر نقرئی خلخال کے نغموں کی لہر
تیرے پیکر میں مجسّم ہو گئی رُوحِ شباب!

⁂

شبابِ مجسّم

گائیں ڈکراتی ہُوئی پگڈنڈیوں پر آ گئیں
مُرلیاں ہاتھوں میں لے کر مست چرواہے بڑھے
بیریوں کے دُھندلے سایوں میں کھڑا ہُوں منتظر
ایک لڑکی کو گزرنا ہے یہاں سے دن چڑھے

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

تبسّمِ غمّاز

کھڑ کھڑاتی ڈول وہ دھم سے کنوئیں میں گر گئی
دم بخود پنہاریاں کنگن گھماتی رہ گئیں
وہ کنوئیں میں ایک چرواہا اُترنے کو بڑھا
وہ جُستجو کی نگاہیں مُسکراتی رہ گئیں

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

جانے کہاں!

لڑکیاں چُنتی ہیں گیہوں کی سُنہری بالیاں
کاٹتے ہیں گھاس مینڈھوں پر سجے بانکے نوجواں
کھوئی کھوئی ایک لڑکی بیریوں کی چھاؤں میں
دیکھتی ہے گھاس پر لیٹی ہُوئی جانے کہاں!

٭

حیاتِ نَو

ہائے یہ کالی گھٹا کا گنگنانا بار بار
ہائے یہ کھپریل کے چھپّر پہ بوندوں کا ملہار
ہائے یہ بھیگے ہُوئے آنچل میں بجلی کے خطوط
تن گئے ہیں یک بیک پھر سے شکستہ دل کے تار

افسانۂ محبّت

کس قدر بدنام ہیں میری جنوں سامانیاں
اور کتنی مختصر سی داستانِ عشق ہے
وہ نگاہوں کا تصادم! وہ لبوں کی کپکپی!
اور وہ کانسی کی گاگر کا چھلکنا پے بہ پے

٭

لے کی مے

ہائے وہ سارنگیوں کے تار، وہ تانیں تری
اور حنا آلود پوروں کا وہ رقصِ بے خودی
چھا رہی ہے چرخ کے تاروں پہ بن کر موجِ نور
زندگی، موسیقیوں کے جال میں لپٹی ہوئی

٭

دیدارِ عام

دھیمے دھیمے چل رہی ہیں کیوں ہوائیں آج رات
محو ہیں کس کے تصوّر میں فضائیں آج رات
تم بھی اے تارو! اُتر آؤ فرازِ کوہ پر
عام کر دوں گا صبوحی کی ادائیں آج رات

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

لمحۂ فرصت

کٹ چکی جب فصل اور دہقان سستانے لگے
اِک کھنڈر کے پاس وہ یُوں آئی کتراتی ہُوئی
جیسے اِک ہلکی سی بدلی، اَبر چھٹ جانے کے بعد
اُودے پربت کی طرف جاتی ہے اٹھلاتی ہُوئی

کیفِ خلوت

ساحلِ دریا ہے، سنّاٹا ہے، وقتِ شام ہے
سرسراتی ہے ہَوا اور ناچتا ہے میرا دل
اب تو خلوت پر گمانِ جلوہ گاہِ عام ہے
نازنیں پیکر سا اِک رقصاں ہے دل کے متّصل

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

خیر مقدم

جانے اس دُھندلے اُفق پر کس حسیں کو دیکھ کر
اپنی باہوں کو ہلاتی ہتی کھجوروں کی قطار
چاندنی کے بھیس میں اٹھکیلیاں کرتا ہُوا
وہ اُتر آیا ہے ٹیلوں پر کوئی مستانہ وار

الف لیلہ کی ایک رات

بج رہی ہیں ہولے ہولے کارواں کی گھنٹیاں
رینگتی جاتی ہے صحراؤں میں اُونٹوں کی قطار
ایک دوشیزہ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں
دیکھتی ہے جانے کیوں سُوئے اُفق دیوانہ وار

❖

محبّت کے کھنڈروں میں

ہاں اسی وادی میں اپنی داستانیں دفن ہیں
ہاں اسی چوٹی پہ لہرایا تھا آنچل آپ کا
ہاں اسی جھرنے میں جب جلتے تھے تاروں کے چراغ
کس قدر شدّت سے دل ہوتا تھا بے کل آپ کا

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

❖

میرے شبستاں

ہاں اِنہی مڑتی ہُوئی راہوں پہ اکثر، وقتِ شب
ہم اُڑا کرتے تھے، ہو کر مست اُونٹوں پر سوار
اس کھنڈر میں بیٹھ کر آنسو بہائے بے سبب
اُن چٹانوں پر کھڑے ہو کر ہنسے بے اختیار

ہمہ گیری

جھاڑیاں کملا گئیں اور کھیت سُونے ہو گئے
اُڑتے پھرتے ہیں بگولے جھونپڑوں کے آس پاس
اے صبُوحی! تجھ کو جاتا دیکھ کر پردیس میں
اِک مِرا دل بجھ گیا، یا ہو گئی دُنیا اداس!

⁂

نادیدہ دوست

وہ اُفق سے ایک بدلی نے اُٹھایا اپنا سر
نیم کی شاخوں میں کُچھ گانے لگی ٹھنڈی ہوا
دیکھتا ہُوں کچھ، مگر محسوس کر سکتا نہیں
میرے دل سے یہ نکل کر کون باہر آ گیا؟

⁂

موہوم آواز

رُوح کے پُرہول ویرانوں میں پچھلی رات کو
تیرتی ہے ایک دوشیزہ کی یہ موہُوم لَے
"راہ تکتی ہُوں تری، بیٹھی ہُوئی پردیس میں
تو کبھی دھوکا نہیں دے گا، مجھے معلُوم ہے!"

اُمیدوں کے کھنڈر

ہائے یہ میری جنوں ساماں محبّت کے کھنڈر
جیسے اِک بوسیدہ ایواں کے شکستہ بام و در
ہائے یہ گزری ہوئی گھڑیوں کا لحنِ دل خراش
بُوم کی آواز کا جیسے فضاؤں پر اثر

٭

اے محبّت

اے محبّت، اے مرے جذبات کی رنگین اُڑان
ابتدا کتنی رسیلی تھی تری، کتنی گداز
اور یہ انجام، جیسے خوں شدہ کلیوں کا ڈھیر
اور یہ تیری یاد، جیسے باز کے چُنگل میں قاز

٭

مٹّی کا دیا

پھونس کی کٹیا میں یُوں جلتا ہے مٹّی کا دیا
جیسے ویرانوں کی تنہائی میں پردیسی کا دل
گاہے گاہے اِک پتنگا ڈالتا ہے دائرے
جس طرح یادوں پہ لہراتی ہے رُوحِ مضمحل

KUTUB KHANA.
JALALI BOOKS
JALALI

خامیاں

ان گنت آنکھیں مرے حالِ زبوں پر روئی ہیں
میری ناکامی پہ تھرّائے ہیں سینے بے شمار
ہائے وہ آنکھیں جو سب کچھ دیکھ کر بیگانہ ہیں
آہ وہ سینہ، نہیں جو میرے غم کا راز دار

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

دردِ تنہائی

آہ اے بھٹکے ہُوئے بے کس مُسافر یوں نہ رو
دردِ تنہائی سے ہے تیرا دلِ مایوس چُور
دیکھ ان ٹیلوں کی جانب اُن بگولوں کے قریب
اتنے لمبے چوڑے ویرانے میں اِک تنہا کھجُور

دن کا چاند

مدّتیں گزریں کہ جب آباد تھا پہلو مرا
جب تری ہستی تھی دارائے زمین و آسماں
اب نظر آتا ہے یُوں مجھ کو ترا عکسِ جمیل!
جیسے دن کا چاند ہو گہرے دھندلکوں میں نہاں

اُمید و بیم

دم بخود ہیں گھاس پر معصوم بھیڑوں کے ہجوم
اور معلّق ہر طرف پرچھائیاں ہیں نیم کی
جانے کیوں اس خواب آلودہ فضا کے باوجود
کشمکش سی ہے مرے دل میں اُمید و بیم کی

✣

نغمۂ شادی نوحۂ غم

گونج ہے شہنائیوں کی، دُھوم ہے بارات کی
پھر رہی ہیں کھیلتی ہنستی، مچلتی، ناریاں
گاؤں سے کچھ دُور اِک سنسان گورستان میں
ہو رہی ہیں ایک سادہ قبر کی تیّاریاں

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

✣

مرحوم محبوبہ

جا رہی ہیں ٹھنڈ سے سمٹی ہوئی پنہاریاں
گا رہے ہیں چند چرواہے ترانے دُکھ بھرے
اے مری مرحوم محبوبہ! ترے کمزور ہاتھ
مَیں نے لہراتے ہُوئے دیکھے دُھندلکوں سے پرے

زندگی کا کھیل

ہائے کیوں فطرت کو معصوموں پہ رحم آتا نہیں
مختصر ہے کس قدر یہ زندگی کا کھیل بھی
سو رہی ہے ایک سادہ سی لحد میں بے خبر
وہ حسیں لڑکی جو کل کھیتوں میں محوِ رقص تھی

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

ایک بچّے کی موت پر

چاند اب تک تیری خاطر ناچتا ہے جھیل پر
ڈھونڈتی ہیں تتلیاں اب تک تجھے اشجار میں
دَف بجاتی بدلیاں آتی ہیں اب تک صَف بہ صَف
اور دھنک جادو جگاتی ہے ابھی کہسار میں

دُھندلی پگڈنڈی

شام کو کل اِک مُسافر نے کیا مجھ سے سوال
"ختم ہو جاتی ہے اس وادی کی پگڈنڈی کہاں؟"
اُن دُھندلکوں کی طرف میں نے اشارہ کر دیا
اور بھرّائی ہُوئی آواز میں بولا "وہاں!"

ماضی کی چٹکی

مجھ سے کل کھیتوں میں اِک مردِ معمّر نے کہا
"چلچلاتی دھوپ میں آوارہ کیوں پھرتا ہے تُو؟
آہ لیکن مجھ کو کیا کہنا تھا اور کیا کہہ گیا!
مَیں بھی اس سن میں پھرا کرتا تھا اکثر کُو بکُو!"

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

ناصحِ مشفق

مجھ سے کل پنگھٹ پہ اِک بڑھیا نے ہولے سے کہا
"رنگ کیوں پیلا ہے تیرا، سُست ہے کیوں تیری چال
وہ صبوحی گاگریں بھر کر کھڑی ہے دم بخود
گاگر اُس کے سر پہ رکھ، آنچل ذرا سا کھینچ ڈال!"

داغدار آنچل

رَن میں جانے کے لیے تیار بیٹھے ہیں جواں
گردنیں اکڑی ہُوئی، رُخ پر جوانی کی بہار
ایک جانب دم بخود استادہ ہیں کچھ لڑکیاں
اپنی آنکھوں میں چھپائے آنسوؤں کے آبشار

وُرود

آج چوراہے پہ بستی کے ہے جمگھٹ کس لیے
رَن سے شاید واپس آیا ہے کوئی بانکا جواں
جھونپڑی سے ہولے ہولے وہ کسی کا سر اُٹھا
خشک لب، زلفیں پریشاں، چہرہ فق، آنسو رواں

خوش آمدید

دُور وہ چھوٹے سے اسٹیشن پہ اِک گاڑی رُکی
سینہ تانے اِک جواں اُترا ہے کس انداز سے
پاس ہی بوڑھی سی بیری کے تلے اِک خوبرو
جھینپتی، ڈرتی، سمٹتی، اُٹھ رہی ہے ناز سے

استقبال

کچی دیواروں پہ رقصاں ہے دِیے کی روشنی
چھت کے اِک سوراخ سے اُٹھتا ہے رہ رہ کر دھواں
کس کی آمد ہے کہ دروازے پہ ہیں بیٹھے ہوئے
بھولے بچے، مست دوشیزائیں اور بانکے جواں

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

مژدۂ بہار

تند ہوائیں، مست گھٹائیں، آئیں جائیں، دُھوم مچائیں
شاخوں پر البیلی چڑیاں، چونچ سے چونچ ملا کر گائیں
اے دوشیزہ آنکھیں مل کر رقص کر اور کونین پہ چھا جا
جانے کب دل رُک جائے اور جانے کب نبضیں تھم جائیں

ملکۂ ناز

یہ کس شوخ نے سر سے گاگر اُتاری
خموشی سی ہے سارے پنگھٹ پہ طاری
یہ کس پیکرِ ناز کا دبدبہ ہے
کہ بھولے ہیں پیاس اپنی، شہری شکاری

آنکھیں

تری بھیگی آنکھیں
عجب آسماں ہیں
گھٹا چھا رہی ہے
ستارے رواں ہیں

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

انگڑائیاں

محبّت کو خوابِ شبانہ بنا دو
مری زندگی کو فسانہ بنا دو
یہ انگڑائیاں اور خوابیدہ آنکھیں
بہانہ بنا دو، بہانہ بنا دو

KUTUB KHANA.
JALALI BOOKS
JALALI

فن کار سے

ہری کونپلوں پر
ہمکتی ہیں کلیاں
مصوّر اُٹھا لے
یہ رنگوں کی ڈلیاں

معصومیّت

دیکھ ری، تُو پنگھٹ پر جا کر میرا ذکر نہ چھیڑا کر
مَیں کیا جانوں کیسے ہیں وہ، کس کوچے میں رہتے ہیں
مَیں نے کب تعریفیں کی ہیں اُن کے بانکے نینوں کی
"وہ اچھے خوش پوش جواں ہیں"، میرے بھیّا کہتے ہیں

آخر کیوں؟

وہ بادل اُمڈے پُورب سے، وہ بُوندوں کے ساز چھڑے
پتّا پتّا لرزاں ہے اور ڈالی ڈالی رقصاں ہے
لیکن تیرے آنے سے مَیں چُپ سا کیوں ہو جاتا ہُوں
جب تیری بھرپُور جوانی بھی ایسا ہی طوفاں ہے

یکسوئی

دُور ابابیلوں کی ڈاریں پربت پر منڈلاتی ہیں
مَست ہوائیں مَست گھٹاؤں کے پرچم لہراتی ہیں
چار طرف اُن کے قدموں کی چاپ سُنائی دیتی ہے
ذہن میں کانٹے چُبھ جاتے ہیں جب بھیڑیں ممیاتی ہیں

٭

دریا کی سَیر

اُف کِتنا پُر ہول ہے دریا کِتنی بھیانک موجیں ہیں
دیکھو جی اب ہَولے ہَولے ناؤ کنارے لے جاؤ
کِتنی اُونچی لہر اُٹھی ہے جیسے پربت ٹُوٹ پڑے
ریلا آیا، سنبھلو سنبھلو، میرے ہاتھ نہ سہلاؤ

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

بے چارہ

اُن کو خط لکھا تھا لیکن وہ اب تک خاموش رہے
مجھ کو حیراں دیکھ کے اکثر ہنس دیتا ہے ہرکارہ
چِھٹّی آ نکلی تو دل کی ڈالی کونپل چھوڑے گی
اُس کو کیا معلوم ہے آخر، وہ کیا جانے بے چارہ

شام کی اُداسی

لہرائیں سرِ شام مساجد میں اذانیں
تھرّائیں دُھندلکوں میں چراغوں کی زبانیں
نوخیز ستاروں پہ ہے اشکوں کا گماں کیوں
پلکیں مری نم ہو گئیں کیوں — آپ ہی جانیں!

پھُول اور ببُول

تم ہو محلوں کے باسی، مَیں کُٹیا میں رہنے والی
عرش کو فرش سے نسبت کیا ہے، پھُول کہاں اور دھُول کہاں
شال یہ کیا تم نے بھیجی ہے، میرا دل کیسے مانے!
چھنتارے نیموں کے کہاں، بن کے بے رنگ ببول کہاں

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

اعترافِ شکست

خاک نشیں پر رحم نہ فرما، قصرِ حسیں میں رہنے والی
جڑ کی آخر کیا سُدھ لے گی سرو کی سب سے اُونچی ڈالی
تو پھولوں پر سونے والی، مَیں کانٹوں میں بسنے والا
تیرا حُسن نہیں کر سکتا میری محبّت کی رکھوالی

تیری جُدائی

سُورج اُبھرا اور اُفق پر پھیل گیا رنگین اندھیرا
کھوئے کھوئے ویرانوں کو ایک گلابی دُھند نے گھیرا
تیری جُدائی میں اے پیاری دل آباد بھی ہے ویراں بھی
جیسے اِک بے برگ شجر پر اِک بے پَر چڑیا کا ڈیرا

☙

محبّت کھیل نہیں!

کھیل نہیں ہے عشق کی بازی، دل دینا آسان نہیں ہے
نوک پہ تکلے کی پلتا ہے رُوئی کا باریک سا دھاگا
کوئی مرے جی میں کہتا ہے، یہ تو ہوس ہے عشق نہیں ہے
دِیا جلا، پروانہ آیا۔ دِیا بُجھا، پروانہ بھاگا

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

ترکِ محبت کے بعد

میں چکّی کی گھمر گھمر میں جانے کیوں کھو جاتی ہوں
اکثر پتھریلے پاٹوں پر سر دھر کر سو جاتی ہوں
میں تو کب کی اپنے من سے پیت کے دھبّے دھو بیٹھی
جانے کس کی یاد میں ایسی گُم سُم سی ہو جاتی ہوں

KUTUB KHANA.
JALALI BOOKS
JALALI

رَس کا لوبھی

اُلٹی سیدھی باتیں کر کے تم مجھ کو بہلاتے ہو
میرے پروں کو نوچ کے اب تاروں کی سمت اُڑاتے ہو
تم نے شاید رس پینے کو اور بھی کلیاں چُن لی ہیں
آتے ہو بھنورے کی طرح منڈلاتے ہو اُڑ جاتے ہو

افسانہ گو پریاں

میں تو اُن کی قبر پہ نت جاؤں گی سکھی! نت جاؤں گی
کس نے تجھے بتایا قبرستاں میں چڑیلیں رہتی ہیں
میں تو جب جاتی ہوں وہاں یادوں کی پریاں لہرا کر
اپنے پروں کے ساز پہ مجھ سے اُن کے فسانے کہتی ہیں

ویران قبر

دفن ہے اس مٹّی میں وہ دل جس میں عشق کی جوالا بھڑکی
اے بجلی! بادل سے اُتر کر اس ڈھیری کا بوسہ لے لے
جیتے جی جس بدقسمت نے اِک لمحہ بھی چین نہ پایا
بہتر ہے مر کر بھی اُس سے کوئی تند بگولا کھیلے

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

چڑیوں کی پھبتی

یہ دو چڑیاں جو مدّت سے میرے گھر میں بستی ہیں
شور مچا کر میرے اچھے خوابوں کو ڈستی ہیں
میری حیرانی پر ان کی چر چر چوں چوں کیا معنی!
شاید یہ ہنستی ہیں یعنی مجھ پر پھبتی کستی ہیں

عبرت

پھول کی اِک پژمردہ پتّی، گھاس پہ بیٹھی ہانپ رہی ہے
نئی نویلی ایک کلی شاخوں میں چھُپ کر کانپ رہی ہے
دیکھ کے ایک بھکارن کو اِک مرد کے آگے ہاتھ بڑھائے
شہزادی زُلفیں بکھرا کر اپنا سینہ ڈھانپ رہی ہے

تیزروی

تو مِرے پاس جب بھی آتی ہے
قبل از وقت سائے ڈھلتے ہیں
ہائے! آتے ہی وہ ترا کہنا
"شام ہوتی ہے، ہم تو چلتے ہیں!"

ہم آہنگی

ہائے برسات کی سلونی رات
گنگناتے ہوئے سے یہ ظلمات
کیسے آہنگ سے دھڑکتے ہیں
میرا دل اور ترے ملائم ہات

٭

بدلی میں چاند

نیم کی ٹہنیوں کے اُس جانب
چاند شرما کے مُنہ چھپاتا ہے
میرے آنے پہ چلمنوں سے ادھر
تیرا گھبرانا یاد آتا ہے

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

موڑ پر

کتنا بے ڈھب ہے اس گلی کا موڑ
کیا کہیں چوٹ تو نہیں آئی؟
تم نے کیوں ہاتھ رکھ دیا دل پر
کائنات اپنی آنکھ بھر لائی

٭

بہانے کی شوخی

گنگنانا تو اک بہانہ تھا
بس تجھے اس طرف بلانا تھا
اور دکھا کر یہ مسلے مسلے پھول
ترے احساس کو جگانا تھا

٭

سیلابِ تجلّی

سانس لیتے ہوئے جھجکتا ہوں
آپ اپنے سے بدگماں ہوں آج
کس کی زلفیں ہیں میری باہوں پر
کوئی بتلائے میں کہاں ہوں آج

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

مشترکہ راز

سیر کرنے میں کیا قباحت ہے
تجھ کو مرغوب ہے مگر شب کیوں؟

تیرا ہر راز — راز ہے میرا
کپکپانے لگے ترے لب کیوں

شب کو ...

بال آوارہ، ہونٹ بے رونق
اور آنکھیں ہیں کھوئی کھوئی سی
شب کو کس کے نصیب جاگے تھے؟
نظر آتی ہو سوئی سوئی سی

❁

ایک پہیلی

کل گھنے شبنموں کے سائے میں
کس نے جا کر دیا جلایا تھا
اور اُجڑی ہوئی محبّت کا
ایک دلدوز گیت گایا تھا

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

ماحول

دُور سے مجھ پہ مُسکراؤ نہیں
جب ملاقات خواب کی ہے بات
اُف یہ جذبات کی نظر بندی
اُف بزرگوں کا شوقِ لات و منات

کیا خوب!

توڑ لُوں کیوں اُمید کی کلیاں
تم پلٹ کر نہ آؤ گے؛ کیا خوب!
تم نے جو گلستاں سجایا تھا
اس کو خود روند جاؤ گے؛ کیا خوب!

KUTUB KHANA.
JALALI BOOKS
JALALI

٭

جُدائی

بَین کیوں کر رہا ہے اِکتارہ
کیوں لرزنے لگی تری آواز؟
تارے ٹکرا کے ٹوٹ جاتے ہیں
اب کھُلا مجھ پہ زندگی کا راز

آنسو

اشک لرزاں ہے تیری مژگاں پر
یا مری آرزو کا سایا ہے
یا لجاتے ہوئے ستاروں کا
ایلچی آسماں سے آیا ہے

❖

ناقابلِ فراموش

کانٹوں میں لوٹتا پھروں گا میں
خون پی لوں گا، آگ چھو لوں گا
بھولنے والے تیری بھول مگر
میں نہ بھولا ہوں میں نہ بھولوں گا

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

❖

بے نام خمار

آسماں پر گھٹائیں چھانے لگیں
ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں گانے لگیں
بات کیا ہے کہ تجھ کو دیکھے بغیر
مجھ کو انگڑائیاں سی آنے لگیں

مزارِ شباب

دھندلے محراب میں ہے خوابیدہ
داستاں میری زندگانی کی
اپنے دربار میں چراغ جلا
یہ لحد ہے مری جوانی کی

⁂

آنسوؤں کا مزار

میرے دیوانہ وار ہنسنے پر
میرے بدخواہ مجھ سے بدظن ہیں
جن کو بے درد قہقہے سمجھے
وہ مرے آنسوؤں کے مدفن ہیں

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

⁂

سینہ خالی آنکھیں ویراں

سحر زا اب صدائے چنگ نہیں
اور پھولوں میں کوئی رنگ نہیں
سوچتا ہوں کہ جی رہا ہوں کیوں
میرے دل میں کوئی امنگ نہیں

سُست رَو چاند

اب ترا انتظار ختم ہُوا
دل میں وہ ولولہ نہیں ہے اب
کِس قدر سُست رُو ہے چاند مگر
تھا جہاں شام کو، وہیں ہے اب

⁂

ساحل شب

مَیں، کہ اِک دن تھا گرمیٔ محفل
کب سے ہُوں منتظر لبِ ساحل
جب کوئی مَوج سر اُٹھاتی ہے
آہ بھرتا ہُوں اِک بصد مشکل

⁂

ایک مذاق

گو ضرورت نہیں مجھے اس کی
دل کو اِک بار پھر اُبھرنے دے
موت کا وقت جب مقرّر ہے
زندگی سے مذاق کرنے دے

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

شہیدِ التفات

تُو نے جب التفات سے دیکھا
یُوں ہٹے حوصلے مرے دل کے
جیسے ٹُوٹی ہُوئی کوئی کشتی
ڈُوب جائے قریب ساحل کے

❋

پھُول اور کانٹے

پھُول تم پر نثار ہوتے ہیں
اور تم گاگریں اُٹھاتی ہو؟
یہ کوئی چوٹ ہے مشیّت پر!
یا مجھے آئینہ دکھاتی ہو؟

❋

نقش کاری

سُرخ گاگر پہ کالے کالے پھُول
کِس قیامت کی نقش کاری ہے
لڑکھڑایا نگاہ کا بھونرا
جیسے رَس کا خمار طاری ہے

KUTUB KHANA.
JALALI BOOKS
JALALI

لَے کی خراش

تری مدہوش لَے یوں ڈالتی ہے
خراشیں سطحِ احساسِ نہاں پر
کہ جیسے نصف شب کی خامشی میں
ستارے ٹُوٹتے ہیں آسماں پر

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

کافر گھٹائیں

اُفق پر ابر گھِرتا آ رہا ہے
دُھندلکا چار جانب چھا رہا ہے
مرے مبہُوت دل کی خلوتوں میں
کوئی دھیمے سُروں میں گا رہا ہے

٭

خلوت

یہ پیلی وسعتیں، یہ بھُورے ٹیلے
یہ مٹیالا اُفق، یہ چاندنی رات
کجاوے کے حجابوں سے نکل کر
سُنا ماضی کے قصّے، حال کی بات

کِرنوں کا جالا

سِسکتے چاند نے بادل میں چھُپ کر
بُنا ہے نقرئی کرنوں کا جالا
حسیں بیمار کے چہرے پہ جیسے
کِسی بے نام تابانی کا ہالا

٭

عرفانِ تمنّا

رہی اِک عمر سے جس کی تمنّا
مجھے وہ کام کرنا آگیا ہے
تری اُمید میں جیتا رہا ہوں
مجھے واللہ! مرنا آگیا ہے

٭

رازِ جانانہ

محبّت میں گنوا دی زیست، لیکن
سمجھ میں رازِ جانانہ کب آیا
لگایا شمع نے سینے سے جس کو
پلٹ کر پھر وہ پروانہ کب آیا

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

تعجّب!

محبّت مُنہ چھُپاتی پھر رہی ہے
تمنّا لڑکھڑاتی پھر رہی ہے
مگر با ایں ہمہ، تیری جوانی
بھڑکتی، گیت گاتی پھر رہی ہے

نیا پہلو

مری حالت پہ تیری اشکباری!
یہ تُو نے راز کھولا ہے کہاں کا!
یہ مرجھائے ہُوئے پھُولوں پہ شبنم!
نیا پہلو ہے تصویرِ جہاں کا!

٭

مَیں اور تُو

مرا سوزِ محبّت بے حقیقت
ترا نقشِ تجلّی غیر فانی
مری دُنیا خزاں کا عکسِ بے رنگ
بہارِ بے خزاں تیری جوانی

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

عنایتِ بے پایاں

اگرچہ زندگی ہے چاک در چاک
جسے تارِ نفس سے سی رہا ہوں
مگر کچھ کم نہیں تیری عنایت
محبّت کر رہا ہوں، جی رہا ہوں

❖

تب اور اب

یہ تب کی بات ہے جب ہم جواں تھے
مگر اے ہم سفر یہ درد اب کیوں
اندھیری گھاٹیوں میں گونجتے ہیں
پرانے نالہ ہائے نیم شب کیوں

❖

جوانی سے پہلے

یہی ہنگامۂ سود و زیاں تھا
یہی بے رنگ اور بے رس جہاں تھا
یہی مَیں تھا، یہی تم تھے، ولیکن
نہ جانے اُن دنوں یہ دل کہاں تھا

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

دُکھوں کا دلاسا

مرا ہمدم گیا پردیس جب سے
درِ دل کھول کر بیٹھا ہُوں تب سے
دُکھی ہُوں پھر بھی بہلاتا ہُوں اکثر
دُکھوں کو خندہ ہائے بے سبب سے

⁂

دردِ بے درماں

کسے شکوہ ہے کس کافر کو غم ہے
بھلا یہ درد کیا درماں سے کم ہے
وہ آئے اس طرح بہرِ عیادت
کہ گردن خم ہے، چشمِ ناز نم ہے

⁂

یادِ ماضی

جبیں بے رنگ، کاکل گرد آلُود
لبوں پر پپڑیاں، گالوں پہ سایا
تری آنکھوں کے ڈورے سُرخ کیوں ہیں
تجھے کیا عہدِ ماضی یاد آیا؟

اضطراب

بُجھا دو، شمع کافوری بُجھا دو
گلوں کو روند دو، سیجیں اُٹھا دو
اُنھیں اِک اور جنّت مِل گئی ہے
مِرے فردوس کو دوزخ بنا دو

⁂

عدم

وہ آیا زیست کا دُھندلا کنارا
یہاں سے اب کہاں جانا پڑے گا
نہ دیکھو گھور کر ظالم اندھیرو
سمجھتا ہُوں، جہاں جانا پڑے گا

⁂

چارہ گروں سے

مری بالیں سے اُٹھ کر یُوں نہ روئیے
نہ اب دل میں غمِ دیرینہ لائیے
مَیں اپنے آپ سے آنکھیں ملا لوں
صبُوحی سے کہو، آئینہ لائیے

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

شکستِ ساز

جوانی کے نشاط انگیز نغمے
نہ گاؤ، بس نہ گاؤ، اب نہ گاؤ
مَیں آوازِ شکستِ دل سُنوں گا
کوئی ٹُوٹا ہُوا بربط بجاؤ

⁂

الوداع

اُڑا جاتا ہُوں سپنوں کی فضا میں
خموشی کے سُروں میں گا رہا ہُوں
وہ آنکھیں مُند گئیں، وہ سانس اُکھڑی
مجھے آواز دو ــ میں جا رہا ہُوں

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

⁂

بے دِلی

نظر آئی نہ اب تک منزلِ دوست
اگرچہ کام کچھ مشکل نہیں تھا
بایں ذوقِ طلب، یہ نامرادی!
مِرے سینے میں شاید دل نہیں تھا

جینے کا عزم

دمادم چاک ہائے دل سِیوں گا
لہو اپنی اُمیدوں کا پیوں گا
مگر دعوت نہ دُوں گا موت کو مَیں
جیوں گا، مَیں جیوں گا، مَیں جیوں گا

محبوبۂ صحرائی

یہ بانکی سانڈنی، چٹیل بیاباں، اُونگھتی راہیں
یہ مدّھم چاند کی کرنیں، یہ حسرت ناک خاموشی
ترا خیمہ کہاں ہے او مِری صحرائی محبُوبہ
جہاں نیندیں سجاتی ہے تری آنکھوں کی مدہوشی

*

دعوت

اِدھر آؤ نہائیں جھیل کے شفّاف پانی میں
چلو، موجوں سے کھیلیں مست ہو کر گیت گائیں ہم
اِدھر آؤ، بُلاتی ہیں یہ بل کھاتی ہُوئی راہیں
چلو، پربت کی چوٹی پر، ستارے توڑ لائیں ہم

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

مختصر راتیں

ستارے ماند پڑتے جا رہے ہیں، صبح آ پہنچی
اندھیرا نُور کے سیلاب سے گھبرا کے بہ نِکلا
صبُوحی! مختصر کیوں ہو گئی ہیں آج کل راتیں؟
تجھے مَیں نے ابھی تک خُوب جی بھر کے نہ دیکھا تھا

⁂

اُجاڑ

یہ سہمی سہمی راہیں اور یہ کھوئے کھوئے چرواہے
یہ پیلی گھاس بھُوکی بکریاں، بے رنگ و بُو وادی
جدھر دیکھو اُدھر وحشی بگولے رقص کرتے ہیں
صبُوحی کیا سدھاری چھا گئی دُنیا پہ بربادی

⁂

ایک رات

اُمڈ آئی گھٹا، تاروں کی محفل ہو گئی برہم
مسافر تھم گئے صحراؤں کی ویران راہوں میں
ہم اُن کی دُھن میں ٹیلے پر کھڑے ہیں دم بخود لیکن
وہ محوِ خواب ہوں گے اپنی رنگیں بارگاہوں میں

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

خوابِ سحر

وہ پگڈنڈی پہ کس کے تیز گھوڑے کا غبار اُٹھا
وہ کس کے ریشمی کپڑے ہوا میں پھڑپھڑاتے ہیں
مجھے چاروں طرف ایسا نشہ محسوس ہوتا ہے
کہ جیسے صبح کی دُھندلاہٹوں میں خواب آتے ہیں

دُھندلی خلا

خنک جھونکے فضا پر نشّہ بن کر چھائے جاتے ہیں
وہ اُبھرا چاند، لہریں ڈھل گئیں، تارے ہوئے مدھم
نہیں کچھ بے سبب دُھندلی خلا میں گھورنا میرا
اِک افسانہ سُناتی ہے مجھے یہ چاندنی ہمدم

KUTUB KHANA.
JALALI BOOKS
JALALI

٭

جوگ

شکستہ مقبروں میں ٹوٹتی راتوں کو اِک لڑکی
لیے ہاتھوں میں بربط، جوگ میں کچھ گنگناتی ہے
کہا کرتے ہیں چرواہے کہ جب سُنتے ہیں گیت اس کے
تو اِک تازہ لحد سے چیخ کی آواز آتی ہے

آمدِ شباب

مہندی رچا کے پاؤں میں، یہ ناچنے کا شوق
بکھرا کے زلف دوش پہ، یہ بھاگنے کی دُھن
شاید کسی کی مست جوانی کے ہیں نشاں
یہ صبح صبح سونے کی، شب جاگنے کی دُھن

٭

تیز رو رات

جانے وہ کس خیال میں ہے محو اس قدر
دیکھا نہیں نظر نے جی بھر کے رُوئے یار
وہ آ گئی، چاک چاک گریباں لیے سحر
اے رات! تیری تیز روی پر خدا کی مار

٭

اِنتظار

اُف یہ طویل رات، یہ پُر ہول ظلمتیں
بیٹھا ہُوں کتنی دیر سے آغوش وا کیے
آرائشِ جمال میں تم ہو ابھی مگن
اور میں نے آسمان کے تارے بھی گن لیے

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

ماضی کی چٹکی

باوں میں بُوندیوں نے ستارے سے چُن دیے
وہ اوڑھنی ہوا کے تھپیڑوں میں پھڑپھڑائی
سینے پہ میرے کِس کی تجلّی کے ہیں خطوط
یہ کِس نے دل میں چٹکی سی لی، کِس کی یاد آئی

سرزنش

پنگھٹ پہ کل کسی نے مرا ہاتھ تھام کر
یوں آنکھ بھر کے دیکھا کہ مَیں لڑکھڑا گیا
چنگاریاں چمکنے لگیں دل کے آس پاس
اِک بُھولا بِسرا عہد مجھے یاد آ گیا

٭

ایک مختصر افسانہ

شہنائیوں کے شور میں ڈولی جونہی اُٹھی
اِک نوجواں کہیں سے پُکارا "مجھے بچاؤ"
سرکا کے پردہ دِھیرے سے بولی حسین دُلھن
"کیا دیکھتے ہو، جاؤ بھی للّٰہ! جاؤ! جاؤ!!"

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

خاموش طوفان

اُف کس قدر خموش ہے یہ نصف شب کا دور
اُف کتنی گہری سوچ میں ہے غرق کائنات
لیکن یہ میری رُوح کی تاریکیوں میں کیوں
طوفان بن کے گونج رہے ہیں تصوّرات

ڈور کٹ گئی

نیلی فضا میں اُڑتا رہا اک حسیں پتنگ
جب ڈور کٹ گئی تو وہ یوں دُور گر گیا
جیسے مرا نیاز، تری بے رُخی کے بعد
سنبھلا، مگر شکوک کے نرغے میں گھر گیا

٭

نا اہل

یہ صاف افترا ہے کہ ذوقِ نظر نہیں
بہتان ہے کہ سینے میں اب دل نہیں رہا
لیکن غموں کی آگ میں جل جل کے رات دن
تیرا ندیم اب ترے قابل نہیں رہا

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

جُدائی

شیشم کی ایک شاخ سے جب فاختہ اُڑی
پتّوں نے سر پٹخ کے کہا، "جلد آئیو"
مَیں جا رہا ہُوں اور تمھیں کچھ خبر نہیں
دیہات کے اداس پہاڑوں کی چوٹیو!

⁂

جھپک

دیکھتی جا بس اسی انداز سے
دل دھڑکنا بھُول کر سو جائے گا
چشمِ میگوں! تو اگر جھپکی کبھی
اک ذرا سی جان کا خوں ہو جائے گا

⁂

بازیچہ

میرے دل کی بس وُہی حالت ہُوئی
جب وہ آیا، مُسکرایا، چل دیا
جیسے بچّے نے شگفتہ پھُول کو
توڑ کر سُونگھا، اُچھالا، مل دیا

KUTUB KHANA.
JALALI BOOKS
JALALI

داغہائے دل

جب تصوّر میں صبُوحی مُسکرائے
یُوں چمک اُٹھتے ہیں میرے دل کے داغ
شام کے ہنگام جیسے اے ندیمؔ
جِھلملاتے ہیں دُھندلکوں میں چراغ

٭

دو حالتیں

حُسن محوِ خواب کے سیلاب میں
نیند پلکوں سے ٹپک کر بہ گئی
تم نے جب آنکھیں ملیں، انگڑائی لی
زندگی اِک خواب بن کر رہ گئی

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

٭

ایک دفعہ کا ذکر ہے

اُن سے مِلنے کی تمنّا مِٹ چکی
ان کا یاد آنا فسانہ ہو چکا
ہم گِنا کرتے تھے اُن زلفوں کے خم
وہ بھی اِک دن تھا، زمانہ ہو چکا

احساسِ نشاط

یہ جہاں فانی سہی، بے رس نہیں
روز و شب فریاد میرا بس نہیں
کیوں نہ میں روشن کروں شمعِ نشاط
زندگی انبارِ خار و خس نہیں

٭٭

مبہم انگڑائی

رواں دواں ہے زمیں بیکراں خلاؤں میں
مگر صدا کوئی اُٹھتی نہیں ہواؤں میں
بس اتنی بات ہے جب رات جانے والی ہو
مچلنے لگتی ہیں انگڑائیاں فضاؤں میں

٭٭

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

روشن دھند

کھڑے ہیں کس کے اشارے سے یہ بلند پہاڑ
یہ کس کے حکم سے لہریں ہیں محوِ رقص و سرود
یہ کون پردہ نشیں کر رہا ہے مجھ سے مذاق
کہ میرا ذوقِ تجسّس ہے سر بسر بے سُود

تلاشِ بے سُود

ستارہ کانپ کے ٹوٹا، فضا میں ڈوب گیا
مرے کلیجے میں جیسے کسی نے چٹکی لی
تری تلاش کی یہ انتہا ہے، ربِّ عظیم
کہ ایک ننھّی سی معصوم روح کھوئی گئی

ہندی نوجوان سے

نہ تجھ کو غلبۂ افرنگ ناگوار رہا
نہ تیری رُوح پہ محکومیت کا بار رہا
میں تیرے مذہبِ ماحول کا ثناخواں ہُوں
کہ جن کے دم سے تجھے بھُوک کا خمار رہا

KUTUB KHANA.
JALALI BOOKS
JALALI

٭

بھوکا دیہاتی

بلک رہی ہے دمادم مشین آٹے کی،
گرج رہا ہے وہ پٹڑی پہ شعلہ بار انجن
وہ تنگ باڑوں سے بھیڑیں پکارتی ہیں مجھے
کہ آج پیٹ کے کہنے پہ تج رہا ہُوں وطن

مفلس

لگان دوں گا، مگر میرے پاس خاک نہیں
کوئی سبیل میں دو روز میں نکالوں گا
غریب ہُوں مگر اب گالیاں نہ دیجے مجھے
مَیں اپنی بیٹی کے دو بُندے بیچ ڈالوں گا

☆

انقلاب

مجھے خدا کے لیے یُوں پلٹ پلٹ کے نہ دیکھ
اُلٹ نہ جائے زمان و مکاں کی پہنائی
کہ تیرے رُخ پہ گلابی حیا کی لہروں میں
وہ لے رہے ہیں کئی انقلاب انگڑائی

☆

کون؟

یہ کس نے سر پہ ستاروں کا شامیانہ تنا
یہ کس نے پاؤں تلے فرشِ سبز پھیلایا
یہ کس نے رات کی مسحور کن خموشی میں
مجھے جگا کے شرارہ سا دل میں چمکایا

عزم

ان بھیانک، جلی چٹانوں میں
زندگی کا سُراغ پاؤں گا
ہم سفر تو ٹھہرتا ہے تو ٹھہر
مَیں تو ان چوٹیوں پہ جاؤں گا

پیشگوئی

عرش سے ماورا ملیں گے آپ؟
اِس قدر دُور کیا ملیں گے آپ!
عشق اپنا اگر بلند رہا
پستیوں ہی میں آملیں گے آپ

٭

مقدّر سے

وہ قریب آگیا دیارِ حبیب
میری تقدیر! کیا ارادے ہیں
اب بھی کہہ دے کہ میرے احساسات
بھولے بھالے ہیں، سیدھے سادے ہیں

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

دُعا

کتنے رازوں کے پھول مَیں نے چُنے
ہاں مگر ایک ہی کلی نہ کھِلی!
مانگ کر طُولِ زندگی کی دعا
ہاتھ پھیلائے جب، تو موت ملی

٭

قربانی

مَیں اگر چاہتا، تو نام اپنا
عرش کے کنگروں پہ لِکھ آتا
کاش! تو دیکھتا مِرا ایثار
کاش! تو آشکار ہو جاتا

٭

بے بسی

زندگی کا عذاب سہ نہ سکا
تیری حد بندیوں میں رہ نہ سکا
باوجود اس قدر بغاوت کے
مَیں نے جو کہنا چاہا، کہہ نہ سکا

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

ایک راز

اِس حقیقت کو فاش کرنے میں
مجھ کو واللہ، کچھ ہراس نہیں
مَیں تو تیرا ازل کا ساتھی ہُوں
تُو اگر مجھ سے روشناس نہیں

زیست کا زہر

میرا ایمان ہے رضا تیری
دیکھ کس بے دلی سے جیتا ہُوں
کِس قدر تلخ ہے شرابِ حیات
سب سمجھتا ہوں پھر بھی پیتا ہُوں

٭

بنگالی قحط زدہ کی زبانی!

کاش یہ سنگ دل سیاست باز
تھپکیوں سے نہ ہم کو بہلاتے
غمگساروں کے دردناک الفاظ
کاش چاول کے دانے بن جاتے

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

پھُول اور مقتول

کیکروں کے سفید کانٹوں پر
یُوں اٹکتے ہیں پیلے پیلے پھُول
جیسے نیزوں میں ہوں پروئے ہُوئے
حریّت دوست، نوجواں مقتول

٭

تنبیہ

قطرہ ہُوں، مجھ کو بے کنار نہ کر
راز ہُوں، مجھ کو آشکار نہ کر
اور اگر کھیلنا ہے کھیل تجھے
حشر میں میرا انتظار نہ کر

٭

نظامِ نو

چار جانب ہے شورِ رستا خیز
سوچ میں غرق ہے دلِ پرویز
اور افلاس کے ستائے ہُوئے
کرتے پھرتے ہیں تیغ و خنجر تیز

چار راز

ولولوں کا نقیب دورِ شباب
عہدِ پیری ہے منبر و محراب
یہ جہاں ہے تغیرات کا نام
زندگانی ہے رعشۂ سیماب

ایک التجا

فکرِ گستاخ کی اُڑانوں سے
میرے محبوب! کیا زیاں تیرا
مجھ سے دُوری تجھے نہیں جچتی
میں تو ہُوں ایک ترجماں تیرا

KUTUB KHANA.
JALALI BOOKS
JALALI

٭

نفرت کا سبب

قہر ہے رسمِ آشیاں بندی
اور اس پر فضا کی پابندی
بندہ تیرا ہی احترام کرے
گر چکھے لذّتِ خداوندی

در گزر

تجھ سے کس کو گلہ ہے میرے رفیق
ابتدا سے ہے یہ جہاں کا طریق
توڑ کر وہم و خوف کے اصنام
بن گیا ہوں میں کافر و زندیق

معیارِ التفات

کتنے بے باک، کس قدر بے تاب
اس بھری بزم میں مجھی سے خطاب
کیسے ان کو نظر نہ آؤں میں
اب جوانی کہاں سے لاؤں میں

❊

عورت

سر بسر ایک ساز تیری ذات
پھر بھی صدیوں کا راز تیری ذات
راز آواز کی تلاش میں ہے
اور وہ ساز کی تلاش میں ہے

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

اُڑے ہُوئے تنکے

دوپہر - لُو - غبار - خاموشی
تنکے یوں اُڑ رہے ہیں گلیوں میں
جیسے مرحوم باپ کی دولت
نوجوانوں کی رنگ رلیوں میں

بے کرانی

اِن ستاروں سے پرے اور ستارے بھی تو ہیں
جن کے پرتَو سے منوّر ہیں کئی اور جہاں
ان جہانوں سے پرے اور جہاں بھی ہوں گے
میرے سیارۂ رنگیں کی طرح رقص کناں

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

دُنیائے جذبات

کِتنے قصّے ہیں جو بیگانۂ اظہار رہے
کِتنی باتیں ہیں جو انفاس میں گھُل جاتی ہیں
کِتنی تصویریں بنا کرتی ہیں مستقبل کی
ذہن میں ڈھلتی ہیں، احساس میں گھُل جاتی ہیں

اِنکشاف

تُو ستاروں سے بہت دُور ہے مَیں جانتا ہُوں
اپنی مخلوق سے مستور ہے، مَیں مانتا ہُوں
لیکن اِک راز سے آگاہ کیے دیتا ہُوں
مَیں شناسا ہُوں ترا، مَیں تجھے پہچانتا ہُوں

ہمہ اوست

مَیں نے معصوم بہاروں میں تجھے دیکھا ہے
مَیں نے موہوم ستاروں میں تجھے دیکھا ہے
میرے محبوب! تری پردہ نشینی کی قسم
مَیں نے اشکوں کی قطاروں میں تجھے دیکھا ہے

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

ڈُوبتا چاند

صاف کھلیان پہ غلّے کا سنہری انبار
چارسُو بیٹھے ہیں دہقان، تھکے ہارے سے
ڈوبتے چاند کے ہالے میں ہوں تارے جیسے
روئے روئے سے، پریشان سے، بے چارے سے

سنہری ہتھیار

شہر سے آیا ہُوا بانکا شکاری مجھ کو
کسی نواب کا فرزند نظر آتا ہے
کہ جب آتا ہے ٹہلتا ہُوا پنگھٹ کے قریب
کھنکھناتا ہُوا جیبوں کو گزر جاتا ہے

☼

حکمران

کتنے سُلجھے ہُوئے صیّاد ہو، سبحان اللہ
قفسِ سنگ میں کمخواب بچھا دیتے ہو
جب مجھے بھُوک ستاتی ہے تو کتنے ڈھب سے
تھپکیاں دیتے ہو، گاتے ہو، سُلا دیتے ہو

☼

دین و دُنیا

مَیں کدھر جاؤں ؟ - اِدھر دین اُدھر دُنیا ہے
اِس طرف صرف خدا، اُس طرف انبوہِ کثیر
اِس طرف دُھند - دُھواں - ایک مسلسل ابہام
اُس طرف آہِ سحر گاہی، فغانِ شب گیر

مَیں اور تُو

تیرگی، رات کا اعجاز — اُجالا دن کا
رات اور دن ترے اعجاز — تُو میرا اعجاز
تُو مرے ذہن کا مہ، مَیں ترے افکار کا مہر
میری تخلیق میں پنہاں تری تخلیق کا راز

٭

خود شناسی

رنگ جب اپنی حقیقت سے شناسا ہو جائے
لالہ زاروں میں بھڑکتا ہے الاؤ بن کر
رقص جب دائرۂ فن سے اُبل پڑتا ہے
دندناتا ہے سمندر کا بہاؤ بن کر

٭

رقیب

محکوم بھی ہوں، غریب بھی ہوں
آوارہ و بدنصیب بھی ہوں
باوصف تمام خامیوں کے
فطرت! میں ترا رقیب بھی ہوں

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

ایک فلسفی دوست سے!

تو اپنے یقینوں کو جب آزاد کرے گا
تب جا کے یہ اوہام کی زنجیر کھُلے گی
ورنہ تری محبوس خرد پر مرے ہمدم
مر کر بھی مقدّر کی نہ تحریر کھلے گی

٭

تفاوت

مشرق کو اگر شدّتِ احساس نے مارا
مغرب کو غمِ گوہر و الماس نے مارا
لیکن مرے مہتاب جبیں ہم وطنوں کو
محکومی و بیکاری و افلاس نے مارا

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

٭

بغاوت کا نشہ

پیمانہ مِرا پارۂ بلّور نہیں ہے
بادہ مرا افشردۂ انگور نہیں ہے
مَیں رسم و روایت سے بغاوت میں ہوں سرشار
بہتان۔ کہ مستی مری بھرپور نہیں ہے

شکستہ پری

اُونچا تو اُڑوں گا مگر اے جُرأتِ بیباک
لِلّٰہ پلٹ کر مرے ٹُوٹے ہُوئے پَر دیکھ
دل دیکھ، جو بازیچۂ تہذیبِ نوی ہے
قانون کے پاٹوں میں یہ کچُلا ہُوا سر دیکھ

❖

بے رحم

افسوس لگان آج ادا کر نہیں سکتا
لیکن مری بیٹی کا یہ جھُومر نہ اُتارو
کِس طرح منائے گی یہ کل عید کا تہوار
اے ابلقِ ایّام کے بے رحم سوارو

❖

تن اور من

"دُو بگیھہ زمیں کاشت کی خاطر مجھے دے کر
تم کرتے ہو چھُپ کر مری لڑکی کو اشارہ
محنت تو بِکا کرتی ہے غیرت نہیں بِکتی"
افلاس کا مارا ہُوا دہقان پکارا

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

محرومی

ہے رقصِ طوائف کا زمیندار کے گھر پر
پردیس سے آئے ہیں کئی یار پُرانے
وہ چند غریبوں کو گریباں سے پکڑ کر
بھیجا ہے زمیندار نے بیگار پہ تھانے

٭

ایک سوال

محتاج کسی کی بھی نہیں میری جوانی
مزدور ہُوں کھاتا ہُوں پسینے کی کمائی
اے ریشم و کمخاب میں لپٹے ہُوئے کوڑھی!
کیوں تُو نے مجھے دیکھ کے یُوں ناک چڑھائی

٭

معراج کے بعد

یقیں کی منزلیں طے کر چکا ہُوں
تری یکتائی کا دم بھر چکا ہُوں
مگر اب زندگی ہے منجمد سی
حقیقت میں کبھی کا مر چکا ہُوں۔

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

اُمیدِ حیات

سرودِ دیر کیا! سوزِ حرم کیا!
بلند و پست کیا! بود و عدم کیا!
اگر ہر دل میں ہے اس کا ٹھکانا
تو یہ افسانہ ہائے کیف و کم کیا

پہلو تہی

نہیں بے مدّعا تخلیقِ انساں
سمجھے ہیں مدّعا لیکن نہ آیا
خُدا خالق سہی، مخلوق کے پاس
رُسول آئے، خُدا اب تک نہ آیا

خُدا سے

یہ دل لے اور یہ سوزِ دروں لے
یہ اپنا عشق لے، اپنا جنوں لے
الٰہی! کیا یہی ہے تیرا انصاف
کہ مُنعِم بھرِ مفلس کا خوں لے

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

انجم شناس سے

اندھیروں میں کٹتی ہے زیست جن کی
نہیں کرتے ستاروں کی غلامی
بھٹک جاتے ہیں جب پگڈنڈیوں سے
تو بنتی ہے سہارا نرم گامی

فلسفی سے

تجھے معلوم کیا مردِ خرد مند
کہ میرے شوق کی منزل کہاں ہے
خرد ننھی سی اِک محدود بستی
محبت اِک خلائے بیکراں ہے

شہنشاہ سے

شہنشاہِ زماں! مَیں جانتا ہُوں
کہ تو بیگانۂ ذوقِ نظر ہے
مگر تیرے شکوہِ خسروی سے
مِرا ذوقِ نظر پائندہ تر ہے

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

بہلاوا

غریبوں سے نہ کر جنّت کے وعدے
نہ بہلا مجھ کو رنگ آمیزیوں سے
شبستانوں کی رونق ہے عبارت
مری اولاد کی خونریزیوں سے

✤

اِبتدا و اِنتہا

دھنک ہے یا کمندیں ڈال دی ہیں
زمیں کے باسیوں نے آسماں پر
مگر موہوم ہے آغاز و انجام
کہ اُبھری تھیں کہاں پہنچیں کہاں پر

✤

اَبدی چکّر

سمندر کی تہوں تک جا چکا ہوں
ستاروں سے پرے منڈلا چکا ہوں
مگر پھر نقطۂ آغاز کے پاس
بھٹکتا لڑکھڑاتا آ چکا ہوں

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

بُت خانۂ گماں

مجھے بت خانۂ وہم و گماں میں
کوئی سجدوں سے آخر کیوں اُٹھائے
ضرورت ہے مجھے اُن پستیوں کی
بلندی کو بھی جن پر رشک آئے

٭

سوزِ ناتمام

عطا کرتی ہے مجھ کو ذوقِ پرواز
مرے شوقِ سفر کی ناتمامی
سکھاتی ہے مجھے پل پل اُبھرنا
مرے محبُوب کی گردوں مقامی

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

٭

وہم و یقین

یقیں کا چہرۂ بے رنگ دیکھا
گلِ نوخیز زیرِ سنگ دیکھا
مگر اللہ رے انوارِ اوہام
کہ جیسے خانۂ ارژنگ دیکھا

محشرِ سکوں

ضمیرِ دہر جب سے پُرسکوں ہے
محبّت کی الُوہیت جنوں ہے
فقیہہِ چِلّہ کش سے کون پُوچھے
شبابِ مضطرب کیوں سرنگوں ہے

٭

بے نیازی

مجھے احباب کی چارہ گری سے
نہیں آتی ہے بُوئے دل نوازی
عزائم کی کئی ناکامیوں نے
مجھے بخشی ادائے بے نیازی

٭

خُدا سے

طلسمِ زیست ٹوٹا، موت آئی
فرشتوں نے تری خلوت دکھائی
عذابِ جاں مگر یکسانیت تھی
وہی تُو تھا وہی تیری خدائی!

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

بخشش

کسی کے ہاتھ میں تو نے تھما دیں
غریبوں کے مقدّر کی لکیریں!
کِسی بدبخت کو بخشیں بصد ناز
فسردہ صبحیں اور پژمردہ شامیں

روشنی اور سائے

اُدھر ابریشمی ملبوس کی دُھن
اِدھر دھجّی پہ دھجّی چڑھ رہی ہے
اُدھر گلرنگ رخساروں پہ غازہ
اِدھر چہروں کی زردی بڑھ رہی ہے

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

٭

میرا وطن

جہاں پھولوں کی خوشبو بِک رہی ہے
مجھے ایسے چمن سے دُور لے جاؤ
جہاں انسان کو سجدہ روا ہے
مجھے ایسے وطن سے دُور لے جاؤ

وہاں اور یہاں

اُدھر بارُود اور گولوں کے انبار
اِدھر تسبیح کے دانوں کی جھنکار
اُدھر آفاق گیری کے ارادے
اِدھر دل میں سکوں، چہروں پہ انوار

مسافر

دلِ بیدار و توفیقِ سفر دے
مقامِ جستجو پاؤں نہ پاؤں
جہاں سے کارواں گزرا ہے تیرا
میں اُن راہوں کو جاکر دیکھ آؤں

شعبدہ باز

دکھاتے ہو نرالے شعبدے تم
ابھی پنہاں، ابھی پیشِ نظر ہو
کبھی نزدیک تر ہو دُور ہو کر
کبھی نزدیک ہو کر دُور تر ہو

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

حیرت

نظر حیران ہے، ششدر ہے احساس
سمجھ میں راز یہ اب تک نہ آیا
جسے میں نے بھلایا زندگی میں
اُسی نے حشر کو دل میں بٹھایا

آخری فیصلہ

الٰہی! فیصلہ صادر بھی فرما
تمنّاؤں کا قصّہ پاک کر دے
تذبذب میں نہ رکھ میرے جنوں کو
مجھے اپنا بنا، یا خاک کر دے

بے رنگ کہانی

جنوں ہے شیوۂ رندانہ میرا
ازل سے ہے تہی پیمانہ میرا
امنگیں، بجلیاں، اُڑتی ہوئی راکھ
بہت بے رنگ ہے افسانہ میرا

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

ابن الوقت

کنول کا پھول کھل کر مسکرایا
اُدھر سے ایک بھونرا گنگنایا
گھڑی بھر چُوس کر رس، پَر سنوارے
اُڑا اور اُڑ کے پھر واپس نہ آیا

⁂

گھنگھور گھٹا

اُفق سے اک گھٹا اُٹھی، گرجتی، گونجتی، گاتی
گزر کر میرے ویراں کھیت پر سے دُور جا برسی
کچھ ایسے میں نے دیکھا اُس کی جانب، جس طرح مفلس
امیروں کی نگاہِ تُند میں ڈھونڈے خدا ترسی

⁂

مصلحت اندیشی

یہ میرا دل ہے یا اِک سِل دھوپ میں تپ کر چمکی ہے
یہ میری سانسیں ہیں یا پھانسیں اٹکی ہیں سینے میں
دِیے جلاؤ، نیر بہاؤ، راہیں دیکھو، مُنہ کی کھاؤ
کیا جانوں منظور ہے کیا قدرت کو ایسے جینے میں

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

نغمۂ انقلاب

کل نصفِ شب کو اُٹھ کے مرا نوجوان دوست
اِک گیت گا رہا تھا الم خیز، دردناک
جس طرح تیز و تند ہواؤں میں پھڑپھڑائے
ظالم شہنشہوں کی حریری عبا کا چاک

داغدار سجدے

انساں کو سیدھی راہ پہ لانے کے نام پر
انسانیت کا خُون پیے جا رہا ہے تُو!
یُوں سجدے کر رہا ہے رعونت سے دم بدم
جیسے کسی کو بھیک دیے جا رہا ہے تُو!

٭

شاعر دوست سے

یہ گیت دب نہ جائیں مشینوں کے شور میں
ایسے سُروں میں گا کہ کوئی کان بھی دھرے
جو کچھ بھی کہہ وہ شان سے کہہ ولولے سے کہہ
احساس کے جمودِ کہن کو جھٹک پرے۔

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

روک لے

میں تیرے التفاتِ فراواں سے تھک گیا
ساغر کا دور روک لے اے ساقی جمیل
آخر وہ مست بھی تو کھڑے ہیں سبو بدست
جن کے لبوں کو راس نہیں موجِ سلسبیل

نفسی نفسی!

ہر کوئی ہے اپنی آسائش کی دھن میں بے قرار
اپنے ذاتی مدعا سے کوئی شے بالا نہیں
گو پتنگوں کی شکایت بھی بجا ہے میرے دوست
شمع کے آنسو بھی کوئی پونچھنے والا نہیں

سونا اور رونا

بادشاہوں کی معطر خواب گاہوں میں کہاں
وہ مزا جو بھیگی بھیگی گھاس پر سونے میں ہے
مطمئن لوگوں کی اُجلی مُسکراہٹ میں کہاں
لطف جو اِک دُوسرے کو دیکھ کر رونے میں ہے

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

ووٹ

وہ کسی بے خوف دیہاتی نے موٹر روک لی
اِک رئیس اُترا ہے برساتا ہُوا نخوت کی بھاپ
"کیا شکایت ہے؟" وہ غرّایا - وہ دیہاتی بڑھا
"ووٹ لے لیتے ہیں اور روٹی نہیں دیتے ہیں آپ!"

٭

دُختر فروش سے

فلسفے بے شک کھینچتا جا، لیکن اے مفلس کسان
اپنی اس مغموم اور معصوم بیٹی کو نہ بیچ
اس کی آنکھوں میں ہیں وہ اندازِ محوِ خوابِ ناز
جن کے آگے لوگ شاہی کو سمجھ لیتے ہیں، ہیچ

٭

معصوم نخچیر

پربتوں پر ہر طرف شہری شکاری آئے ہیں
شہریوں کے دم سے ہر گاؤں پہ رونق چھائی ہے
ایک لڑکی جس کو تاروں سے بھی آتا تھا حجاب
نصف شب کو کس کے چُنگل سے نکل کر آئی ہے

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

لاہور اور انگہ

ہیں ترے لاہور میں لارنس باغ اور شالامار
میری بستی میں فقط پتھریلی گلیاں ہیں ندیمؔ
پر ترے لاہور کے ہر پھول میں ہیں خارزار
اور مری بستی کے ہر کنکر میں کلیاں ہیں ندیمؔ

اُمید و حیات

گو بہت پردوں میں ہے مستور تُو
پھر بھی مجھ کو آرزوئے دید ہے
گو ہر انساں ہے مقدّر کا غلام
زندگی اُمید ہی اُمید ہے

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

تہذیب کی معراج

جس کو مَیں نے ریشمی فرغل دیے
اُس نے بخشا ہے مجھے دامانِ چاک
کیا یہی تہذیب کی معراج ہے
جمع کرلاتا ہُوں زر پاتا ہُوں خاک

دو راہا

مَیں اُتّر کو لپکوں، کہ دکّھن کو جاؤں
مری جستجو ٹھوکریں کھا رہی ہے
ہمالہ سے کس نے پکارا ہے مجھ کو
سمندر سے کس کی صدا آرہی ہے

بے نام منزل

نہ کچھ مَیں نے پُوچھا، نہ تُو نے بتایا
کہاں سے چلا ہُوں، کدھر جا رہا ہُوں
وہ رُخ میں نے پلٹا، وہ رہ مَیں نے بدلی
تجھے کیا بتاؤں جدھر جا رہا ہُوں

شعر کی پناہ

ملتا نہیں لطفِ شادمانی
مِٹتا نہیں دردِ زندگانی
مَیں اور کہاں پناہ ڈھونڈوں
لا نا مرا سازِ جادو دانی

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

معیارِ افکار

ترے معیار پر پوری نہ اُتری
مرے افکار کی گردوں پسندی
کہ تو ان پستیوں پر خندہ زن ہے
نظر آئی مجھے جن میں بلندی

٭

نغمے کی موت

یہ ننھی منی سی ڈھولک، یہ نرم نرم سے ہاتھ
یہ انگلیوں کی تڑپ، چوڑیوں کی یہ جھنکار
منڈیر پر وہ اچانک کسی نے آہ بھری
وہ بجھ گئے ہیں ترانوں کے بے قرار شرار

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

٭

فریبِ نگاہ

خدانکردہ! تری آنکھیں اور اشک آلود
نہیں، نگاہِ محبت فریب کھاتی ہے
یہ دورِ رفتہ کے ہیں چند آئینے، جن سے
مرے شعور پہ حیرت سی چھائی جاتی ہے

ماہرینِ علومِ مغرب سے

کتنے دور اہے اور اُتار چڑھاؤ
زہر اذہان میں دلوں میں گھاؤ
اے نظامِ جدید کے آقاؤ
چند صدیاں پلٹ کے راہ دکھاؤ

٭

دھندلے آئینے

تیرے رحم و کرم کے آئینے
ہیں ازل سے غبار آلودہ
بندہ بیمار و مفلس و مجبور
اور قدرت ہے کتنی آسودہ

٭

عرفان

بحرِ جذبات میں خروش نہیں
اب عزائم میں کوئی جوش نہیں
تو مری خامیوں سے کھیلتا ہے
اور سمجھتا ہے مجھ کو ہوش نہیں

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

جانے!

کل زمیندار نے تجھے شب کو
اپنی خلوت میں کیوں بلایا تھا
تیرے جاتے ہی تیرا بوڑھا باپ
مجھ سے کچھ قرض لینے آیا تھا

تقابل

اُدھر قسمت کا خوں آلود جبڑا
اِدھر فطرت کی اُجلی مُسکراہٹ
اُدھر جھنکارِ زنجیرِ قفس کی
اِدھر جھجکے ہوئے قدموں کی آہٹ

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

رنگ و بُو

کوئی بنیاد بھی ہے اس جہاں کی
کہ یہ سب کچھ فریبِ رنگ و بُو ہے؟
مرے پہلو میں ہے وہ پیکرِ ناز
مگر دل ہے کہ محوِ جستجو ہے

انگریز سے

مانا مَیں محکوم ہُوں لیکن آدم کی اولاد تو ہوں
جس کو جنّت کے بدلے میراث ملی آزادی کی

تیرا ہر پیغامِ مسرّت لاتا ہے سیلابِ الم
تیرا ہر تہذیبی نشتر، موت مری آزادی کی

KUTUB KHANA.
JALALI BOOKS
JALALI

خود شناسی

رشتۂ گُل کو رگِ سنگ بنانے والو
بوئے گُل سنگ سے ٹپکے گی شرارے بن کر

تم کو معلوم تو ہو گا کہ اُجالا دن کا
سینۂ شب میں دھڑکتا ہے ستارے بن کر

❁

حُسنِ اضداد

شام تمہید ہے اس مصحفِ نورانی کی
جس کا عنوان ہے خورشید کا بڑھتا ہُوا نُور

یہ اندھیرے تو اُجالوں ہی کے رکھوالے ہیں
کہ ہے آویزشِ اضداد میں جینے کا سرور

خزاں در بہار

یہ خزاں ہے کہ میری آنکھیں ہیں
ہیں فروغِ بہار کی دشمن
بات کیا ہے کہ صحنِ گلشن میں
اِن دنوں اُگ رہے ہیں دار و رسن

آتشِ گل

بُوئے گُل سے جلا سُراغِ بہار
شعلۂ گُل ہوا چراغِ بہار
دلِ ہر گُل پہ ثبت ہیں مُہریں
لے کے جاتا ہوں دل پہ داغِ بہار

خار و گُل

میرے گلزارِ زندگی میں مجھے
گُل مِلے جن میں بُوئے گُل ہی نہ تھی
سوئے صحرا چلا ہوں یوں جیسے
ذہن کو جستجوئے گُل ہی نہ تھی

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

مرگ و زیست

درانتیوں کے لبوں پر فنا کے نغمے ہیں
سنہری فصل بچھی جا رہی ہے کٹ کٹ کر
یہ کس نے چھیڑ دیے بربطِ حیات کے تار
کھنڈر کی اوٹ میں، کھلیان سے پرے ہٹ کر

یاد کا دکھ

اے مری یاد کے پردوں میں مچلنے والو
اب تو آنکھوں میں اک آنسو بھی نہیں جو رو لوں
اِذن دو تم، تو میں آرام سے مرنے کے لیے
دامنِ دل سے لپٹی ہوئی یادیں دھو لوں

❊

یاد کی تلخی

چمن سے جب چھلک اُٹھے ہجومِ گُل کی مہک
تو میرے ذہن میں نشتر سا تیر جاتا ہے
زمانہ چھین نہ لے مجھ سے تیری یاد کہ اب
ترا خیال ترا درد بن کے آتا ہے

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

موسم کا مطالبہ

ندی کی نرم روانی، ہوا کی نرم روی
فضا میں چاندنی برسا رہی ہے گالے سے
اس ایک لمحۂ پُرکیف میں کوئی کہہ دے
مرا سلام مرے دور جانے والے سے

٭

مزاجِ چمن

گلوں میں رنگ تو تھا، رنگ میں جلن تو نہ تھی
مہک میں کہت تو تھا، کیف میں جنوں تو نہ تھا
بدل دیا ترے غم نے بہار کا کردار
کہ اب سے قبل چمن کا مزاج یوں تو نہ تھا

٭

دن اور قرن

دنوں کے پھیر میں پڑنے کے دن تمام ہوئے
مَیں آج وقت کو قرنوں سے ناپتا ہُوں مگر
وہ ایک دن تو مری کائنات ہے — جس میں
تری حیاؤں سے اُلجھا تھا میرا ذوقِ نظر

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

خود نگری

خدا کی یاد میں صدیاں گزار دیں — لیکن
خدا سے صرف تحیّر کی دھند لایا ہے
عجب نہیں کہ خدا عرش سے اُتر آئے
اب آدمی کو خود اپنا خیال آیا ہے

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

طلوع و غروب

غروب ہو کے بھی سورج کبھی طلوع ہُوا
اگر غروب یہی ہے — زہے طلسمِ غروب
اگر غروب مسلسل ہے روز و شب پہ محیط
تو کیوں طلوع سے کر دی گئی سحر منسوب

ایک "بُہت بڑے" مشاعرے کی دعوت مِلنے پر

بڑے وقار سے، اِک احترامِ خاص کے ساتھ
بجا کہ مجھ کو ملا ہے مشاعرے کا پیام
مَیں اپنے چہرے سے زنداں کی خاک تو دھو لوں
مِری جلیل حکومت! مِرے عظیم نظام!

دائرہ

ٹھہر ٹھہر کے چلو برق گام ہمسفرو
یہ ناخدا ہیں فقط ناخدا۔ خدا تو نہیں
ہمارے سامنے بکھرے ہوئے یہ چار طرف
نقوشِ پا کہیں اپنے نقوشِ پا تو نہیں

وفا

کم ہوا جس قدر بھی پیار ترا
پیار بڑھتا رہا ترے غم سے
تیرا غم زندگی کا زخم سہی
تیرے غم نے وفا تو کی ہم سے

٭

خروشِ غم

تیرے غم کے بغیر بزمِ حیات
مدتوں تک کچھ ایسی سرد رہی
جس طرح بے خروش ہوتی ہے
انجمن صدرِ انجمن سے تہی

غمّاز

آج تیرے عتاب نامے میں
بات بین السّطور مل ہی گئی
میرے طوفانِ شوق میں گھِر کر
اتنی تڑپی کلی کہ کھِل ہی گئی

تیرے لب

تیرے لب زخم کے کنارے ہیں
تیرے لب آہ! کتنے پیارے ہیں
رَس نے شاید یہ خم اُبھارے تھے
مَس نے شاید یہ خم سنوارے ہیں

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

❊

بدلے ہوئے تیور

اپنی آواز کی لرزش پہ تو قابو پا لو
پیار کے بول تو ہونٹوں سے نکل جاتے ہیں
اپنے تیور تو سنبھالو، کہ کوئی یہ نہ کہے
دل بدلتے ہیں تو چہرے بھی بدل جاتے ہیں

آدابِ محبّت

ہجر کی رات میں رہ رہ کے تڑپنے والو
رات کے پاس فقط رات کا سنّاٹا ہے
عشق کرنے کے بھی آداب ہیں۔ کیسے چُپ چاپ
رات بھر چاند نے ظلمت کا سفر کاٹا ہے

❖

محبّت کی تجارت

دیکھتا ہے جو رہگزارِ حبیب
ایک بے رَس گناہ کرتا ہے
اِس تجارت گہِ محبّت میں
کون کس سے نباہ کرتا ہے!

KUTUB KHANA.
JALALI BOOKS
JALALI

❖

تاریخ

بادشاہوں کے مقبروں سے اگر
تم مرتّب کرو گے تاریخیں
تب بھی اِک روز اُن سے اُمڈیں گی
گرتے پڑتے عوام کی چیخیں

گردِ کارواں

رنگ لرزاں ہے، جا چکی ہے بہار
کارواں گم ہے، گرد باقی ہے
دل میں اُمید کا نشاں نہ رہا
میٹھا میٹھا سا درد باقی ہے

⁂

کون کہتا ہے!

آندھیاں آئیں، بدلیاں چھائیں
چاند تارے کے پاس رہتا ہے
وہ مجھے چھوڑ کر سدھار گئے
کون کہتا ہے؟ کون کہتا ہے؟

⁂

یاد

جب کسی کا خیال آتا ہے
اِک دُھندلکا سا پھیل جاتا ہے
اور اس بے کراں دُھندلکے میں
اِک ستارہ سا جھلملاتا ہے

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

نقابِ حیات

حکمتِ اہلِ مدرسہ کا غرور
میری وحشت سے دب کے ہار گیا
تیرا گھبرا کے مُسکرا دینا
زندگی کی نقاب اُتار گیا

نقرئی یاد

ضَوفشاں ہے مرے خیالوں میں
اُجلے اُجلے تبسّموں کی دھار
جیسے بدمست آنکھ میں ڈورے
جیسے بجلی کے قمقمے میں تار

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

٭

تعبیر

ہاتھ میں دف ہے پاؤں میں جھانجھن
اور ماتھے پہ سانپ کی تصویر
میری نیندوں میں ناچنے والی
تو نہ ہو میرے خواب کی تعبیر

رقّاصہ سے

کیوں نہ مرغوب ہوں ادائیں تری
تو حسیں بھی ہے اور جواں بھی ہے
لیکن اِک گیت بھی ہو رقص کے ساتھ
زندگی رم بھی ہے، فغاں بھی ہے

٭

دُوسرا رُخ

تیری بے لوث مُسکراہٹ بھی
تند شعلوں کی لہر بن کے رہی
مَیں نے جس چیز سے محبّت کی
وہ مرے حق میں زہر بن کے رہی

٭

فرقِ مراتب

مجھے بھی چاہیے توفیقِ پرواز
مَیں تیرا ہم خیال و ہم زباں ہُوں
مگر حجروں میں گم ہے تیری آواز
مَیں صحرائے تپاں میں نغمہ خواں ہُوں

نورس کلی

چمن میں دیکھ کر نورس کلی کو
مرا وجدان سمٹا جا رہا ہے
تجھے تخلیق کے اسرار کی دُھن
مجھے اِک حادثہ یاد آ رہا ہے

وفا

اگر شبنم وفا کرتی گلوں سے
مہک بن کر چمن میں رقص کرتی
اندھیری رات کی بیٹی سحر کو
شعاعوں کے کچوکوں سے نہ مَرتی

٭

ایک خامی

خدا سے ایک خامی رہ گئی ہے
نظامِ گردشِ سیارگاں میں
وہاں لطفِ تصادم ہی نہیں ہے
ستارے مر رہے ہیں آسماں میں

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

صورتِ حالات

بوندوں کی یہ رم جھم، یہ کلیجے میں کسک سی
برسات کی یہ رات، یہ حالات ہمارے
اس وقت بھلا کون گھٹاؤں میں اُتر کر
پُر ہول خلاؤں میں ستاروں کو اُبھارے

چارۂ درد

کھتے ہو محبت کی مسافت میں بھٹک کر
تاریکیٔ احساس کو اب کون اُجالے
ڈر ہے کہیں وجدان کو ویران نہ کر لو
کر دو غمِ جاناں غمِ دوراں کے حوالے

❀

پہچان

ارزاں نہ کرو کفر کے فتووں کو، کہ مَیں نے
عرفانِ حقیقت کو خدا مان لیا ہے
اب کیا ہے فرشتوں کے تعارف کی ضرورت
انسان نے انسان کو پہچان لیا ہے

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

سوال

مدّت سے یہ دُھن ہے کہ رئیسوں سے یہ کہہ دُوں
نکلے کبھی دیہات میں جب اُن کی سواری
گندم کی یہ بالیں نہیں مرگھٹ کے دیے ہیں
بستی کے یہ چھپّر نہیں قبریں ہیں تمھاری

٭

تہذیب

انساں تو خیر ہو، مگر آخر عوام ہو
دھرتی ہیں خون بو کے اگاتے رہو خراج
تہذیب اس عظیم تفاوت کا نام ہے
کھلیان پر اناج ــ گھروندے میں احتیاج

٭

شاعر اور شعر

شاعر تو خیر دست بہ زنجیر ہو چکا
وہ شعر کو تو پا بہ سلاسل نہ کر سکے
داغا گیا ہے جسم ــ مگر جسم ہی تو تھا
وہ ذہن پر تو گرم سلاخیں نہ دھر سکے

KUTUB KHANA.
JALALI BOOKS
JALALI

استقامت

گو وقت کروٹیں ہی بدلتا رہا مدام
میرا خلوص مثلِ کہستاں ہے استوار
تم رُخ بدل کے دوسرے رستے پہ ہو لیے
روشن رہا چراغ سرِ راہِ انتظار

٭

خوشبوئے جمال

تم سامنے رہے تو سمجھ میں نہ آ سکے
اب رچ رہے ہو میرے خیال و قیاس میں
تم میرے پاس تھے کہ مہک تھی جمال کی
آنکھوں سے دور ہو کے بسے ہو حواس میں

٭

میرے راز

کوئی فسانہ سُنا سیم رنگ پریوں کا
ابھی خدا کے لیے نغمۂ حیات نہ چھیڑ
مرا شباب، مری شاعری، مرے رومان
یہ راز ہیں، مرے رازوں کی کوئی بات نہ چھیڑ

پروازِ خیال

کتنی بیکار ہے انسان کی پروازِ خیال
ذرّوں سے بچتی ہے تاروں میں اُلجھ جاتی ہے
اور کتر اکے ستاروں سے اگر اور بڑھے
رُخِ یزداں کے نظاروں میں اُلجھ جاتی ہے

ماضی کا مذاق

جھکی کھجور کی شاخوں سے دل اُلجھتا ہے
ستارے ریت کے ذرّوں پہ مُسکراتے ہیں
وہ ایک ٹیلے کے سائے میں دو دھڑکتے دل
مذاق گزرے ہُوئے وقت کا اُڑاتے ہیں

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

اِنتظار

شبِ طویل کٹی ، ڈُوبنے لگے تارے
وہ لے رہی ہے سحر کی حسینہ انگڑائی
میں اب بھی وادیٔ ویراں میں منتظر ہُوں ترا
صبُوحی کیوں تجھے وعدے کی شب نہ یاد آئی

قابلِ دید

تو میرے شوق کی شدّت پہ حیراں
میں تیرے قرب کی لذّت میں گم ہوں
ہم اس پل میں ہیں دونوں قابلِ دید
تجھے دیکھوں کہ تجھ کو دیکھنے دوں

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

غمِ کائنات

اثرِ غم کو مادرِ فطرت
کتنے آہنگ سے سموتی ہے
میں تو کہتا ہوں اوس کے ہمراہ
پھول کی پنکھڑی بھی روتی ہے

✤

یاد

یوں اُجالا ہُوا خیالوں میں
یاد آیا ہے جب بھی تیرا نام
جیسے پربت پہ صبح سے پہلے
نُور کا پُروقار نرم خرام

احترامِ حیات

ذکرِ مریخ و مشتری کے ساتھ
اپنی دھرتی کی بات بھی تو کرو
موت کا احترام برحق ہے
احترامِ حیات بھی تو کرو

٭

یادِ صبحِ وطن

یوں تھپکتی ہے رہ نوردوں کو
رات کے وقت یادِ صبحِ وطن
جس طرح ہولناک پت جھڑ میں
مہک اُٹھے معاً بساطِ چمن

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

٭

پیمانۂ حیا

یہ جمال اور اس قدر محجوب!
یہ شباب اور اتنا کم آمیز!
بات کی، چھُو لیا، مگر نہ ہُوا
تیرا پیمانۂ حیا لبریز!

ماضی وحال

ایک وہ وقت تھا، خُم پی کے بھی پیاسا اُٹھا
آج اِک جام بھی لیتا ہوں تو دل دُکھتا ہے
وہ بھی دن تھے کہ ترا ذکر تھا سرمایۂ زیست
اب ترا نام بھی لیتا ہوں تو دل دُکھتا ہے

٭

حُسن کی لُوٹ

کتنی بھرپور ہیں گندم کی سنہری بالیں
دانے دانے پہ مگر مُہر لگائی کس نے؟
حُسن تو خیر کسانوں نے کیا ہے تخلیق
عصمتِ حُسن کی یہ خاک اُڑائی کس نے؟

٭

وفورِ بہار

گاہے گاہے بھری بہاروں میں
رنگِ گلزار یوں بھی ہوتا ہے
صبح کی اوّلیں کرن کے ساتھ
اوس ہنستی ہے پھول روتا ہے

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

تصوّر

دریدہ بادلوں میں شب کو جیسے
چمکتا ہے اُفق پر اِک ستارا
یونہی ماضی کی گہری ظلمتوں میں
تصوّر جھلملاتا ہے تمھارا

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

تسلّی

چھاؤں اور دُھوپ کی تکرار ہے بنیادِ حیات
تم کو ہر بات نئی بات نظر آتی ہے
رو دیے ہو تو اب اعلانِ تبسّم کر دو
کہ ستاروں کے بکھرتے ہی سحر آتی ہے

غمّازی

دل کی دھڑکن تری پلکوں کی جھپک میں اُمڈی
دیر تک راز رہے راز تو کھُل جاتا ہے
اپنی کرنوں کو سمیٹے ہوئے ہنگامِ سحر
چاند شبنم میں اُترتا ہے تو کھُل جاتا ہے

آدمیت اور منشیت

ارادے شکستہ
تقاضے بلا کے
بڑے حوصلے ہیں
ہمارے خدا کے

٭

عوامی ادب

عمودی چٹانیں
درختوں سے خالی
چٹانوں پہ لیکن
جھلکتی ہے لالی

KUTUB KHANA.
JALALI BOOKS
JALALI

رباعیات

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

٭

تاریخ کی جنّتیں نہ دِکھلا مجھ کو
ان کاغذی پھُولوں سے نہ بہلا مجھ کو
ماضی، مرے ماضی، مرے اندھے ماضی
لاشوں کے تعفّن میں نہ لے جا مجھ کو

٭

دعویٰ ہے اسے — عرشِ بریں میرا ہے
وہ سوچتا ہے — عرش نشیں میرا ہے
دھرتی پہ اُترنا نہ خدا کے بندو
انسان کو کہنا نہ کہیں — میرا ہے

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

انسان سرافیل کا ثانی نِکلا
اِک ذرّہ قیامتوں کا بانی نِکلا
جب ہونٹ ہلے، گلوں کی بارش سی ہُوئی
جب جسم کٹا۔ تو خوں پانی نِکلا

KUTUB KHANA.
JALALI BOOKS
JALALI

آ ڈُوبتی نبضوں کو اُبھاریں ساتھی
آ گیسوئے گیتی کو سنواریں ساتھی
خاشاک کے انبار جلانے کے لیے
آ مشعلِ مہ پہ ہاتھ ماریں ساتھی

صحراؤں سے تم پھول نہیں چُن سکتے
تم حُسنِ خزاں پہ سر نہیں دُھن سکتے
کلیوں کی چٹک سے چونکتے ہو، لیکن
انسان کی فریاد نہیں سُن سکتے

کب تک میں روایات کی باتیں کرتا
فاقوں میں کرامات کی باتیں کرتا
تم زخم کو بھی پھول سمجھ لیتے ہو
کب تک میں کنایات کی باتیں کرتا

٭

ہر ذرّے کا دل ہے دردِ الفت سے دو نیم
ہر گُل ہے غمِ عشق سے آوارہ شمیم
ہر ملک کا احترام لازم آیا!
جب اپنے وطن سے عشق کرتا ہے ندیم

٭

تاریخ کے پنجہ کو کفن سے نہ نکال
اس بگڑی ہوئی لاش کے ٹکڑے نہ اچھال
ماضی کے تعفّن سے فضا بوجھل ہے
اے مصلحِ قوم! اپنا تابوت سنبھال

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

تھپکی سے نہ آپ زخمیوں کو بہلائیں
ٹلتی نہیں چمکار سے قرنوں کی وبائیں
میں آپ سے ایک التجا کرتا ہوں
آپ اپنے عوام سے ذرا آنکھ ملائیں

☆

اے نغمۂ اقتدار گانے والو
اے گنبدِ زر پہ چہچہانے والو
اسلام نے انسان کو بچایا تو نہ تھا
اسلام کے نام پر کمانے والو

☆

کیا اپنا سراغ خود نہیں پاؤ گے؟
کیا پھر کوئی اجنبی بلا لاؤ گے؟
یہ راہ تو اس موڑ پہ مڑ جائے گی
اے اہلِ وطن! کہو، کہاں جاؤ گے

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

اے اہلِ وطن! ہمیں تپاں رہنے دو
یہ قافلۂ شوق رواں رہنے دو
پیاسوں کا سراب سے بہلنا معلوم
صحرا صحرا ہمیں رواں رہنے دو

❋

اس حال پہ ماضی کے سب آثار نثار
اس غدر پہ سلطان کا دربار نثار
انساں نے شنگھائی سے واشنگٹن تک
وہ آگ جلائی ہے کہ گلزار نثار

❋

دیبا و حریر میں شرارے نہ لپیٹ
بہتے ہوئے پانی میں ستارے نہ لپیٹ
گرتے ہوئے انساں کی زبوں حالی میں
اٹھتے ہوئے انساں کے اشارے نہ لپیٹ

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

مَیں دن کا پجاری ہُوں، مجھے رات نہ دو
یُوں میرے تصوّرات کو مات نہ دو
ماضی کے گھاؤ مندمل تو کرلوں
پھر دستِ فرنگ میں مرا ہات نہ دو

٭

آثارِ سحر چمن کو چونکائے رہے
سائے سے مگر چار طرف چھائے رہے
دو چار نے بڑھ کے اپنی جھولی بھر لی
لاکھوں کے ہجوم ہاتھ پھیلائے رہے

٭

لاشوں کو بہت گراں کفن پہنا کر
بیٹھے ہو لبوں پہ مسکراہٹ لا کر
جھٹلاتے ہو کیوں خزاں کی ویرانی کو
پژمردہ گلوں کو خون میں نہلا کر

غنچوں پہ غبار مل دیا ہے ساقی
پھولوں کو مَسل مَسل دیا ہے ساقی
دامانِ بہار میں کسی کافر نے
کس حشر کا ایک بل دیا ہے ساقی

*

شہروں کی طرف سے اِک غبار اُٹھے گا
طوفاں نہیں، محشرِ بہار اُٹھے گا
کھلیان کی دُھول چھانتے دہقانو!
دانہ دانہ کبھی پکار اُٹھے گا

*

روئی کی طرح اپنا کلیجہ دُھن دوں
ریشم کی مثال سُرخ شالیں بُن دوں
نادار عروس! ــ آ! ترے ماتھے پر
مَیں قوم کے آنسوؤں کی افشاں چُن دوں

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

شبنم کو گلوں پہ تولتے ہیں ہم لوگ
اشکوں کی زباں میں بولتے ہیں ہم لوگ
میدانِ حیات میں بھٹک کر اکثر
اسرارِ حیات کھولتے ہیں ہم لوگ

صدیوں سے ہمارا قلب دو نیم سہی
اِک کوہِ گراں کی آپ تجسیم سہی
دیمک بن کر حضور کو چاٹ نہ لیں
ہم بھوک کی دلدل کے جراثیم سہی

گردش کو ٹھٹکنا نہ سکھایا تُو نے
عالم کو کھلونا نہ بنایا تُو نے
تقدیر کے پیچاک میں اُلجھا ایسا
تدبیر کا ادراک نہ پایا تُو نے

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

دھوکے میں خوشی کے ، مجھ سے حسرت کھیلی
پردے میں مشیّت کے ، رعونت کھیلی
شہپارۂ تخلیق نہ جانا ، ہیہات
انسان سمجھ کے مجھ سے فطرت کھیلی

⁂

انسان کو عرش تک اُبھاروں کیسے ؟
تاروں کو زمیں پہ اُتاروں کیسے ؟
ہر عزم میں ہے تیرا تعاون مطلوب
لیکن یہ بتا ، تجھے پکاروں کیسے ؟

⁂

رُکتی ہُوئی سانسوں میں ترانے جاگے
بُجھتی ہُوئی آنکھوں میں فسانے جاگے
حاصل تھا حیات کا یہی آخری پل
یہ لمحہ جب آیا تو زمانے جاگے

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

ذرّے کو مثیلِ ماہ پایا میں نے
سُورج کو چراغِ راہ پایا میں نے
اس درجہ بڑھا تھوں ہیں جاننے کا جنوں
ہر خیر میں اِک گُناہ پایا میں نے

تخلیق ہوئی ہیں کائناتیں کتنی
انوار میں ڈھل چکی ہیں راتیں کتنی
سب راز اگرچہ ہیں برافگندہ نقاب
تجھ سے ابھی پُوچھنی ہیں باتیں کتنی

واعظ کو تو مرغوب ہے خامی میری
چھپتی نہیں افلاک مقامی میری
تو میرا، زمیں مری، ستارے میرے
بہتان ہے تجھ پہ ناتمامی میری

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

محفل میں نہیں اگرچہ ساقی باقی
مے نوش پکارتے ہیں۔ "ساقی ساقی"
انسان نے کائنات تو اپنا لی
کب ہوگا بلند زمزمہ آفاقی

سورج پہ ترا حصار دیکھا میں نے
تاروں میں ترا نکھار دیکھا میں نے
آنکھوں کو تری دید کی حسرت ہی رہی
دل سے تو ہزار بار دیکھا میں نے

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

وہ ٹوٹ کے بجھ گئے شرار آخرِ کار
وہ چہرۂ گل ہے پُر غبار آخرِ کار
ہر چیز ابد کا ورد کرتی اُٹھی
ہر چیز کو مل گیا قرار آخرِ کار

خوں ہوتی ہیں کلیاں تو مہکتے ہیں گلاب
جلتے ہیں سمندر تو اُمڈتے ہیں سیلاب
وہ زیرِ اُفق پَو کے اُجالے دھڑکے
کیا سوچ کے ٹوٹتے ہیں تاروں کے حجاب

✣

ساحل پہ کسے اُتارتی ہے دُنیا
ہر لمحہ بصنور اُبھارتی ہے دُنیا
موجوں کے کفن پھاڑ کے لیکن اب تک
"دُنیا! دُنیا!" پکارتی ہے دُنیا

✣

احساس کو اشعار میں ڈھالا مَیں نے
اسرار کو نغموں میں اُچھالا مَیں نے
لیکن جسے انسان خوشی کہتا ہے
دیکھی نہ وہ برق رو غزالہ مَیں نے

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

ہر چند بلند بام کہتا ہُوں تجھے
اور ساتھ ہی بے مقام کہتا ہُوں تجھے
نادیدہ و نارسیدہ ہونے پر بھی
محبُوبِ جہاں ! سلام کہتا ہُوں تجھے

انجامِ تلاش کیا کہوں ، کیا نِکلا
ہر راز کا حل رازِ سراپا نِکلا
آئینہ در آئینہ ہیں اسرارِ حیات
ہر پردے کی اوٹ میں ندیمؔ آ نِکلا

تم اُونگھ رہے ہو مجھ کو چونکاتے ہی
تم کھو گئے مرا پتا پاتے ہی
مجھ سے مرے دشمن کی شکایت کیوں کی
تم دُور چلے گئے قریب آتے ہی

آفاق کو ایوان بنایا اپنا
تقدیر میں کردار رچایا اپنا
مجرے کو فرشتے بھی زمیں پر اُترے
انسان نے جب سراغ پایا اپنا

❖

آنسو پونچھے تو ہونٹ زخمی پائے
ہونٹوں کو مَلا تو دل میں بھونچال آئے
دل کو جو سنبھالا تو خرد جاگ اُٹھی
آنکھیں اُمڈیں، فضا پہ کُہرے چھائے

❖

عکس اس کا بہر رنگ نظر آتا ہے
ہر شے پہ طلسم بن کے منڈلاتا ہے
اے نرم ہواؤ، کلیو، غنچو، پھولو!
یہ کون جھلک دکھا کے چھُپ جاتا ہے؟

KUTUB KHANA.
JALALI BOOKS
JALALI

اشجار ہواؤں میں لچکتے کیوں ہیں ؟
گلزارِ شبِ مہ میں مہکتے کیوں ہیں ؟
یہ بھی کبھی سوچا مرے بچھڑے ہوئے دوست
اطفال سوئے قمر ہمکتے کیوں ہیں ؟

⁂

آنکھیں ہیں تری سلونی شاموں کے چراغ
عارض ہیں ترے شفق سے لبریز ایاغ
یہ تیرا بدن ہے، یا ستاروں کی ہنسی
یا جوشِ بہار سے بھبکتا ہوا باغ

⁂

طے ہو چکی جو راہ وہ پیچیدہ نہیں
جو زلف بکھر چکی وہ ژولیدہ نہیں
کرنیں سی برس رہی ہیں ترچھی ترچھی
واللہ! نگاہیں تری دزدیدہ نہیں

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

کٹیا سے وہ پو پھٹے نکلنا تیرا
ہر گام پہ جھینپ کر سنبھلنا تیرا
وہ کھویا ہُوا ندیم پانے کے لیے
بلّور کی کرچیوں پہ چلنا تیرا

٭

کیوں سوچ میں غرق چرخِ مینائی ہے
تاروں پہ غنودگی سی کیوں چھائی ہے
دامن کو سنبھال کر چلے کیوں جھونکے
شاید مرے محبُوب کو نیند آئی ہے

٭

برسوں کی شکایتیں نہ دہراؤں گا
بس ایک نگاہ خود پہ دوڑاؤں گا
تم میری طرف قدم بڑھاؤ تو سہی
تم آئے تو میں دُور چلا جاؤں گا

بھولے گا نہ مُڑ کے مُسکرانا تیرا
ہر بات پہ وہ بھویں اُٹھانا تیرا
افسانۂ شوق سُنتے سُنتے اکثر
اُنگلی کو وہ دانتوں میں دبانا تیرا

⁂

اے سہمے ہوئے جری جیالوں کے وطن
آلودۂ گرد زلفوں والوں کے وطن
آئیں تجھے اپنے دل کی حدّت پہنچاؤں
اے برے جمے ہوئے اُجالوں کے وطن

⁂

دامانِ نگار اُڑ رہا ہے، دیکھو
ملبوسِ بہار اُڑ رہا ہے، دیکھو
پھولوں کا نکھار دیکھنے آئے تھے
پھولوں کا غبار اُڑ رہا ہے، دیکھو

KUTUB KHANA.
JALALI BOOKS
JALALI

پیوست ہے میرے دل میں میرا ہی قلم
دھرتی پہ ٹپک کے خوں یہ کرتا ہے رقم
اس خون میں پھول کھلکھلانے ہیں ندیمؔ
جس طرح چٹانوں میں دھڑکتے ہیں صنم

زنداں کی سحر پہ ہیں سلاخوں کے داغ
کٹتی ہیں شعاعیں تو سسکتا ہے دماغ
یہ صبح ہے یا نزع میں بچے کی ہنسی
یہ مہر ہے یا تربتِ شاعر کا چراغ

یوں بھی کبھی حسن مسکراتا ہے ندیمؔ
تربت پہ چراغ ٹمٹماتا ہے ندیمؔ
محبوبۂ مفلس کے تھکے بوسوں میں
فاقوں کا غبار کرکراتا ہے ندیمؔ

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

آفاق کا سیّاح ہے زنداں میں اسیر
ہے پہنے ہُوئے شہابِ ثاقب زنجیر
اے آگ کو پھُونکوں سے بجھانے والو
شعلوں کے لیے بھی ہَوا ہے اکسیر

٭

کیوں شکوۂ تاراجِ چمن جاری ہے
کیوں صبحِ بہار پر خزاں طاری ہے
ظالم کی زباں میں اوس کہتے ہیں اِسے
یہ برگِ گلاب پر جو چنگاری ہے

٭

اے مصر کا بازار سجانے والو
نیلام پہ انساں کو چڑھانے والو
اب اپنی زلیخا ہی کو بِکنے سے بچاؤ
یوسف کا جمال بیچ کھانے والو

جو تاج بسر ہیں ان پہ سب کچھ وارو
جو خاک بسر ہیں ان کی گردن مارو
تاریخ کھڑی تمھارا مُنہ تکتی ہے
جمہوریتِ وقت کے برخوردارو

بادل تو بہت ہیں، مینہ کے جھالے کم ہیں
کانٹوں کے مقابلے میں لالے کم ہیں
مزدور کا ذکر تو ہزاروں سے سُنا
مزدور کی فکر کرنے والے کم ہیں

یہ دَور ہے اس رنگ میں آپ اپنا نظیر
ہر حُسن ہے خود اپنی ہی ضد کا نخچیر
ساحل پہ حکومت ہے خزف ریزوں کی
موتی مگر آغوشِ صدف میں ہے اسیر

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

تو حسن کو کر رہا ہے پابندِ ثبات
انساں کو مَیں دے رہا ہوں پیغامِ نجات
تاریکیٔ فکر میں جلاتا ہے دیے
احساسِ جمال ہو کہ ادراکِ حیات

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

ترائیلے

(فرانسیسی شاعری کی ایک مقبول صنف)

KUTUB KHANA.
JALALI BOOKS
JALALI

آخری دعوت

تم کو آنا ہے تو آؤ کہ دِیا جلتا ہے
پھر نہ جانے یہ سہارا ابھی رہے گا کہ نہیں
بے ادب وقت کا تیزی سے قدم چلتا ہے
تم کو آنا ہے تو آؤ کہ دِیا جلتا ہے
رات کا سایہ وہ پچھم کی طرف ڈھلتا ہے
جانے پھر کوئی ستارا ابھی رہے گا کہ نہیں
تم کو آنا ہے تو آؤ کہ دِیا جلتا ہے
پھر نہ جانے یہ سہارا ابھی رہے گا کہ نہیں

☆

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

ایک سیاسی رہنما سے

تیری تقریر کا انداز بہت خوب رہا
صرف کہنے سے مگر کام نہیں چل سکتا
دعویٔ بُت شکنی گو ترا محبوب رہا
تیری تقریر کا انداز بہت خوب رہا
شیوۂ اشک فشانی تجھے مرغوب رہا
شمعِ کشتہ پہ پتنگا تو نہیں جل سکتا
تیری تقریر کا انداز بہت خوب رہا
صرف کہنے سے مگر کام نہیں چل سکتا

٭

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

ولولۂ حیات

جانتا ہوں زندگی کی انتہا تاریک ہے
لیکن آخر مسکرانے سے کروں پرہیز کیوں!
مَیں سمجھتا ہوں کہ مرنے کی گھڑی نزدیک ہے
جانتا ہوں زندگی کی انتہا تاریک ہے
سانس کی یہ کانپتی ڈوری بہت باریک ہے
لیکن اس کو تیغ سے بڑھ کر نہ کر دوں تیز کیوں!
جانتا ہوں زندگی کی انتہا تاریک ہے
لیکن آخر مسکرانے سے کروں پرہیز کروں

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

بدگمانی

میری باہوں پہ پریشاں ہیں کسی کے گیسو
دھڑکنیں دل کی مگر اب بھی ہم آہنگ نہیں
میرے افکار پہ طاری ہے حنا کی خوشبو
میری باہوں پہ پریشاں ہیں کسی کے گیسو
گو بہت دیر سے آباد ہے میرا پہلو
میرے احساس کے چہرے پہ کوئی رنگ نہیں
میری باہوں پہ پریشاں ہیں کسی کے گیسو
دھڑکنیں دل کی مگر اب بھی ہم آہنگ نہیں

٭

KUTUB KHANA TALALI BOOKS

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

قطعات

گندم کی بالیوں میں جڑے ہیں لہو کے نگ
فصلیں اُگی ہوئی ہیں کہ لاشوں کے شہر ہیں
رنگوں کی یہ بہار ہے یا حشر رنگ ہے
اُوپر سے کھیت سبز ہیں، اندر سے زہر ہیں

واعظ کا طعن سُن کے، کہا اِک فقیر نے
کچھ کم نہ لیں گے ہم تو بہشتِ نعیم سے
بخشش نہ مل سکی تو نہ ہاریں گے حوصلہ
خیرات مانگ لیں گے خدائے کریم سے

○

اس ظلمتِ مہیب کا، کِس سے گِلہ کروں
تاریک رہگزار میں جگنو کہاں سے آئیں
پربت جو منجمد ہے تو دریا بھی خشک ہے
دل سرد ہو چکا ہو تو آنسو کہاں سے آئیں

○

بارش برس گئی تو ہرے ہو گئے درخت
مدّت سے تشنہ لب تھی جو مٹی، مہک گئی
کیوں طعنہ زن ہے موسمِ باراں کے باب میں
چڑیا جو گھونسلے سے نکل کر بھٹک گئی

○

یا بجھ گئے چراغ ہمارے وقار کے
یا ہم صراطِ حق و صداقت سے ہٹ گئے
تاریخ کہہ رہی ہے — "سفر میرا رُک گیا!"
تہذیب رو رہی ہے — "مِرے پاؤں کٹ گئے!"

KUTUB KHANA.
JALALI BOOKS
JALALI

○

ہم سب کو خونِ تازہ انہی نے عطا کیا
رنگت اس لیے تو کسانوں کی، زرد تھی
وہ شہر زادیوں کی بنی چادرِ حیا!
دہقان لڑکیوں کے سروں پر جو گرد تھی

○

ہر لحظہ عجیب آ رہا ہے
ہر لمحہ مہیب آ رہا ہے
آغاز کی سمت جا رہا ہوں
انجام قریب آ رہا ہے

○

جو انقلاب مرے دوستوں کے ذہن میں ہے
وہ تیر ہے، جو کماں چھوڑ کر چلا ہی نہ ہو
یہ کارواں تو عبث رہنما کی کھوج میں ہے
کہ نقش کیسے ملے، جب قدم اُٹھا ہی نہ ہو

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

○

اگر ہجوم ہو اذہان پر عقاید کا
تو دوپہر کو بھی مدھم دکھائی دیتا ہے
گھنے درخت اگر چھا رہے ہوں چار طرف
تو آسمان بہت کم دکھائی دیتا ہے

○

ہوا کی نرم خرامی بھی کیا قیامت ہے
کہ اُس کی یاد اُمڈ آئی ہے گھٹا کی طرح
مَیں اس کو سوچ تو سکتا ہُوں، چُھو نہیں سکتا
وہ میرے سامنے موجُود ہے ـــ خدا کی طرح

○

بہت عجیب سے لہجے میں تم نے پُوچھا ہے
کہ آج کس کے لیے اِس قدر اُداس ہو تم؟
مَیں سوچتا ہُوں کہ اِک دن جُدا تو ہونا ہے
مَیں مانتا ہُوں کہ اِس وقت میرے پاس ہو تم

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

○

اب اور کس کے لیے اہتمامِ رخت کروں
مرا رفیقِ مسافت تو ہار بیٹھا ہے،
کہ اپنے آپ کو اِک زحمتِ نظر دے کر
وہ قرض، زندگی بھر کے، اُتار بیٹھا ہے

○

نہیں قبول ادھورا صِلہ پرستش کا
بدل نہیں ہیں فرشتے، اگر خدا نہ ملے
میں تیرے شہر میں آیا ہُوں اجنبی کی طرح
خدا کرے کہ کوئی صورت آشنا نہ ملے

○

یُوں تو جو ہر نے الاؤ سا لگا رکھا ہے
رُوح سے نُور کا احساس چھِنا جاتا ہے
صُبح ہوتی ہے مگر رات نہیں کٹ پاتی
اب تو سُورج بھی ستاروں میں گِنا جاتا ہے

KUTUB KHANA.
JALALI BOOKS
JALALI

○

بات کہنے کا جو ڈھب ہو، تو ہزاروں باتیں
ایک ہی بات ہیں کہ جانتے ہیں کہنے والے
لیکن اُن کے لیے ہر بات کا مفہوم ہے ایک
کتنے بے درد ہیں اس شہر کے رہنے والے!

○

اب ترے پیار میں پہلا سا نہیں اُجلا پن
چاند! پہلی سی وہ ٹھنڈک تری کرنوں میں نہیں
اس لیے میں تجھے کچھ دیر میں پہچان سکا
اب کسی خواب کا کاجل تری آنکھوں میں نہیں

○

موت ہی موت ہے محیط، مگر
زندگی مُسکرائے جاتی ہے
ہر طرف برف ہے، مگر اس پر
دُھوپ الاؤ لگائے جاتی ہے

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

○

رنگ و حرف و صدا کی دُنیا میں
زندگی قتل ہو گئی ہے کہیں
مر گیا لفظ، اُڑ گیا مفہوم
اور آواز کھو گئی ہے کہیں

○

ظالموں کی یہ عجب منطق ہے
"آسمانوں سے وبال آتے ہیں!"
اپنے اعمال کا سب بارِ گراں
اپنے اللہ پہ ڈال آتے ہیں

○

چُپ تو ہو جاؤں، مگر میرا ضمیر
تیرے احکام کے کہنے میں نہیں
چیخ اُٹھنا بھی تو مجبوری ہے
جبر کچھ ظلم ہی سہنے میں نہیں

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

○

یہ دیکھ کے، رہبرانِ "حق" پر
وحشت سی سوار ہو رہی ہے
انسان کی ہو رہی ہے گنتی،
عورت بھی شمار ہو رہی ہے

○

شب مجھے کچھ یُوں لگا، جیسے نجوم
خامشی کے حبس سے ڈر جائیں گے
کتنی صدیوں کے خلائی فاصلے
ایک ہی لمحے میں طے کر جائیں گے

○

چاند نکلا ہے سرِ بام، لبِ بام آؤ
دل میں اندیشۂ انجام نہ آنے پائے
کچھ اِس انداز سے اُترو مری تنہائی میں
کھوج میں گردشِ ایام نہ آنے پائے

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

○

جب چٹانوں سے لپٹتا ہے سمندر کا شباب
دُور تک موج کے رونے کی صدا آتی ہے

یک بیک پھر یہی ٹُوٹی ہُوئی بِکھری ہُوئی موج
اِک نئی موج میں ڈھلنے کو پلٹ جاتی ہے

○

تمتماتے ہیں سُلگتے ہُوئے رخسار ترے
آنکھ بھر کر کوئی دیکھے گا تو جل جائے گا

اتنا سیّال ہے یہ پل کہ گماں ہوتا ہے
مَیں ترے جسم کو چھُو لُوں تو پِگھل جائے گا

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

○

آنکھ کھُل جاتی ہے جب رات کو سوتے سوتے
کِتنی سُونی نظر آتی ہے گُزرگاہِ حیات

ذہن و وجدان میں یُوں فاصلے تن جاتے ہیں
شام کی بات بھی لگتی ہے بُہت دُور کی بات

○

آدمی جوّ ہوا سے بھی نکل جائیں گے
چاند پر عظمتِ آدم کا علم لہرانے

قابلِ داد ہے یہ جرأتِ پرواز مگر
چاندنی کو بھی کہیں بانٹ نہ لیں دیوانے

○

تُو میرا شعور، میرا وجدان
تُو میرا یقین، میرا ایمان

میں تیری سپردگی کا معیار
تُو میری پرستشوں کی پہچان

○

ذرّۂ خاک میں ادراک کی حدّت بھر کر
اپنی تخلیق کے شعلوں میں نہ جل جاؤ کہیں

روشنی ہی سہی اس دور کی تہذیب کا اوج
موم کی طرح چمک کر نہ پگھل جاؤ کہیں

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

○

فرشتے چاند سے ہٹ کر ہیں اس خیال میں گم
"کہاں سے چل کے یہ انساں کہاں تک آئے ہیں"
ابھی تو خیر سے تسخیرِ عرش باقی ہے
ابھی تو اہلِ زمیں، آسماں تک آئے ہیں

○

مری شکست پہ اک پرتوِ جمال تو ہے
مَیں کیوں نہ عظمتِ افتادگی پہ اتراؤں
تجھی سے ہے مری آسودہ خاطری کا بھرم
ترے غموں کا خزانہ چھنے، تو لُٹ جاؤں

○

دریا ہو، صبا ہو یا خیالات
ہر چیز تری طرف رواں ہے
اب تک نہ ہُوا مگر یہ معلوم
تو ہے تو کہاں نہیں، کہاں ہے

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

○

کُنجِ زنداں میں پڑا سوچتا ہُوں
کِتنا دلچسپ نظارا ہوگا
یہ سلاخوں میں چمکتا ہُوا چاند
تیرے آنگن میں بھی نِکلا ہوگا

○

حد سے جب بڑھنے لگا تلخیِ حالات کا زہر
ذائقے کو تری شیریں دہنی یاد آئی
جب بھی مَیں راہ سے بھٹکا، ترا پیکر چمکا
جب بھی رات آئی، تری سیم تنی یاد آئی

○

اپنے شاعر کے لیے زنداں میں
رات فردوس اُٹھا لاتی ہے
دامنِ شب سے لپٹ کر اکثر
تیری یادوں کی شمیم آتی ہے

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

دن ختم ہو چکا مگر اِک آخری کرن
آئی کہیں سے اور مرے دل میں اُتر گئی

روشن نہیں تو تیرہ بھی کُنجِ قفس نہیں
سُورج تو چھُپ گیا ہے مگر شب بھی مر گئی

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

زندگی یُوں تو بڑے کرب سے کاٹی میں نے
جو گھڑی آئی ہے، پیغامِ تعب لائی ہے

زندہ رہنے کو مگر اور بھی جی چاہتا ہے
یاد جب بھی تری شیرینیِ لب آئی ہے

میرے ویرانۂ احساس میں اِک پھُول کھِلا
چارہ گر ڈھونڈنے نکلے ہیں مگر مرہمِ دل

میں تو یہ درد کی دولت انھیں چھُونے بھی نہ دُوں
تیری شدّت کی قسم، اے غمِ دل، اے غمِ دل

○

نہ چھیڑو مجھ سے باتیں خیر و شر کی
مَیں شاعر ہوں، بس اِتنا جانتا ہوں
محبّت کا اگر خالق خدا ہے
تو مَیں ایسے خُدا کو مانتا ہوں

○

قوّتِ بازوئے انساں کے بغیر
خاک کا ڈھیر جبالِ زر و سیم
اتنی عظمت کا تصوّر بھی محال
جتنی انسان کی محنت ہے عظیم

○

یارب اِک عرض ہے گستاخانہ
(رہیں آباد ترے دیر و حرم)
مُسکراتا ہُوا دیکھا ہے تجھے
جب چٹانوں میں دھڑکتے ہیں صنم

KUTUB KHANA.
JALALI BOOKS
JALALI

○

تیری ہیبت ہے جہانگیر، مگر
تجھ سے تو مَیں، بخدا بہتر ہُوں
اُس شہنشہ سے، جو نفرت بیچے
مَیں محبّت کا گدا بہتر ہُوں

○

جس شخص نے آدمی کے خوں سے
اپنے چہرے کا رُوپ اُجالا
پتھّر بن جائے، زہر ہو جائے
اُس شخص کے ہاتھ کا نوالا

○

یہ ہجر و وصال کے معمّے
اِک تیرے سوا کوئی نہ جانے

صدیوں میں بس ایک رات گزری
اِک پل میں کٹے کئی زمانے

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

○

داورِ حشر مجھے تیری قسم
عمر بھر مَیں نے عبادت کی ہے

تُو مرا نامۂ اعمال تو دیکھ
مَیں نے انساں سے محبّت کی ہے

○

مانا، کہ طویل فاصلوں پر
برسوں کے غبار چھا گئے ہیں
محرومئ مشترک سے لیکن
ہم کتنے قریب آ گئے ہیں

○

ایسے خورشید سے خالی ہے خلا
جو نکل آئے تو سائے نہ ڈھلیں

سُورج اُبھرا تھا مگر ڈُوب گیا
آؤ خود اپنی تمازت میں جلیں

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

○

ممکن ہے، فضاؤں سے خلاؤں کے جہاں تک
جو کچھ بھی ہے، آدم کا نشانِ کفِ پا ہو
ممکن ہے، کہ جنّت کی بلندی سے اُتر کر
انسان کی عظمت میں اضافہ ہی ہُوا ہو

○

احساسِ جمال و ذوقِ فن کے
اس درجہ بدل گئے قرینے
جل جل کے بُجھے گہر تہِ آب
ساحل سے بندھے رہے سفینے

○

اِس درد کا بھی کریں مداوا
اس دور کے چارہ گر کہاں ہیں
آنسو مرے دل میں گر رہے ہیں
نالے مرے خون میں رواں ہیں

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

○

یہ حادثہ بھی رہے گا شامل
آدم کے عروج ہی کی حد میں
اِنسان اُبھر کر آ گیا ہے
اک شعلۂ بے اماں کی زد میں

○

ماحول کے خول سے نکل کر
یہ نکتہ سمجھتے، کاش ہم لوگ
ہر فرد کے اَن گنت خُدا ہیں
اب تک ہیں صنم تراش ہم لوگ

○

میری خاموشیِ پیہم پہ نہ جا
تُو مجھے اب بھی نہیں بھولا ہے
چاندنی رات کی آواز تو سُن
ابھی خورشید کہاں ڈُوبا ہے

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

○

برحق سہی میری موت، لیکن
جینے کے شعور کو کروں کیا
اے میرا دیا بجھانے والے
میں جلوۂ طور کو کروں کیا

○

ہر زخم میں ڈوب کر اُبھرنا ہے مجھے
ہر تجربۂ غم سے گزرنا ہے مجھے
ہر درد کا ذائقہ ہے چکھنا لازم
دستورِ نشاط وضع کرنا ہے مجھے

○

اے کشتیٔ اعتقاد کھینے والے!
اے درسِ صلوٰۃ و صوم دینے والے!
اِک دو تو بجا لاتے خدا کے احکام
لاکھوں ہیں خدا کا نام لینے والے

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

○

ملتا جو خدا کہیں، تو اس سے کہتے
تنگ آ گئے ظلمت کے طمانچے سہتے
کاش آج زمیں پہ یُوں برستا سُورج
رات آتی تو روشنی کے دریا بہتے

○

قدرت کا دکھا نیا تماشا، یارب!
بس ایک ہی منظر تو نہ دوہرا، یارب!
اب ختم بھی کر گناہِ آدم کی سزا
اب موت کو منسوخ بھی فرما، یارب!

○

انسان میں کیوں زوال پیدا ہو گا
جب روز نیا خیال پیدا ہو گا
جب اس کو ملا سبھی سوالوں کا جواب
اس سے بھی تو اِک سوال پیدا ہو گا

KUTUB KHANA. JALALI BOOKS JALALI

فہرست

شعلۂ گل ۶۴۳

۲۹۷- گونج ۶۴۵

۲۹۸- یہ رات ۶۴۷

۲۹۹- مری شکست ۶۴۸

۳۰۰- غمِ وطن ۶۵۰

۳۰۱- صحافیوں کے نام ۶۵۳

۳۰۲- افق ۶۵۶

۳۰۳- آخری کھنکتا گیت ۶۵۷

۳۰۴- انسانیت ۶۶۱

۳۰۵- تھپکی ۶۶۳

۳۰۶- حسنِ تخلیق ۶۶۷

۳۰۷- سمت ۶۶۹

۳۰۸- بہار اور مہکار ۶۷۱

۳۰۹- زنداں ۶۷۳

۳۱۰- نغمۂ انساں ۶۷۵

۳۱۱- جرسِ کارواں ۶۷۸

۳۱۲- فنونِ لطیفہ ۶۸۲

۳۱۳- آخری فیصلہ ۶۸۳

۳۱۴- ترقی پسند مصنفین ۶۸۵

۳۱۵ ادب اور سیاست ۶۸۷

۳۱۶ انسان عظیم ہے ۶۹۰

۳۱۷ سفر جاری رہے ۶۹۲

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

۳۱۸- پرانی جھنکار	۶۹۴
۳۱۹- درانتی	۶۹۷
۳۲۰- موضوع	۶۹۹
۳۲۱- طبورِ آوارہ	۷۰۲
۳۲۲- نیا ایشیا	۷۰۳
۳۲۳- مَیں تمھارا ہُوں	۷۱۳
۳۲۴- وقت	۷۲۱
۳۲۵- نعرہ دو!	۷۲۴
۳۲۶- خزاں کے پھُول	۷۲۷
۳۲۷- آدمی	۷۳۱
۳۲۸- جبر و اختیار	۷۳۲
۳۲۹- جشنِ چراغاں	۷۳۵
۳۳۰- رات بکراں تو نہیں	۷۳۷
۳۳۱- ارتقاء	۷۳۹
۳۳۲- فن برائے فن	۷۵۲
۳۳۳- مغویہ	۷۵۴
۳۳۴- بہار آئے گی	۷۶۰
۳۳۵- ثواب سے گناہ تک	۷۶۳
۳۳۶- آزادی کے بعد	۷۶۷
۳۳۷- مہاراج ادھیراج	۷۷۰
۳۳۸- طلوع	۷۷۱
۳۳۹- کھری کھری	۷۷۵
۳۴۰- ربط	۷۷۹
۳۴۱- عنفوانِ شباب	۷۸۱
۳۴۲- پنشن	۷۸۲
۳۴۳- اظہار	۷۸۵
۳۴۴- انسان	۷۸۷
۳۴۵- مجاز	۷۸۹
۳۴۶- تاریخ کی آواز	۷۹۰
۳۴۷- پیکر	۷۹۲
۳۴۸- رفتارِ زمانہ	۷۹۶
۳۴۹- ہرجائی	۷۹۸
۳۵۰- مسافر	۸۰۰
۳۵۱- صحرائے لیبیا میں	۸۰۲

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

۳۵۲- ناتمام ۸۰۵
۳۵۳- قیاس ۸۰۹
۳۵۴- لمحہ بہ لمحہ ۸۱۱

جلال و جمال ۸۱۵

۳۵۵- نذرِ سالکؔ ۸۱۷
۳۵۶- ناگزیر ۸۲۰
۳۵۷- خون ۸۲۲
۳۵۸- عقیدے ۸۲۴
۳۵۹- "سمندر پار کے فرشتہ ہائے رحمت سے" ۸۲۷
۳۶۰- ہمسنوں سے ۸۲۹
۳۶۱- نئی بغاوت ۸۳۱
۳۶۲- سامنا ۸۳۴
۳۶۳- یادش بخیر ۸۳۶
۳۶۴- لمحاتِ گریزاں ۸۳۸
۳۶۵- ترکِ محبت کے بعد ۸۴۱
۳۶۶- دن ڈھلے ۸۴۳
۳۶۷- تفاوت ۸۴۵
۳۶۸- فن ۸۴۸
۳۶۹- دائرہ ۸۴۹
۳۷۰- تضحیک ۸۵۱
۳۷۱- تسنیمؔ کے نام ۸۵۴
۳۷۲- مستقیم و منحنی ۸۶۰
۳۷۳- پرواز کے بعد ۸۶۲
۳۷۴- ازلی استفہام ۸۶۵
۳۷۵- احیاء ۸۶۷
۳۷۶- کل اور آج ۸۶۹
۳۷۷- ماہتابِ فردا ۸۷۲
۳۷۸- احساس و ادراک ۸۷۵
۳۷۹- عرش و فرش ۸۷۸
۳۸۰- شفق ۸۸۰
۳۸۱- راستے کا موڑ ۸۸۳
۳۸۲- رفتارِ زمانہ ۸۸۹
۳۸۳- دیہات کی شہزادی ۸۹۱

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

۳۸۴- ردِّ عمل ۸۹۷
۳۸۵- شکست و ریخت ۹۰۴
۳۸۶- افشائے راز ۹۰۸
۳۸۷- قدیم نقادانِ فن کے نام ۹۱۰
۳۸۸- سراب ۹۱۳
۳۸۹- رات کی بات ۹۱۵
۳۹۰- ستارے ۹۱۸
۳۹۱- آویزش ۹۲۱
۳۹۲- میری زمین ۹۲۴
۳۹۳- عزم و عمل ۹۲۷
۳۹۴- شرمیلا فن کار ۹۳۰
۳۹۵- شکنجے ۹۳۴
۳۹۶- آرزو کا کھیل ۹۳۷
۳۹۷- وحدت ۹۴۰
۳۹۸- ثبوت ۹۴۳
۳۹۹- یہ فلسفی ۹۴۷
۴۰۰- سوانگ ۹۵۰
۴۰۱- معاصر سے ۹۵۲
۴۰۲- پھریری ۹۵۷
۴۰۳- معمارِ عالم ۹۵۹
۴۰۴- جبر ۹۶۴
۴۰۵- جب آنکھ کھلی تو کیا دیکھا ۹۶۶
۴۰۶- سلونی شامیں ۹۷۰
۴۰۷- بھور آئی ۹۷۵
۴۰۸- واپسی ۹۷۶
۴۰۹- کروٹیں ۹۸۱
۴۱۰- خورشید احمد خاں سے ۹۸۶
۴۱۱- ایک عیاش دوست سے ۹۹۱
۴۱۲- پرتوِ آرزو ۹۹۳
۴۱۳- کیسے ہنسوں ۹۹۶
۴۱۴- تاریخ پلٹا کھائے گی ۹۹۸
۴۱۵- ہوک ۱۰۰۳
۴۱۶- ارادے ۱۰۰۷
۴۱۷- حریتِ فکر ۱۰۰۹

KUTUB KHANA JALALI BOOKS JALALI

۴۱۸- سہاگن بیوہ ۱۰۱۳
۴۱۹- نئی صبح ۱۰۱۵
۴۲۰- سلجھی اُلجھنیں ۱۰۱۸
۴۲۱- ماضی و مستقبل ۱۰۲۰
۴۲۲- نشر پارہ ۱۰۲۲
۴۲۳- جدائی کی پہلی رات ۱۰۲۴
۴۲۴- یوٹوپیا ۱۰۲۶
۴۲۵- دھڑکن ۱۰۲۸
۴۲۶- رازِ حیات ۱۰۳۰
۴۲۷- پہلی موت ۱۰۳۱
۴۲۸- ایک یاد ۱۰۳۳
۴۲۹- چورنگی ۱۰۳۶
۴۳۰- رازِ گریز ۱۰۴۰
۴۳۱- دُنیائے خام ۱۰۴۳
۴۳۲- نیا منصور ۱۰۴۵
۴۳۳- کھیل ۱۰۴۹
۴۳۴- مرغزار و جوئبار ۱۰۵۲
۴۳۵- بازدید ۱۰۵۴
۴۳۶- کون آگیا ۱۰۵۶
۴۳۷- کیفِ انتظار ۱۰۵۹
۴۳۸- ایک تلخ تجربہ ۱۰۶۱
۴۳۹- ترکِ دریوزہ ۱۰۶۳
۴۴۰- دھارا ۱۰۶۵
۴۴۱- شہر کی رانی ۱۰۶۷
۴۴۲- اداس محبوبہ سے ۱۰۶۹
۴۴۳- پاچیاں کن پاچینیں ۱۰۷۵
۴۴۴- ایک فلسفی دوست سے ۱۰۷۸
۴۴۵- وقفے ۱۰۸۰
۴۴۶- وقت کا چکر ۱۰۸۲
۴۴۷- رات اور دن ۱۰۸۴
۴۴۸- تذبذب ۱۰۸۷
۴۴۹- تصویر کا دُوسرا رُخ ۱۰۹۰
۴۵۰- بے قراریاں ۱۰۹۲
۴۵۱- کچھ تو کر ۱۰۹۴

۴۵۲- نیا ساز نئی تان ۱۰۹۶
۴۵۳- ایک چیخ ۱۱۰۱
۴۵۴- نوکری پر جاتے ہوئے ۱۱۰۳
۴۵۵- میرے افسانے ۱۱۰۸
۴۵۶- نظامِ نو ۱۱۱۱
۴۵۷- اِس دور میں ۱۱۱۳
۴۵۸- شکاری ۱۱۱۵
۴۵۹- ایک ہرجائی سے ۱۱۱۷
۴۶۰- پروازِ جنوں ۱۱۱۹
۴۶۱- منور ظلمتیں ۱۱۲۳
۴۶۲- آخری سجدہ ۱۱۲۶
۴۶۳- عرفان ۱۱۲۸
۴۶۴- مردِ آزاد ۱۱۳۱
۴۶۵- عزم ۱۱۳۳
۴۶۶- شعر کا دیوتا ۱۱۳۵
۴۶۷- احساس کی پھریری ۱۱۳۷
۴۶۸- قصرِ فردا ۱۱۴۱
۴۶۹- قندیلِ احساس ۱۱۴۲
۴۷۰- چرواہے ۱۱۴۵
۴۷۱- گاؤں کی شام ۱۱۴۸
۴۷۲- مادرِ فطرت ۱۱۵۱
۴۷۳- قانونِ قدرت ۱۱۵۳
۴۷۴- ذرا سی بات ۱۱۵۶
۴۷۵- سپاہی مورچے میں ۱۱۵۹
۴۷۶- برسات کی ایک رات ۱۱۶۲
۴۷۷- دل کا مرثیہ ۱۱۶۷
۴۷۸- ازلی مسرتوں کی ازلی منزل ۱۱۶۹
۴۷۹- گناہِ بے گناہی ۱۱۷۱
۴۸۰- اُمید کی کرن ۱۱۷۳
۴۸۱- احساسِ غلامی ۱۱۷۶
۴۸۲- ساون ۱۱۷۷
۴۸۳- آغاز ۱۱۸۰
۴۸۴- سپاہی کی واپسی ۱۱۸۲
۴۸۵- رخصت ۱۱۸۳

۴۸۶۔ بارگاہِ نیاز ۱۱۸۵
۴۸۷۔ گاؤں کی صبح ۱۱۸۷
۴۸۸۔ میرا گاؤں ۱۱۸۹
۴۸۹۔ اَن دیکھا محبوب ۱۱۹۱
۴۹۰۔ ایک گیت کی تصویر ۱۱۹۳
۴۹۱۔ مردِ خود شناس ۱۱۹۵
۴۹۲۔ ستی ۱۱۹۷
۴۹۳۔ عزمِ نو ۱۱۹۹

۴۹۴۔ سحرِ نغمہ ۱۲۰۰
۴۹۵۔ ایک تصور ۱۲۰۲
۴۹۶۔ دعوت ۱۲۰۵
۴۹۷۔ اُمید ۱۲۰۷
۴۹۸۔ استعجاب ۱۲۰۸
۴۹۹۔ یادِ رفتہ ۱۲۱۱
رزمِ جم ۱۲۱۳
قطعات ۱۳۸۷

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

احمد ندیم قاسمی کی ۷۵ویں سالگرہ پر خصوصی پیش کش

۱۔ ندیم کی نظمیں (دو جلدیں)

احمد ندیم قاسمی کی اب تک کی تمام تر نظمیں

۲۔ ندیم کی غزلیں

احمد ندیم قاسمی کی اب تک کی کہی ہوئی ساری غزلیں ایک ساتھ

۳۔ افسانے

احمد ندیم قاسمی کے خود منتخب کردہ چالیس بہترین افسانے

۴۔ احمد ندیم قاسمی (شاعر اور افسانہ نگار)

اردو کے نامور نقاد پروفیسر فتح محمد ملک کی خصوصی تصنیف